

بانٹوا ایمین جماعت کا ترجمان

ماہنامہ  
اردو-گجراتی

# میں ساج

نومبر 2022ء ربيع الثانی 1444ھ

9 نومبر 1947ء سقوط جونا گڑھ

☆ انڈین گورنمنٹ نے ریاست جونا گڑھ پر زبردستی غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ بانٹوا اور کتیانہ کی لوٹ اور مہمنوں کی ہجرت۔  
☆ کاٹھیاواڑ کے تجارتی شہر بانٹوا اور کتیانہ کی بربادی اور پاکستان کی خوشحالی۔



Masjid Selat Melaka Malaysia



## شریعت کے مطابق تقسیم وراثت کی اہمیت

☆ اور تم یتیموں کو آزمایا کرو یہاں تک کہ جب وہ بالغ ہو جائیں پھر اگر ان میں کچھ تمیز (کچھ) دیکھو تو ان کے اموال (مال) ان کے حوالے کر دو اور ان اموال (مال) کو ضرورت سے زائد اٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جائیں جلدی جلدی اٹھا کر مت کھا ڈالو۔

☆ مردوں کے لئے بھی حصہ ہے۔ اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک قرابت دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے۔ اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر حصہ بھی ایسا جو قطعی طور پر مقرر ہے۔

☆ بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال جبراً (ظالماً) کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔ (سورۃ انسا۔ رکوع ۱)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے وارث کا حق مارا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے اس کے حصہ سے محروم کر دیں گے۔ (ابن ماجہ و بیہقی)

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق طلب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حقدار سے اس کا حق نہیں روکتے۔ (بیہقی)

بانٹوامیمن جماعت کا ترجمان



# ماہنامہ میں ساک



کراچی  
اردو - گجراتی

عبدالجبار علی محمد بدو

مدیر اعزازی

محمد اقبال بلو صدیق آکھا والا

پیشتر



021-32768214

021-32728397

Website : [www.bmjnr.net](http://www.bmjnr.net)

E-mail: [bantvameonjamat01@gmail.com](mailto:bantvameonjamat01@gmail.com)

نومبر 2022ء

ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ

شمارہ: 11

جلد: 67

فی شمارہ: 50 روپے

- ایک سال کی خریداری (مخ ڈاک خرچ): 500 روپے
- پیژن (سرپرست): 10,000 روپے
- لائف ممبر: 4000 روپے

زیر نگرانی

## بانٹوامیمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

پتہ: بانٹوا میمن جماعت خانہ، ملحقہ حور بانی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ، نزد راجہ مینشن، کراچی۔

Regd. No. SS-43

Printed at : City Press Ph: 32438437

## فرمان رسول ﷺ



☆ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! کون سا کام زیادہ اچھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا اور ہر وہ تجارت جس میں تاجر بے ایمانی اور جھوٹ سے کام نہیں لیتا۔ (مشکوٰۃ)

☆ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سانس اکھڑنے (مرنے کے قریب) تک قبول کر لیتا ہے۔ (ترمذی)

☆ کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ارے اچھے سلوک کا مستحق کون ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تیری ماں، پھر فرمایا تیری ماں، پھر فرمایا تیری ماں۔ پھر فرمایا تیری ماں۔ پھر فرمایا تیرا باپ۔ (مشفق علیہ)

☆ اللہ کے نام سے کھانا شروع کرو، سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ (بخاری)

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ولیرہ کرو خواہ ایک ہی بکری کے ساتھ ہو۔ یہ ارشاد آپ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے شادی کی۔ (مشفق علیہ)

## فرقان عظیم



☆ اے لوگو! تم جو کرتے نہیں اے کیوں کہتے ہو؟

(پارہ ۳۔ سورہ آل عمران۔ آیت ۱۰۳)

☆ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ (سورہ قاحمد۔ آیت ۱)

☆ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین بنایا اندھیرا اور روشنی۔ (سورہ الانعام۔ آیت ۱)

☆ شکر ہے اللہ کا جس نے راہ دکھائی ہمیں اس جنت کی اور نہ تھے ہم کہ راہ پاتے، اگر اللہ ہمیں راہ پر نہ لے آتا۔ (سورۃ الاعراف۔ آیت ۴۳)

☆ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں۔ ہم ان کے گناہ ان سے دور کر دیں گے اور ان کو ان کے ان اعمال ایمان و اعمال صالحہ کا مستحق سے زیادہ اچھا بدلہ دیں گے۔ (سورہ عنکبوت۔ آیت ۷)

☆ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو (کبھی) نہ گن سکو واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔ (سورہ نحل۔ ۱۸)

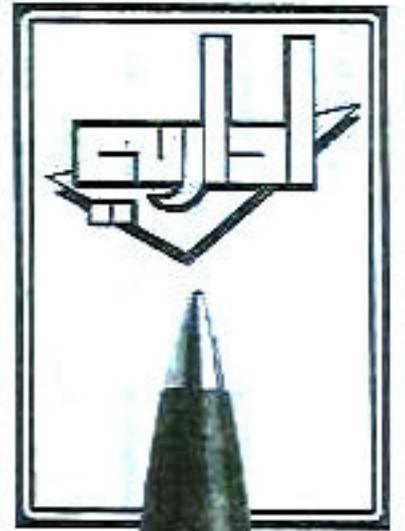
## سوجودہ مہنگائی میں سادگی اور کفایت شعاری کی ضرورت

اس وقت ہمارا معاشرہ بہت سی برائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی کاوشیں کی گئیں جن کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو صحیح راستے کی طرف بلائیں اور ایسی ترغیبات دیں جو معاشرے کے لیے مفید اور کارآمد ہوں۔ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نے بھی سادگی کا عملی نمونہ پیش کیا اور اپنی امت کو بھی سادگی سے زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی جو بات سادگی میں ہے وہ تکلف و بناوٹ میں کہاں! آج ہمارا معاشرہ افراتفری کا منظر پیش کرتا ہے اور قول و فعل کا تضاد ہماری زندگی کا حصہ بن چکا ہے۔ سادگی اسلام میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ہمیشہ سادہ اور صاف ستھرا لباس زیب تن کیا۔ ہمیشہ سادہ غذا کھائی اور سادہ رہن سہن اپنا کر اپنی امت کو سادگی کا بے مثال درس دیا۔ خود آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دختر خاتون جنت حضرت فاطمہ الزہراء کی سادگی دنیائے اسلام کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔

آج کے سرتوڑ مہنگائی کے دور میں سادگی کی جتنی ضرورت ہے اتنی پہلے کبھی نہ تھی خصوصاً شادی بیاہ کے موقعوں پر ہمیں سادگی اپنانی چاہیے۔ اگر ہماری خواتین غلط رسموں سے بچ جائیں تو یقیناً ہماری غلط رسم و رواج کے خاتمہ کی کوئی راہ نکل آئے گی۔ ہمارا اصل مقصد ہمارے معاشرے میں رائج فضول خرچی اور فضول رسومات کا خاتمہ ہے۔ ہمیں ہر معاملے میں سادگی اختیار کرنی چاہیے۔ اب ہمیں ان تمام فضول رسم و رواج کو ختم کر کے ایک ہو جانا چاہیے۔

ضرورت اس بات کی ہے ہم اس کے تعلیمی بلنی اور سماجی مسائل حل کرنے کے لئے عملی جدوجہد بھی کریں۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ان کے روزگار کا مسئلہ بھی حل کرنا ہے جس کے لیے پرامن ماحول کو قائم رکھا جائے۔ مسائل کے حل کے لیے ایکتا کی ضرورت ہے جہی بانٹوا میمن برادری مزید ترقی کر سکتی ہے۔ سادگی ہمارے مذہب کی بنیاد ہے۔ اسلام ہمیں ہر موقع پر سادگی اپنانے کی تلقین کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ ہم بے جانمائش اور نام و نمود سے دور رہیں اور اس طریقے سے زندگی گزاریں جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتایا ہے۔

سادگی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ کچھ نہ کریں۔ سادگی تو ایک ایسی علامت ہے جو ہماری اس سوج کو ظاہر کرتی ہے کہ ہم بے جانم و نمائش اور تکلف کو ناپسند کرتے ہیں اور سادہ زندگی کو حقیقی راحت اور سکون قلب کا باعث سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سادگی اپنائے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ سادگی زندگی کا حسن اور زیور ہے۔ یہ ایسا حسن ہے جو کبھی ماند نہیں پڑتا۔ ہر شعبے میں سادگی ہماری کامیابی کی کنجی ہے۔



اس طرح ہم نہ صرف دنیا میں کامیاب ترین اور خوشگوار زندگی گزار سکتے ہیں بلکہ ہمارے اس عمل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ بھی خوش ہوں گے کیونکہ منجانب سے الہی یہی ہے۔ بہر صورت فضول خرچی، بے جا نمود و نمائش اور تکلف ہمیں اور ہمارے معاشرے کو گنہگار کی طرح کھارے ہیں۔ سادگی وہ وصف ہے جو ہمیں متعدد پریشانیوں اور معاشرتی مسائل سے بچاتا ہے۔ سادگی بہت بڑی خوبی ہے اور اسے اختیار کرنے والا بہت سی مشکلات سے بچ سکتا ہے۔

ہم اپنے دوستوں اور عزیزوں میں اٹختے بیٹھتے ہوئے تکلف کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ عام طور پر اس لفظ کا استعمال سادگی کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ ہم خوشی اور غمی کے مواقع پر اور روزمرہ کی تقریبات میں اپنا ظاہری بھرم قائم رکھنے کے لئے بہت کچھ کر جاتے ہیں حالانکہ وہ کرنے کی ہم میں ہمت اور طاقت نہیں ہوتی۔ بس ہمیں ہمیں سادگی اپنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے زندگی میں کامیابی بھی ہے اور خوشی بھی۔ سادگی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ کچھ نہ کریں۔ سادگی تو ایک ایسی علامت ہے جو ہماری اس سوچ کو ظاہر کرتی ہے کہ ہم بے جا نمود و نمائش اور تکلف کو ناپسند کرتے ہیں اور سادہ زندگی کو حقیقی راحت اور سکون قلب کا باعث سمجھتے ہیں۔ ہم نے اپنی زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اس طرز عمل کو بدل ڈالیں اور حقیقی معنی میں سادگی اختیار کریں۔

ہمیں ہر معاملے میں سادگی اختیار کرنی چاہیے۔ اب ہمیں ان تمام فضول رسم و رواج کو ختم کر کے ایک ہو جانا چاہیے۔ میمن برادری کا ہر فرد امن اور سلامتی کا خواہاں ہے۔ میمن برادری بہت اچھی قوم ہے، جو جوانوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ان کے روزگار کا مسئلہ بھی حل کرنا ہے جس کے لیے پرامن ماحول کو قائم رکھا جائے۔ مسائل کے حل کے لیے ایکٹا کی ضرورت ہے جیسی میمن برادری مزید ترقی کر سکتی ہے۔ بانٹو امین جماعت کے اس سماجی اور فلاحی پروگرام میں شامل ہو کر ہم سب اس سماجی اور فلاحی امور کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتے ہیں، سب اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر بانٹو امین جماعت کے پرچم تلے اکٹھے ہو کر برادری کی فلاح و بہبود کے کام کئے جائیں۔

خلوص کیش

نیک خواہشات اور پر خلوص دعاؤں کا طالب

عبدالجبار علی محمد بدو

مدیر اعزازی ماہنامہ میمن سماج کراچی

زکوٰۃ دیتے وقت بانٹو امین جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے

فلاحی منصوبوں کو مد نظر رکھیں

اپنی جماعت یہ عمدہ فریضہ بہ خوبی اور آسانی سے انجام دے سکتی ہے

# ان کے باتوں میں گون گونے کی نشانی

☆ اگر آپ عظمت چاہتے ہیں تو عظمت کو بھول جائیں اور سچائی تلاش کریں۔ سچائی بھی مل جائے گی اور عظمت بھی۔ (ارسطو)

☆ جب کھونے کی نوبت آتی ہے تب ہی آدمی کو جا کر پانے کی اصل قیمت سمجھ میں آتی ہے۔ (بقراط)

☆ الفاظ کی اتنی قدر و قیمت نہیں جتنی کہ افعال کی ہوتی ہے۔ (قائد اعظم محمد علی جناح)

☆ جہاں تمہیں صداقت اور خلوص نظر آئے وہاں تم دوستی کے لیے ضرور ہاتھ بڑھاؤ ورنہ تمہاری تمہاری تہائی تمہاری بہترین اور ہمدرد دوست ہے۔ (شاعر مشرق علامہ اقبال)

☆ استاد کی عزت کرو، یہ وہ ہستی ہے جو تمہیں اندھیرے سے نکال کر روشنی کی راہ دکھاتی ہے۔ (بابائے اردو مولوی عبدالحق)

☆ انسان کو خاموش اور عقلمند اس کی عمر نہیں اس کی ذمہ داریاں بتاتی ہیں۔ (مستنصر حسین تارڑ)

☆ تقدیر ہمیشہ دلیروں کا ساتھ دیتی ہے۔ (ٹینیسن)

☆ جب لوگ آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے پھر وہ آپ سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں۔ (ایمرن)

☆ سوچ سمجھ کر بولا کرو الفاظ نسلوں کا تعارف کروادیتے ہیں۔ (ٹیکسیٹر)

☆ ایسی کتاب جو خوب غور کرنے کے بعد منتخب کی جائے، وہ انسان کی بہترین دوست اور اصلاح کار ہوتی ہے۔ (سرفہرنگلڈ رہبر اللہ)

☆ اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہ ہوگا جس کا پرہیزی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔ (رسول اکرم ﷺ)

☆ پرانے گناہوں کو نئی نیکی سے مٹا دو۔ (حضرت ابو بکر صدیق)

☆ سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنی بات کو اچھی طرح ثابت کر سکے۔ (حضرت عمر فاروق)

☆ ضمیر کی عدالت دنیا کی سب سے بڑی عدالت ہے۔ (حضرت عثمان غنی)

☆ ناراضگی ظاہر کرنا، دل میں برائی رکھنے سے بہتر ہے۔ (حضرت علی)

☆ انسان کو دریا کی طرح سخی، سورج کی طرح شفیق اور زمین کی طرح نرم ہونا چاہیے۔ (حضرت خواجہ معین الدین چشتی)

☆ اگر دولت مندوں میں انصاف اور مفلسوں میں قناعت ہوتی تو دنیا سے گدائی کی رسم اٹھ چکی ہوتی۔ (بیل سمرٹ)

☆ جو دوسروں کے غم سے بے غم ہو وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں۔ (شیخ سعدی)

☆ دشمنوں سے زیادہ ہمارے وہ دوست خطرناک ہیں جو منافقانہ انداز میں ہمارے جذبات سے کھیلتے ہیں۔

(مولانا جلال الدین رومی)

☆ اچھے لوگوں کی مثال اس موم بتی کی مانند ہے، جو خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو روشنی مہیا کرتے ہیں۔ (انٹلاطون)

# حیاتِ نبوی ﷺ

جناب خورشید احمد

ارض جنت سے مجھے اذن سفر اس نے دیا  
 کار دنیا کے سمجھنے کا ہنر اس نے دیا  
 آئینہ اس نے دیا ذوق نظر اس نے دیا  
 دل کو ہر لمحہ تڑپنے کا ہنر اس نے دیا  
 مجھ کو ہم رتبہ اربابِ قلم اس نے کیا  
 مجھ کو لفظوں کے برتنے کا ہنر اس نے دیا  
 جب بھی بھٹکا ہے اندھیروں میں کوئی راہ نورو  
 مطلع شام سے پیغامِ سحر اس نے دیا  
 مجھ کو تقویٰ ہوا وسعتِ افلاک کا عشق  
 زندگی بھر کے تجسس کا ثمر اس نے دیا  
 ذرے ذرے کو کیا اس نے تجلی سماں  
 صدف بحر کو خورشیدِ گہر اس نے کیا

# سید مصطفیٰ

جناب خورشید احمر

جاری ہے جب سے ورد محمد ﷺ کے نام کا  
منظر بدل گیا ہے مری صبح و شام کا  
ہوں راہ مستقیم مدینہ پہ گامزن  
صیاد کا ہے خوف نہ اندیشہ دام کا  
شاہان ذوالجلال بھی کرتے ہیں مجھ پہ رشک  
جو ہوں فقیر قریب خیر الانام کا  
پیش حضور ﷺ جب نہ ہوئی تاب سگلو  
انکوں میں ڈھل گیا مرا ہدیہ کلام کا  
چھلکے گا جس میں جام حیات کا آئینہ  
آئے گا وہ بھی دور نبی ﷺ کے نظام کا  
خورشید بزم نعت میں ہوں اس لیے شریک  
اک موقع آگیا کیا ہے درود و سلام کا



☆ آج تو نے مجھے ساری دنیاوی نعمتیں عطا کی ہیں۔ لیکن ممکن ہے کل تو یہ سب واپس لے لے۔

☆ آج تو نے مجھے بھرپور جسمانی قوت و صحت عطا کی ہے۔ ممکن ہے کل میرا جسم لاغر اور بیماریوں سے لبریز ہو جائے۔

☆ آج تو نے مجھے بہترین تعلقات عطا کئے۔ ممکن ہے کل میرے عزیز واقارب مجھے چھوڑ جائیں۔

☆ آج تو نے مجھے مال و دولت سے مالا مال کیا ہے ممکن ہے کل میں بالکل قلاش اور غیر محفوظ ہو جاؤں اور مصائب میں گر جاؤں اور لوگ میری تدلیل کریں۔

### اس لئے میں تجھ سے دعا گو ہوں کہ!

☆ اپنے سکھ اور خوشحالی کے نشے میں کسی کو نظر انداز نہ کروں اور اپنے عزیزوں کی محبت کو اپنا حق نہ سمجھنے لگوں۔

☆ موزوں حالات کے بل بوتے پر میں اپنی ذات کو ناقابل شکست نہ سمجھنے لگوں اور غلط فہمی کا شکار نہ ہو جاؤں کہ مجھے کچھ بھی نہ ہوگا۔

☆ جب سب کچھ موافقت میں ہو رہا ہو تو اسے میں اپنی اہلیت اور عقلمندی کا نتیجہ نہ سمجھنے لگوں اور یہ نہ سمجھنے لگوں کہ مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

☆ اور اگر حالات ناسازگار ہوں اور سب تدبیریں الٹی پڑنے لگیں اور سب کچھ تھین جائے تو اسے تیری نامہربانی سمجھنے کی غلطی ہرگز نہ کروں۔

### کیونکہ اے اللہ

☆ سب کچھ دینے میں بھی تیری حکمت اور واپس لینے میں بھی تیری حکمت پوشیدہ ہے۔ دونوں کے پس منظر میں تیرا کرم ہی کار فرما ہے۔

☆ راستہ پھولوں سے سجا ہو یا کاتھوں سے بھرا ہو۔ میں اس پر چل کر تیری فرما برداری کا حق ادا کروں۔

☆ اور تیرے ساتھ دوسری دنیا کے دروازے پر (قبر میں) پہنچوں اور تیری رضا حاصل کرنے میں کامیاب رہوں۔ (آمین شہدہ آمین)



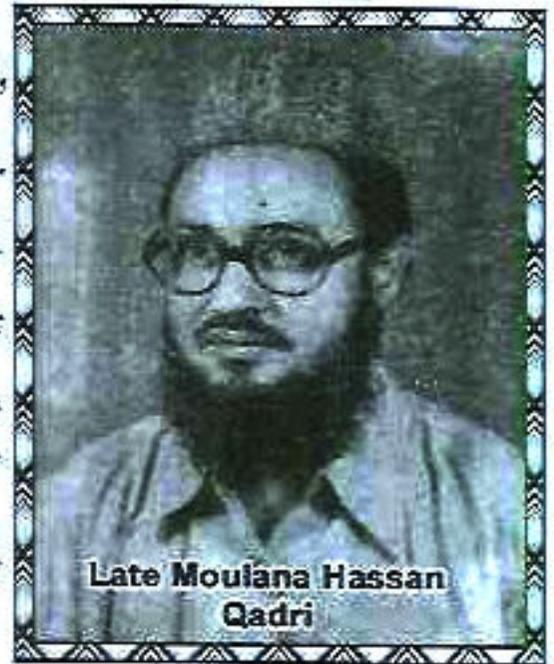
حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں

## معافی اور درگزر

جو تم سے توڑے، تم اس سے جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کرو (الحديث)

مولانا حسن قادری (مرحوم)، ممتاز عالم دین اور سابق معلم جامعہ تعلیم علی (ملیر)

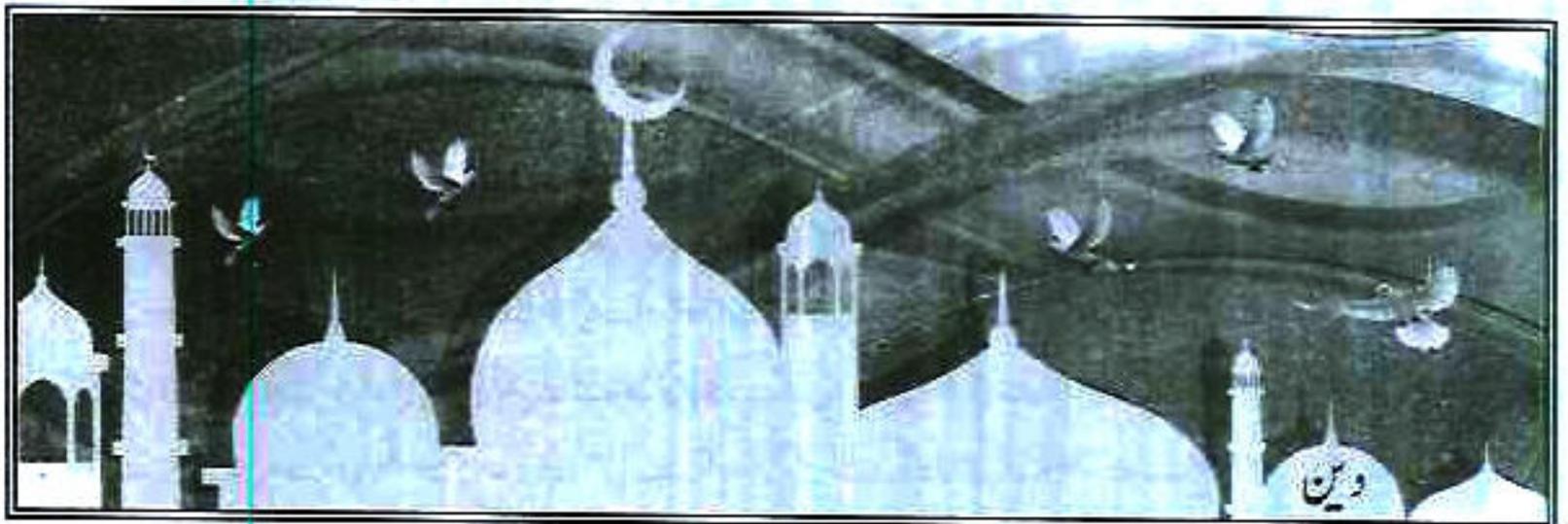
امیر المؤمنین، خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق کی خدمات اور مقام و مرتبے سے کون واقف نہیں۔ انہی کا واقعہ ہے کہ ایک بار ان کے ایک قریبی عزیز منافقین کی سازش کا شکار ہو گئے۔ یہ لوگوں کے نادانستگی میں ان سے ایک ایسی بڑی غلطی سرزد ہوئی کہ مسلمانوں کے دلوں میں ان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہو گئی۔ واقعہ اٹک کا ذکر ہے چونکہ اس واقعہ سے براہ راست متاثر ہونے والوں میں سیدنا ابوبکر صدیق بھی شامل تھے اور وہ اپنے ان عزیز کی کفالت بھی کرتے تھے اس لیے آپ کا رنج فطری تھا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق نے یہ قسم کھائی کہ اب میں ان کی کفالت نہیں کروں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق کے قسم کھانے کے بعد قرآن حکیم میں اللہ عزوجل کی جانب سے یہ حکم نازل ہوا:



Late Mouiana Hassan Qadri

”تم میں سے جو لوگ صاحب فضل و قدرت ہیں، وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ اپنے رشتے داروں، مساکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ کی بددعائیاں کریں گے، انہیں تو معاف کر دینا ہے اور درگزر سے کام لینا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے، اور اللہ تو غفور و کریم ہے۔“ (سورۃ نور آیت 22)

رحم و کرم ہمارے نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خاص صفت تھی اور اس کے اظہار کے مواقع متعین نہیں تھے۔ رحم و کرم کا معاملہ اور غفور



و درگزر کا سلسلہ دربار نبوی ﷺ میں عام تھا، لیکن صلہ رحمی، دشمنوں سے حسن سلوک، مایوں پر نوازشیں اور غیروں کو اپنا لینے والا احسان، جو دو کرم کے مظاہر تو کسی اور مقام پر نظر آ ہی نہیں سکتے۔ نبی کریم ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ صلہ رحمی پر بہت زور دیا ہے اور متعدد مقامات پر اس کی تاکید فرمائی ہے۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ آج صلہ رحمی کی یہ صفت ہمارے درمیان سے کچھ اس طرح سے رخصت ہو رہی ہے کہ اس کے دوبارہ واپس آجانے کا نشان تک نظر نہیں آتا۔ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”رحم انسانی، عرش الہی کو پکڑ کر کہتا ہے کہ جو مجھے ملائے، اسے اللہ ملائے اور جو مجھے کانٹے، اسے اللہ کانٹے۔“ (مسلم)

حضرت جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا، ”جو شخص صلہ رحمی نہ کرے یعنی قرابت داروں کا حق ادا نہ کرے، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔“ (بخاری شریف)

یہ تاکید، یہ مبالغہ پھر اس کے ساتھ ساتھ اس قدر سخت و عبید کس لیے ہے؟ کیا ہم اپنے آس پاس، دائیں بائیں اور اڑوس پڑوس میں نہیں دیکھتے؟ آج صورتحال یہ ہے کہ بھائی بھائی سے لڑ رہا ہے، خاندان کے اگر چار کونے ہیں تو چاروں باہم دست و گریباں ہیں۔ نہ ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت رکھی جا رہی ہے نہ اپنے اوپر عائد ہونے والے فرائض کا خیال ہے۔ اور تمام تر جھگڑے کی بنیاد ان مادی چیزوں پر ہے جن کا وجود خود فانی ہے اور اس قدر عارضی ہے کہ خود انسان کی ذات کے مقابلے میں بھی بیچ ہے۔ اس بناء پر اگر ان معاملات کو سلجھا لیا جائے تو اس نطلہ آب و گل کی کتنی ہی رونقیں ایک بار پھر لوٹ کر واپس آ سکتی ہیں۔ کتنے ہی مسائل آسانی سے ختم ہو سکتے ہیں اور کتنے ہی مصائب کے سوتے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خشک ہو سکتے ہیں۔

تعلیمات نبوی ﷺ کے ایک اہم حصے کا صلہ رحمی پر مشتمل ہونے کا یہی سبب ہے۔ آج انسان اپنے رزق اور عمر دونوں کی جانب سے غیر یقینی اور مسلسل پریشانی کا شکار ہے۔ درحقیقت یہ دونوں چیزیں انسان کی پسندیدہ چیزیں ہیں۔ وہ اپنے رزق میں بھی وسعت کا خواہاں ہوتا ہے اور عمر طویل کا طلب گار بھی نظر آتا ہے، لیکن شاید اے معلوم نہیں کہ ان دونوں مسائل کا اصل حل کیا ہے؟ حالاں کہ اسے یہ معلوم ہونا چاہیے اور خصوصاً ایک صاحب ایمان سے یہ حقیقت قطعاً پوشیدہ نہیں ہونی چاہیے کہ انسان کی عمر اور اس کے رزق میں اضافے و برکت کا وظیفہ کیا ہے؟ کیوں کہ بادی برحق، رسول پاک ﷺ نے ایک زمانہ قبل اس حقیقت کی نقاب کشائی کر دی تھی اور یہ ارشاد فرمایا تھا:

”جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت اور عمر میں برکت ہو جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔“ (بخاری)

اب وہ کون نادان ہوگا جو یہ نہیں چاہے گا کہ اس کے رزق میں وسعت اور عمر میں برکت ہو، مگر اس کے حصول کے طریقہ کار کی طرف آنے والے کتنے ہیں؟ ہم سبھی اس باب میں اصلاح کے محتاج ہیں اور اس اعتبار سے ہماری جو کیفیت ہے، اس سے خود ہم سے زیادہ اور کون واقف ہوگا؟ اور سب سے افسوس ناک امر یہ ہے کہ اس باب میں بھی دیگر اخلاقی کمزوریوں کی طرح ہم میں کسی طرح کی کوئی تخصیص نہیں۔ صاحب مسجد و مصلی بھی اسی طرح کھجلی صفوں میں کھڑے ہیں جس طرح کہ ہم جیسے کم علم و بے عمل لوگ ہیں۔

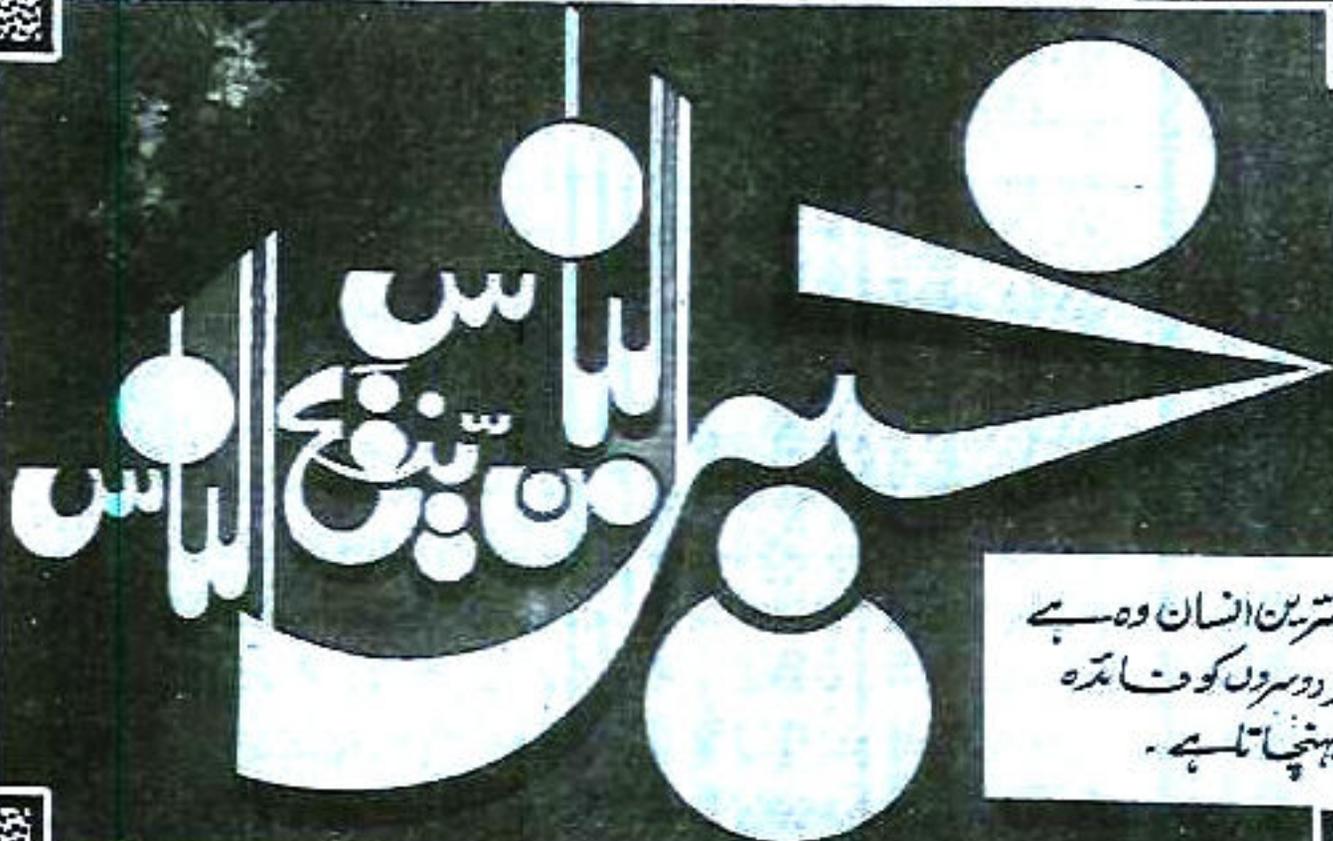
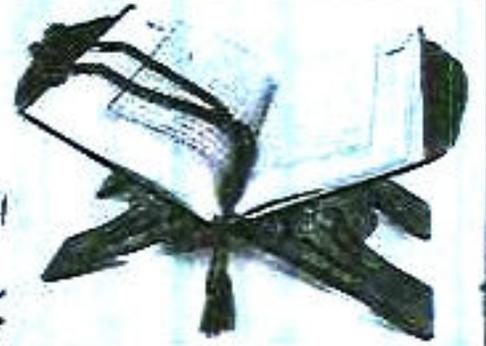
اس کی بنیادی وجہ صرف یہ ہے کہ اخلاقیات اور عنوانات کی طرح اسے بھی ہم نے عبادت کے مفہوم سے خارج کر رکھا ہے، حالاں کہ یہ دعویٰ بھی ہمارا ہی ہے کہ ہمارا دین، دین فطرت ہے اور ہر لحاظ سے کمال و جمال کا مرقع ہے۔ اسی حوالے سے ایک اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ ہمارے ذہنوں میں صلہ رحمی کا تصور بھی حد درجہ ناقص ہے۔ ہم صلہ رحمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ جو ہم سے ملے، ہم اس سے ملیں، جو ہمیں اپنے گھر بلا

دے، ہم بھی اسے اپنے گھر بلائیں، جو ہمیں تحائف دے، ہم بھی اسے جواب میں تحائف دے کر نوازیں۔ یہ بھی ہے تو صلہ رحمی ہی، مگر یہ اس کا صرف ایک حصہ ہے۔ اصل صلہ رحمی یہ ہے جسے رسول پاک ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا: ”جو تم سے توڑے، تم اس سے جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے، تم اسے معاف کر دو۔“

دینے والے کو تو جواباً کبھی دیا کرتے ہیں، ملنے والوں سے تو کبھی ملتے ہیں، مزرہ تو جب ہے کہ توڑنے والے سے ملا جائے، نہ دینے والوں کو دیا جائے۔ غریب اور مستحق رشتے داروں کی اعانت اور حسب توفیق ان کی مدد (داندسی۔ سپورٹ) بھی صلہ رحمی کا ایک حصہ ہے اور ہم سب مسلمانوں کا بنیادی اور اہم فریضہ ہے۔ اللہ کرے ہم اس فرض کو پورے خلوص اور دیانت داری کے ساتھ ادا کر سکیں۔ (آمین)

## ضروری ہدایات

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی ﷺ آپ کی دینی معلومات میں اضافے کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔



بہترین انسان وہ ہے  
جو دوسروں کو فائدہ  
پہنچاتا ہے۔



## ALL-INDIA MUSLIM LEAGUE FUND

No. 3561Dated 9th Nov- 1945

Received with thanks from \_\_\_\_\_

Dewan Neji Darsand Hiji Pirmohamed.the sum of Five Rupees - five only  
as a donation to the above fund.Per [Redacted]Mia Jannah

اوراق نم کثرت

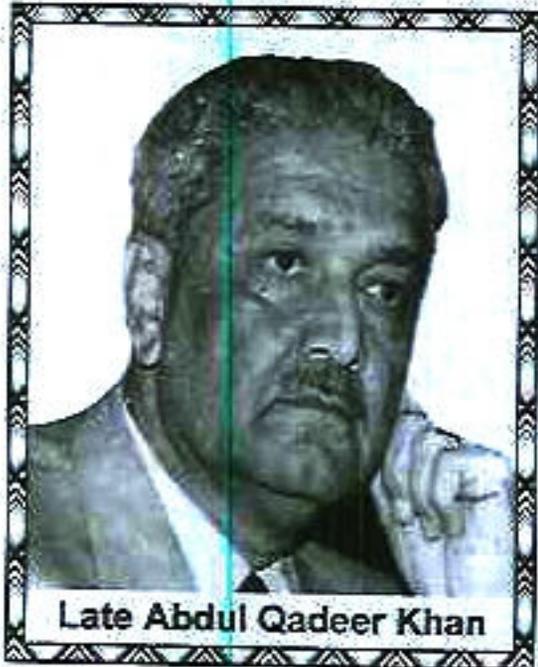
## کاٹھیاواڑ کی دھن نگر میں شہر یاٹھوا کی پاکستان سے محبت کی ایک جھلک

مورخہ 23 مارچ 1947ء کو یاٹھوا شہر کی پاکستان ڈے کمیٹی کی جانب سے یوم پاکستان منایا گیا تھا۔ اس موقع پر شہر یاٹھوا (ریاست سورٹھ) کے جھانپا (بڑا دروازہ) کے قریب چوک میں جناب محترم جان محمد عبدالرحمن کھڈیا والے نے قائد اعظم کی کارڈ بورڈ پر ہاتھ سے بنائی ہوئی شاندار تصویر عام نمائش کے لیے رکھی تھی۔ تصویر کے ہمرا گروپ فوٹو یاٹھوا کے مدرسہ اسلامیہ گراؤنڈ میں کھینچا گیا۔ علاوہ ازیں تصویر کے نیچے آل انڈیا مسلم لیگ پریس فنڈ کی رسید کا عکس دیا گیا ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح جب پریس فنڈ کی وصولی کے سلسلے میں یاٹھوا تشریف لائے تھے۔ اس موقع جناب حاجی داؤد حاجی محمد دیوان کی جانب سے قائد اعظم کی خدمت میں یہ رقم پیش کی گئی تھی۔

(تصویر بشکر یہ روزنامہ ڈان کراچی۔ اشاعت مورخہ 23 مارچ 1986ء بروز اتوار)

## سکون قلب و خوشی

ممتاز ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان مرحوم تمنغہ امتیاز کی ایک اہم تحریر



Late Abdul Qadeer Khan

آج کے سخت مصروف اور بھاگ دوڑ میں گھرے ہوئے زمانہ میں یا تو انسان اسی تک دو میں لگا رہتا ہے کہ کھانے پینے اور بچوں کی تعلیم و کپڑوں وغیرہ کی رقم کہاں سے آئے گی جبکہ دوسری جانب کھاتے پیتے مالدار لوگ اسی کشمکش میں مبتلا ہیں کہ کسی بھی طریقے سے اپنی دولت میں اضافہ کریں۔ نتیجہ یہ ہے کہ غریب اور امیر دونوں ہی سکون قلب اور خوشی سے محروم ہیں۔ بازار میں کتب بہت کم قیمت میں آپ کو مل جائیں گی جنہیں پڑھ کر آپ خوش و مطمئن زندگی گزارنے کے گریسکھ سکتے ہیں۔ مگر یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے میں مدد دینے کے لئے ہارورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر بین شہر ایک درس دیتے ہیں جو بے حد ہر دلچیز ہے اس کا نام مثبت نفسیات (POSITIVE PSYCOLOGY) ہے۔ اس کورس کا مقصد لوگوں کو وہ باتیں بتانا ہیں جن پر عمل کر کے وہ خوش و پرسکون رہ سکتے ہیں۔ اس کورس میں ہر

تسمستر میں تقریباً 1400 اسٹوڈنٹس حصہ لیتے ہیں اور تقریباً 20 فیصد ہارورڈ گریجویٹس اس کو اختیاری مضمون کے طور پر پڑھتے ہیں۔ پروفیسر بین شہر کے مطابق ان کے لیکچر کی خاص توجہ یا فوکس، خوشی، خودداری، جستجو اور جدوجہد پر ہے جس کی مدد سے انسان زندگی میں خوش و سکون زندگی گزار سکتا ہے وہ یہ ہیں۔

ملا ہر نعمت جو آپ کے پاس ہے اس کے لئے اللہ کا شکر ادا کریں۔ دس چیزیں جو آپ کو بہت خوشی دیتی ہیں وہ نوٹ کر لیں اور اچھی چیزوں پر دھیان دیں۔

ہر جسمانی ورزش کریں کیونکہ ماہرین کہتے ہیں کہ ورزش سے آپ کا موڈ اچھا ہو جاتا ہے اور 30 منٹ کی ورزش غم، گھبراہٹ اور پریشانی دور کرنے کے لئے اکسیر ہے۔

بعض لوگ وقت کی کمی یا وزن بڑھ جانے کے ڈر سے ناشتہ نہیں کرتے۔ ریسرچ نے ثابت کیا ہے کہ ناشتہ آپ کو توانائی دیتا ہے اور آپ کا دماغ اور بدن بہتر طور پر کام کرتے ہیں۔

### دل کو توانا رکھیے



☆ ہمیشہ پر اعتمادی اور وثوق کے ساتھ بات کریں اس سے پر اعتمادی آتی ہے اور اچھا تاثر پڑتا ہے۔ اگر خاموشی اختیار کرو گے اور علیحدگی اختیار کرو گے تو غم زدہ اور ناکارہ ہونے کا احساس پیدا ہوگا۔

☆ اپنی رقم تجربوں پر صرف کرو، 75 فیصد لوگ کہتے ہیں کہ جب لوگ رقم گھونسنے پھرنے اور سیاحتی پر خرچ کرتے ہیں تو بہت خوش ہوتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب وہ پسندیدہ اشیاء خریدتے ہیں تو خوشی و سکون محسوس کرتے ہیں۔

☆ جو بھی مسئلہ، پر اہم ہو اس کو فوراً حل کرنے کی کوشش کرو، ملتوی کرنے سے دل پر بوجھ اور ٹینشن بڑھتی ہے، اپنے ہفتے کے کاموں کی چھوٹی فہرست بنالو اور ان کو مکمل کرو۔

☆ ہر جگہ اچھی یادداشتیں، اپنے اچھے، عقلمند دوستوں کے مقولے، مزاحیہ باتیں، لطیفے لکھ لیں، چسپاں کر دیں، فریج کو اچھے کھانوں، پھلوں سے بھر دیں، اپنی میز، کمپیوٹر وغیرہ خوشگوار یادوں سے بھر دیں۔

☆ لوگوں کو ہمیشہ مسکرا کر سلام کریں اور خوش مزاجی کا مظاہرہ کریں۔

☆ 100 سے زیادہ لوگوں نے بتایا کہ صرف مسکرانے سے مزاج خوشگوار ہو جاتا ہے۔

☆ ہمیشہ آرام وہ جوتے پہنیں، اگر جوتا تنگ ہو یا کاٹھا ہو تو انسان کا موڈ خراب ہو جاتا ہے۔

☆ اپنے بدن کو ٹھیک شکل میں رکھو، ہمیشہ سیدھے چلو اور کندھوں کو ہلکا سا پیچھے رکھو۔ اس طرح سینہ باہر نکل آتا ہے۔

☆ آپ کی غذا، کھانا آپ کے مزاج پر اثر انداز ہوتا ہے، کھانا وقت پر کھاؤ اور ناقص نہ کرو، ہر تین چار گھنٹوں کے بعد تھوڑا بہت کھانا بہت مفید ہے اور اس سے گلوکوز کی مقدار صحیح رہتی ہے۔ سفید آٹے اور چینی سے گریز کرو، احتیاط کرو۔ صحت مند غذا، پھل کھاؤ اور کھانے کی قسم میں تبدیلی کرتے رہو۔

☆ اپنا خیال رکھو اور کوشش کرو کہ خوبصورت اور پُرکشش نظر آؤ، مگر فیصد لوگ کہتے ہیں کہ وہ خود کو بہت اچھا محسوس کرتے ہیں جب ان کو یہ احساس ہو کہ وہ اچھے نظر آ رہے ہیں۔

☆ سب سے اہم یہ ہے کہ صدق دل سے اللہ پر بھروسہ کرو، وہ ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ ”خوشی بالکل ریسمونٹ کنٹرول کی طرح ہے جب ہم اس کو کھودیتے ہیں تو پانگلوں کی طرح ڈھونڈھتے ہیں اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کے اوپر صوفہ کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں۔“

☆ میں آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مثبت سوچ انسان کو گھبراہٹ، پریشانی سے محفوظ رکھتی ہے۔ مولانا رومیؒ نے اپنی مثنوی میں لاتعداد نصیحتیں بیان کی ہیں جن کی مدد سے انسان شکر گزار اور خوش رہتا ہے۔ دیکھئے مسلمان ہونے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہم ایک

واحد اللہ سے براہ راست رابطہ رکھتے ہیں۔ اگر ہم مصیبت اور پریشانی میں ہوتے ہیں تو ہم فوراً اللہ رب العزت سے عاجزی سے دعا مانگتے ہیں یہ دعا دیر یا بدیر اللہ پاک قبول فرما دیتا ہے اور ہماری مشکلات، پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں، دعا مانگ کر ہمارے دل کو سکون مل جاتا ہے کہ اب ہم محفوظ

(بشکر یہ روزنامہ جنگ کراچی۔ مطبوعہ 5 مارچ 2018ء)

ہاتھوں میں ہیں اور ہماری دعا سن لی جائے گی۔



میمن اور بانٹوا میمن برادری کے ممتاز بزنس مین،  
بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کی ممتاز سماجی اور مخیر شخصیت

سیٹھ حاجی ہارون طیب بلوانی

## کی غم انگیز رحلت

میمن برادری اور بانٹوا میمن جماعت کے ممتاز بزنس مین اور ممتاز سماجی اور مخیر شخصیت سیٹھ حاجی ہارون طیب بلوانی مختصر علالت کے بعد بے رضائے الٰہی سے بروز بدھ 19 اکتوبر 2022ء کو 85 سال کی عمر پا کر دارالفانی سے کوچ کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

تجہیز و تکفین علاوہ قرآن خوانی برائے ایصال ثواب بروز جمعہ 21 اکتوبر 2022ء برائے مرد حضرات بمقام مسجد بیت السلام فیز 4 ڈی ایچ اے کراچی میں بعد نماز مغرب تا عشاء میں رکھی گئی تھی۔ خواتین کے لئے مرحوم کی رہائش گاہ پانچ گزری لین ڈی ایچ اے فیز 4 میں بعد نماز مغرب تا عشاء انتظام کیا گیا تھا۔

تجہیز و تکفین علاوہ ایصال ثواب قرآن خوانی میں بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی، بانٹوا میمن خدمت کمیٹی، بانٹوا انجمن حمایت اسلام، بانٹوا میمن

راحت کمیٹی، آل پاکستان میمن فیڈریشن، کراچی ٹیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری، میمن پروفیشنل فورم، میمن انٹرنیشنل آرگنائزیشن، ورلڈ میمن آرگنائزیشن علاوہ دیگر سماجی اور فلاحی اداروں کے معزز عہدوں اور مجلس عاملہ کے اراکین، تاجروں اور صنعت کاروں، سماجی کارکنان، دوست احباب اور عزیز واقارب کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

## قرارداد تعزیت۔ بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے ممتاز بزنس مین، معروف سماجی اور مخیر شخصیت سیٹھ حاجی ہارون طیب بلوانی کی غم انگیز رحلت

پر بانٹوا میمن جماعت کے تمام عہدیداران

☆ جناب محمد حنیف حاجی قاسم چھیارا، صدر

☆ جناب محمد یونس حاجی عبدالستار بکسر، سینئر نائب صدر دوم

☆ جناب سکندر محمد صدیق اگر، جونیئر نائب صدر دوم

☆ جناب محمد نجیب عبدالعزیز بالا گام والا، سینئر نائب صدر اول

☆ جناب محمد اعجاز رحمت اللہ بکرم چاری، جونیئر نائب صدر اول

☆ جناب نور حاجی قاسم کاپڑیا، اعزازی جنرل سیکریٹری

☆ جناب فیصل محمد یعقوب دیوان، جوائنٹ سیکریٹری اول  
☆ جناب محمد شہزاد ایم ہارون کوٹھاری، جوائنٹ سیکریٹری دوم  
علاوہ مجلس عاملہ کے تمام اراکین اور سب کمیٹیوں کے کنوینر صاحبان نے مرحوم سیدہ حاجی ہارون طیب بلوانی کے تمام اہل خانہ اور

پوری فیملی ممبران

☆ محترمہ بیگم مجیدہ ہارون بلوانی  
☆ بیگم و جناب شہزاد ہارون بلوانی  
☆ جناب اسد شبیر بلوانی  
☆ بیگم و جناب رزاق دیوان  
☆ بیگم و جناب ثاقب ہارون بلوانی  
☆ بیگم و جناب منیر لدھا  
☆ جناب احسن شہزاد بلوانی  
☆ بیگم و جناب زکریا حاجی ستار بلوانی  
☆ بیگم و جناب شبیر ہارون بلوانی  
☆ جناب سعد ثاقب بلوانی  
☆ بیگم و جناب پیر محمد دیوان  
☆ بیگم و جناب حنیف بلوانی

باتوا میمن جماعت کے عہدیداران اور دیگر اراکین نے فیملی ممبران سے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ مرحوم کی مغفرت کر کے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اہل خانہ اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے (آمین)۔

## باتوا میمن جماعت کراچی

### زکوٰۃ اور مالی عطیات کے سلسلے میں اپیل

الحمد للہ باتوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کی مجموعی کارکردگی آپ کے بہترین تعاون اور کارکنوں کی انتھک کوششوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اگر ہم اپنی جماعت کی کارکردگی کا مختصر سا جائزہ لیں تو ہمیں یہ جان کر خوشی ہوگی کہ پچھلے سالوں میں جماعت نے آپ کے تعاون کی وجہ سے خصوصاً مالی امداد میں کافی اضافہ کیا ہے۔ آپ کی جانب سے دی جانے والی زکوٰۃ اور مالی معاونت کی رقوم برادری کے غریب ضرورت مند بھائیوں اور بہنوں کی شادی مدد، آباد کاری، مالی امداد اور تعلیمی امداد کے سلسلے میں باتوا میمن جماعت کو بھجوانے کی گزارش کرتے ہیں۔ آئیے ہم سب مل کر جماعت کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں اور اس ضمن میں ہم آپ سے بھرپور اپیل کرتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں اور امداد کو جاری و ساری رکھنے کے لئے بڑھ چڑھ کر امدادیں۔ شکریہ  
آپ کے تعاون کا طلب گار

### انور حاجی قاسم محمد کا پڑیا

اعزازی جنرل سیکریٹری باتوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

پتہ: ملحقہ باتوا میمن جماعت خانہ، حور بائی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ نزد راجہ مینشن کراچی

Website : www.bmj.net

E-mail: bantvamemonjamat01@gmail.com

فون نمبر: 32728397 - 32768214

# جونا گڑھ کی کہانی - تاریخ کی زبانی

سینئر قلمکار کھتری عصمت علی پٹیل کے قلم سے

ہندوستان کے جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کی مشہور و معروف ریاست جونا گڑھ تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ سنبھرے حروف کے ساتھ جگمگاتی رہے گی۔ اس کو یہ اعزاز اس لئے حاصل ہوا کہ قیام پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی اس ریاست نے سب سے پہلے پاکستان کے ساتھ الحاق کی دستاویزات پر اپنے دست مبارک سے دستخط کئے۔ یہ ریاست جونا گونا گڑھ آخر ہے کیا؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟ اس کا پاکستان کے حوالے سے کیا کردار رہا؟ اس کے اہم شہر کون سے تھے؟ آئیے ان سب سوالوں کے جواب تلاش کریں۔

**جغرافیہ:** جزیرہ نما کاٹھیاواڑ برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع ہے۔ اسی جزیرے کی ایک اہم ریاست کا نام جونا گڑھ ہے۔ ریاست جونا گڑھ صدیوں سے کاٹھیاواڑ کی تاریخ کا اہم ترین مرکز رہی ہے۔ یہ بہت ترقی یافتہ اور خوشحال ریاست تھی جہاں مسلم حکمرانوں کی سرپرستی میں ریاست کی ہندو مسلم رعایا امن و سکون اور اتحاد سے رہتی تھی۔ اس ریاست میں چھوٹی بڑی سولہ بندرگاہ ہیں واقع تھیں جن میں دیراول کی بندرگاہ بہت اہم تھی۔ ریاست کے مغرب اور جنوب میں بحر ہند واقع ہے۔ اس ریاست میں تقریباً 850 شہر اور دیہات تھے ان میں رنبے والو کی اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی۔ ریاست میں ریلوے لائن بھی تھی اور پکی سڑکیں بھی۔ غرض آمد و رفت اور ٹرانسپورٹ کی ہر ممکن سہولت موجود تھی۔ جونا گڑھ ریاست بڑی ہری بھری اور سرسبز و شاداب ریاست تھی۔ اس میں جگہ جگہ لہلہاتے کھیت بھی تھے اور گنگنائی ندیاں بھی۔ گھنے جنگل بھی تھے اور بلند و بالا پہاڑ بھی، اس کے ساتھ اس کا حسین ساحل، ان سب نے مل کر جونا گڑھ اسٹیٹ کو ایک ارضی جنت بنا دیا تھا۔

**تاریخ:** جونا گڑھ کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ پرانی تاریخی کتب میں اس کے مختلف نام لکھے گئے ہیں۔ کسی زمانے میں یہ منی پور کے نام سے جانا



نواب محمد جہانگیر خانجی (موجودہ نواب)



نواب محمد دلاور خانجی (مرحوم)



نواب سر مہابت خانجی (مرحوم)



جاتا تھا۔ اس کے بعد اسے چند رکی تو پور پورٹ، پور اتن پور، گیر نگر اور گیری دورگ کے نام دیئے گئے۔ مذکورہ نام اسے عہد مور یہ میں دیئے گئے۔ کچھ عرصے تک اس کی حکومت بھی رہی جنہوں نے اسے ”یون گڑھ“ کہہ کر پکارا۔ راجپوتوں نے اسے پہلے ”جرن دورگ“ کہا اور یہی لفظ بگڑتے بگڑتے جونا گڑھ ہو گیا۔ اس جونا گڑھ میں سومنا تھ کا تاریخی مندر بھی تھا جسے فتح کرنے کے لئے محمود غزنوی برصغیر آیا تھا۔ اس مندر کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ اسے بہت سے حکمرانوں نے از سر نو تعمیر کروایا اور متعدد فاتحین نے اسے فتح کیا۔ راجپوتوں اور گجپتوں کے بعد اس جگہ ”دیسھوں“ کی حکومت قائم ہوئی۔

پھر مختلف حکمرانوں نے اس پر حکومت کی اور 1025ء میں محمود غزنوی نے یہاں چڑھائی کی۔ 1349ء میں محمد تغلق نے یہاں حملہ کیا۔ پندرہویں صدی میں سلطان محمد بیگوانے جونا گڑھ پر چڑھائی کر دی اور اس طرح اس جگہ مسلم عہد حکومت شروع ہوا۔ تقریباً 125 سال گزارنے کے بعد مغل بادشاہ اکبر نے اس ریاست کی طرف توجہ دی اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح 1593ء میں یہاں مغلوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ 1748ء میں جونا گڑھ میں بہادر خان نے بابا خاندان کی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ بہادر خان کا اصل نام شیر خان تھا اور وہ مغلوں کی طرف سے کئی مقامات پر فوجدار مقرر ہو چکے تھے۔ جونا گڑھ میں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوا تو یہاں کے رہنے والوں نے شیر خان کو مدد کے لئے پکارا جو فوراً آن پہنچے اور یہاں درخان کے نام سے یہاں بابا خاندان کی حکومت قائم کر دی۔

انھارویں صدی میں بانٹوا شہر کوئی شہر نہ تھا۔ چند چھوٹے پڑیوں پر مشتمل ایک غیر ترقی یافتہ اور پسماندہ علاقہ تھا۔ 1733ء میں بہادر خان کے دو بھائی دلاور خان اور زور آور خان وہاں جا کر آباد ہو گئے۔ زور آور خان نے بانٹوالے لیا اور دلاور خان نے مانا دور لے لیا۔ اس طرح بابا خاندان کی حکومت جونا گڑھ پر 1748ء میں قائم ہوئی اور 9 دسمبر 1947ء کو اس دن ختم ہوئی جب اس خاندان کے آخری والی جناب مہابت خانجی نے ریاست کے معصوم اور بے قصور شہریوں کو خون خرابہ سے بچانے کے لئے ریاست جونا گڑھ کو بھارت کے حوالے کرنے کا حکم دے دیا۔

**کچھ آخری حکمران کے بارے میں:** جونا گڑھ اسٹیٹ کے آخری والی جناب مہابت خانجی 20 اگست 1900ء میں پیدا ہوئے۔ جب ان کی عمر صرف گیارہ سال تھی ان کے والد وقات پاگئے اور ریاست کی باگ ڈور تنھے خانجی کے ناتواں کاندھوں پر آن پڑی۔ حکومت برطانیہ نے ریاستی امور کے لئے ایک انگریز ایڈمنسٹریٹریج دیا۔ 1912ء میں نواب مہابت خانجی انگریزوں کے مگر جنگ عظیم اول کے خطرات دیکھ کر ایک سال بعد ہی واپس چلے آئے۔ انہوں نے ملک میں ہی تعلیم حاصل کی اور شعور کی عمر پہنچتے ہی ریاست جونا گڑھ کی باگ ڈور ان کے سپرد کر دی گئی۔ اس زمانے میں ریاست جونا گڑھ نے بہت ترقی کی اور بڑی خوشحالی حاصل کی۔ نواب صاحب نے ریاست کے عوام کی فلاح و بہبود، بہتری اور بھلائی کے لئے بڑے کام کئے۔ ان میں سے کچھ کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ ضمناً اتنا بتا دیں کہ اس زمانے میں پوری ریاست کی ساری آبادی خالص گھی استعمال کرتی تھی۔ ڈالدا یا نلکی گھی پر سختی سے پابندی عائد تھی۔ نواب صاحب نے جزی بونیوں پر ریسرچ اور تحقیق کے لئے ایک بڑی لیبارٹری بھی بنوائی تھی۔ گیر کے جنگلات شکار کے لیے بہت موزوں تھے۔ ان میں شکار بھی خوب ملتا تھا۔ نواب صاحب کی دعوت پر وائسرائے ہند سے لے کر دوسرے انگریز عہدے دار اور ریاستوں کے حاکم ان جنگلات میں شکار کھیلنے آتے تھے۔ نواب صاحب بڑے وسیع القلب انسان تھے۔ ان کے دور حکومت میں ہندو مسلم ایکتا اور اتحاد کے ساتھ رہتے تھے۔ نواب صاحب نے بہت سے اہم عہدوں پر ہندوؤں کو فائز کر رکھا تھا۔ وہ سب ریاست کے سچے خدمت گزار اور وفادار تھے۔

**تجارت اور سوداگری:** میمن ہمیشہ سے ہر دور میں تجارتی حوالے سے بڑی سوجھ بوجھ کے مالک رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے تجارتی شعور کا لوہا منوایا ہے۔ میمن تجارتوں اور سوداگروں کی شہریت بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں تک ہر طرف پھیل چکی تھی۔ ان تجارتوں کی اکثریت کو جونا گڑھ کے گمری کہا جاتا تھا۔ اس میں بسنے والے سادہ لوح اور معصوم لوگ جو تاجرانہ سوجھ بوجھ اور سوداگری کے شعور سے آشنا تھے، ساری دنیا میں بے مثال تھے۔ اس چھوٹے سے شہر میں بسنے والے ان بڑے بڑے لوگوں نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے جنہوں نے انہیں تاریخ کے صفحات میں زندہ جاوید کر دیا۔ بانٹوا کے میمن بڑے رحم دل، فیاض اور نخی تھے۔ ایک ہندو مورخ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: ”بانٹوا میں تین ارب پتی اور 20 کروڑ پتی تھے جبکہ لکھ پتی تو گلی گلی تھے۔“

**کچھ بات بانٹوا کی:** مذکورہ بالا بات سو فیصد درست نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ دولت مند حضرات کی خاصی تعداد وہاں آباد تھی، مگر سبھی دولت مند نہیں تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے دولت مند پڑوسیوں نے کبھی بھی انہیں اپنے سے کم نہ سمجھا تھا اور ہر معاملے، ہر موقع پر انہیں اپنے ساتھ رکھ کر ان کو دل شکنی سے بچایا اور اس طرح یہ بات مشہور ہو گئی کہ بانٹوا کا ہر شخص لکھ پتی تھا۔ ہاں بانٹوا کا ہر شخص دل کا لکھ پتی تھا۔ وہ اپنی ضرورتوں کو روک کر دوسروں کی ضرورتیں پوری کرنا عبادت سمجھتے تھے۔ یہ ان کا اہم فرض تھا جس نے تاریخ کو کبھی ایک نیا موڑ دے دیا تھا اور بانٹوا ان بڑے دل والوں کی وجہ سے دھن گمری کی حیثیت سے مشہور ہوا مگر میرے خیال میں اسے دھن گمری کے ساتھ ساتھ دل گمری بھی کہنا چاہئے جہاں خوبصورت دلوں کے مالک اپنے سونے کے دلوں میں دوسروں کی محبت رکھتے تھے۔

بانٹوا شہر کے لوگ بہر حال بہت نخی، فیاض، مہربان، انسان دوست، نیک دل اور بے لوث خدمت گزار تھے۔ ان حضرات نے تجارت کے شعبے میں بڑی محنت اور جدوجہد کی اور ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تمام اہم تجارتی مراکز تک ان کی رسائی تھی۔ ان اہم تجارتی مراکز میں کرناٹک، ستارا، سانگلی، میرٹھ، ہوبلی، دھارا واڑ، کلکتہ، بیلگام، بھبھی، مدراس، آندھرا، بنگال، سندھ، پنجاب، اڑیسہ اور جنوبی ہندوستان کی تجارتی منڈیاں شامل ہیں۔ بانٹوا کے میمن تاجروں نے صرف ملک کی ہی تجارتی منڈیوں تک رسائی حاصل نہ کی تھی بلکہ بیرون ملک بھی وہ اپنی تجارتی برتری کا لوہا منوا چکے تھے۔ انہوں نے سیلون (موجودہ سری لنکا) ملایا، اندوچاٹنا تک جا کر تجارتی ادارے قائم کئے تھے۔

بانٹوا کا ایک بہت اہم اور معتبر نام تھا آدم جی بیر محمد کا۔ ان کے علاوہ حسین قاسم دادا اور حاجی بیر محمد۔ یہ وہ تین اہم تجارتی ادارے تھے جن کے ہاتھوں میں پورے مدراس کی آدھی تجارت تھی۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی کئی بڑی صنعتوں کی ایجنسیاں بھی مذکورہ بالا صنعتی اداروں کے ہاتھوں میں تھیں جن میں ہندوستان و کینڈیل، ویسٹرن انڈیا ماس کینی، نانا اسٹیل، اسٹینڈرڈ ویکیم، کالمیکس کے علاوہ کچھ غیر ملکی سگریٹ کمپنیوں کی ایجنسیاں بھی انہی کے پاس تھیں۔ برما اس زمانے میں ہندوستان میں شامل تھا۔ وہاں سے لاکھوں ٹن چاول برآمد ہوتا تھا۔ اس ایکسپورٹ کا تیسرا حصہ بانٹوا کے ایک تاجر کے ذریعے ہوتا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران برٹش حکومت نے جب انڈیا کے بڑے بڑے ایکسپورٹرز کی ایک فہرست تیار کرائی تو اس میں چھ بڑے ایکسپورٹرز کے نام تھے۔ جن میں سے تین کا تعلق اسی بانٹوا شہر سے تھا جس کی ہم اس وقت بات کر رہے ہیں۔

**اور اب کچھ حال کتیانہ کا:** کتیانہ کا شہر بھی جونا گڑھ کا ایک خوشحال اور پر امن شہر تھا۔ اس شہر کے میمن تاجر بھی بیسویں صدی کے آغاز میں تجارتی سفر کرتے ہوئے برما، سیلون اور افریقہ تک جا پہنچے تھے۔ اس شہر کے تاجروں نے ہندوستان کا بھی کوئی کونا نہ چھوڑا تھا۔ غرض اس تجارتی محنت اور جدوجہد نے اس شہر کو بڑی خوشحالی بخشی۔ یہاں آباد دولت مند میمنوں نے جب اپنی سخاوت اور فیاضی کا مظاہرہ کیا تو اس علاقے

سے غربت کا نام و نشان مٹ گیا۔ ان حضرات کی دلی لگن اور عملی جدوجہد نے اس شہر کو ایک نئی رونق بخش۔ میمن دولت مند حضرات نے یہاں اسکول بھی قائم کئے اور دو خانے بھی۔ مسافر خانے بھی بنوائے اور کتب و لائبریریاں بھی۔ انہوں نے بے شمار قلاتی اور رفاہی کام کر کے اس شہر کی پریشائیاں اور دکھ ایک جھٹکے میں ختم کر ڈالے۔

ہم نے مختصر آہاتوا اور کتیانہ کی بات کی ہے۔ ان دونوں شہروں کے علاوہ دھوراجی، جیت پور، پور بندر، اپلیجا، دتھلی وغیرہ جیسے شہروں نے بھی کم و بیش یہی کردار ادا کئے۔ ان میں آباد بے شمار میمن تاجروں نے اپنی وسعت قلبی اور دیادگی سے وہاں آباد مسلم اور ہندو دونوں قوموں کی فلاح و بہبود کے لئے بڑے بڑے کام کئے۔ انہوں نے ریاست جو ناگڑھ کی خوشحالی اور ترقی کے لئے جو کوششیں اور جدوجہد کی، وہ تاریخ کے باب کا امت نقش بن چکی ہے۔ میمن حضرات نے بلا امتیاز مذہب و ملت اور رنگ و نسل ان علاقوں اور اس ریاست میں رہنے والے تمام ہندو مسلمانوں کی بہتری، بھلائی اور بہبود کے لئے شب و روز کوششیں کیں۔

اوپر ہم نے ریاست جو ناگڑھ اور اس کے کچھ خوشحال شہروں کی تاریخ بیان کی اور ساتھ ہی ان شہروں کی ترقی اور خوشحالی میں مسلم میمن تاجروں اور صنعت کاروں کا کردار بیان کیا۔ یہ ذکر بہت مختصر ہے۔ اگر اس کو تفصیل سے لکھا جائے تو شاید کئی ضخیم کتابیں تیار ہو جائیں۔ مگر ہمارا مقصد پوری تاریخ کا احاطہ کرنا نہیں ہے اور نہ آج انسان کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ اپنی ضخیم کتب کا مطالعہ کرے۔ ہمارا مقصد تو لوگوں کو حقائق سے آگاہ کرنا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں اور دماغوں میں ماضی کی اس نیک دل قوم اور اس کی آبائی سر زمین کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات ضرور محفوظ رہے۔

**آزادی کی بات:** اوپر کی بحث سے ہمارے قارئین کرام اس حقیقت سے تو اچھی طرح واقف ہو چکے ہوں گے کہ جو ناگڑھ ریاست پر مسلم حکمرانی کی تاریخ کتنی پرانی ہے اور مسلمانوں نے کس طرح محنت کر کے نہ صرف اس پر اپنا اقتدار قائم رکھا بلکہ اس کے لوگوں کو بھی بچھلنے پھولنے اور پروان چڑھنے کے پورے پورے مواقع فراہم کئے۔ بعد میں برصغیر پر جب برطانوی حکومت کا تسلط ہوا تو بھی انگریزوں نے کچھ ریاستوں کی آزادانہ حیثیت کو برقرار رکھا۔ ان میں جو ناگڑھ اسٹیٹ بھی شامل تھی۔ انگریزوں کو ایک نہ ایک دن برصغیر سے جانا ہی تھا۔ لہذا ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کی آزادی کی زبردست تحریکوں کے بعد برطانوی حکومت نے اسے آزادی دینے کا فیصلہ کیا۔ 2 جون 1947ء کو وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان کر دیا۔ اس منصوبے کے مطابق برصغیر میں دو خود مختار حکومتیں ہندوستان اور پاکستان قائم ہونی تھیں۔ اسی منصوبے میں اس بات کا وعدہ کیا گیا تھا کہ دیسی ریاستوں نے ماضی میں جو اختیارات حکومت برطانیہ کو دیئے تھے، وہ واپس ریاستوں کو مل جائیں گے۔ اس کے بعد تمام ریاستوں کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ ہندوستان یا پاکستان کسی کے بھی ساتھ الحاق کر لیں یا کوئی اور بندوبست کر لیں۔ پاکستان نے تو اس منصوبے پر کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا مگر بھارت نے کہنا شروع کر دیا کہ آزادی کے بعد کوئی ریاست آزاد نہیں رہ سکتی اور اسے کسی ایک ملک کے ساتھ الحاق کرنا ہوگا۔ بھارت نے یہ بھی اعلان کیا کہ جو ریاستیں اس کے ساتھ الحاق کریں گی ان کے صرف تین شعبوں (1) امور خارجہ (2) مواصلات (3) کشم تک ہی یہ الحاق محدود رہے گا۔

قائد اعظم کا کہنا تھا کہ ہم کسی ریاست کو اس کی مرضی کے بغیر زبردستی اپنے ساتھ شامل نہیں کریں گے۔ دوسری طرف بھارت کی کوشش تھی کہ وہ تمام ریاستوں کو اپنے ساتھ ضم کر لے۔ اس نے اس ضمن میں ایک باقاعدہ مہم بھی شروع کر دی اور کہیں ہندو مذہب کے حوالے سے اور

کہیں ریاست کے ہندو حاکم کی آڑ لے کر اور کہیں ہندو رعایا کے بہانے زبردست پروپیگنڈہ مہم شروع کر دی تاکہ اس خطے پر اس کی حکومت کا خواب پورا ہو جائے۔

**جوننا گڑھ کا پاکستان سے الحاق :** بات چونکہ صاف سیدھی اور واضح تھی لہذا جوننا گڑھ لہذا جوننا گڑھ اسٹیٹ کے حاکم نواب مہابت خانجی نے قیام پاکستان کے ایک روز بعد یعنی 15 اگست 1947ء کو جوننا گڑھ کا پاکستان کے ساتھ الحاق کر دیا۔ اس تاریخی معاہدہ پر قائد اعظم اور نواب مہابت خانجی نے دستخط کئے۔ الحاق کے اس اعلان کے ساتھ ہی پوری ریاست میں چراغاں کیا گیا اور خصوصی دعائیں مانگی گئیں۔ چراغاں اور آرائش کے معاملے میں بھی کتیانہ اور دوسرے شہروں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کتیانہ میں آباد مسلم میمنوں نے بڑی خوشیاں منائیں۔ بانٹوا جو جوننا گڑھ میں شامل نہ تھا، اس نے بھی خوب جوش جشن منایا۔

بانٹوا کے حکمران شیر خانجی چاہتے تھے کہ وہ پاکستان کے الحاق کریں۔ لہذا 9 ستمبر 1947ء کو بانٹوا میمن جماعت کی جانب سے بانٹوا کے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت سیٹھ حسین قاسم دادا نے کی۔ اس جلسے میں اس بات کا انتہائی شدت سے مطالبہ کیا گیا کہ کاٹھیاواڑ کی دوسری مسلمان ریاستیں بھی پاکستان کے ساتھ الحاق کریں۔ جلسے کے شرکاء، حاضرین اور مقررین آجی پر جوش تھے اور پاکستان کے ساتھ شامل ہونے کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار تھے۔ مقررین کے نام تھے: جناب سلیمان ابراہیم بھورا، جناب حسین آدم دھامیا، مولوی صالح محمد، جناب عبدالستار محمد اور جناب سیٹھ حسین قاسم دادا۔ اس کے بعد اور بھی جلسے ہوئے اور آخر کار بانٹوا اور اس کے ملحقہ شہر سردار گڑھ کے حکمرانوں نے بھی پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔

اس ساری جدوجہد اور پر جوش مہم کے نتیجے میں متعصب کانگریس قیادت بھی سرگرم ہو گئی۔ گاندھی نے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا: ”جوننا گڑھ میں تو سونا تھکا مندر ہے۔ ہم یہ ریاست پاکستان کو کیسے دے سکتے ہیں؟ بمبئی میں گاندھی جی کے بھتیجے اور متعصب ہندو اخبار ”وندے ماترم“ کے ایڈیٹر شامڑاس گاندھی کی قیادت میں جوننا گڑھ کی عارضی حکومت قائم کر کے ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا گیا۔ اس کے بعد خاصی کشمکش ہوتی رہی۔ کانگریسی قیادت کا اصرار تھا کہ چونکہ جوننا گڑھ میں اکثریت ہندوؤں کی ہے اور اس کے اطراف بھی ہندو ریاستیں واقع ہیں اس لئے اسے پاکستان کے ساتھ شامل نہیں ہونا چاہئے۔ غرض ہندوؤں کی متعصبانہ اور جنونی مہم جاری رہی۔ اس مہم کے دوران ہندوؤں نے ان علاقوں کے مسلمانوں کے ساتھ اپنے روایتی اور دیرینہ تعلقات کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا۔ ان پر الزام تراشی، بدزبانی، طعنہ زنی کی انتہا کر دی مگر مسلمان صبر و تحمل کے ساتھ اپنی منزل اور مقصد کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔ ہندو اخبارات نے بھی اس مہم میں ہندوؤں کا ساتھ دیا اور ریاست کے مسلمانوں کا اقتصادی بائیکاٹ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ہندوؤں نے یہاں قریبی ہندو ریاستوں کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی۔ مسلمانوں نے ندان کا راستہ روکا اور نہ انہیں اور ان کی املاک کو کوئی نقصان پہنچایا بلکہ انہیں بحفاظت جانے دیا۔ ہندو حالات سے گھبرا کر گئے تھے مگر ان کی ہجرت کو ہندو اخبارات نے دوسرے رنگ میں پیش کیا اور کہا کہ ان پر ظلم و ستم کیا گیا اور ان کو ان کے آبائی گھربار چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ دراصل کانگریسی قیادت جوننا گڑھ پر فوجی یلغار کا جواز ڈھونڈ رہی تھی۔

**جوننا گڑھ پر قبضہ :** پھر وہ سیاہ دن بھی آ گیا جب بھارت نے اپنی افواج کی مدد سے جوننا گڑھ پر قبضہ کر لیا۔ جوننا گڑھ پر قبضہ سے پہلے وہاں کے حاکم نواب مہابت خانجی کراچی چلے آئے اور انہوں نے پاکستان سے اپنے وزیر سر شامڑاس بھٹو کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ احتجاج کے ساتھ جوننا

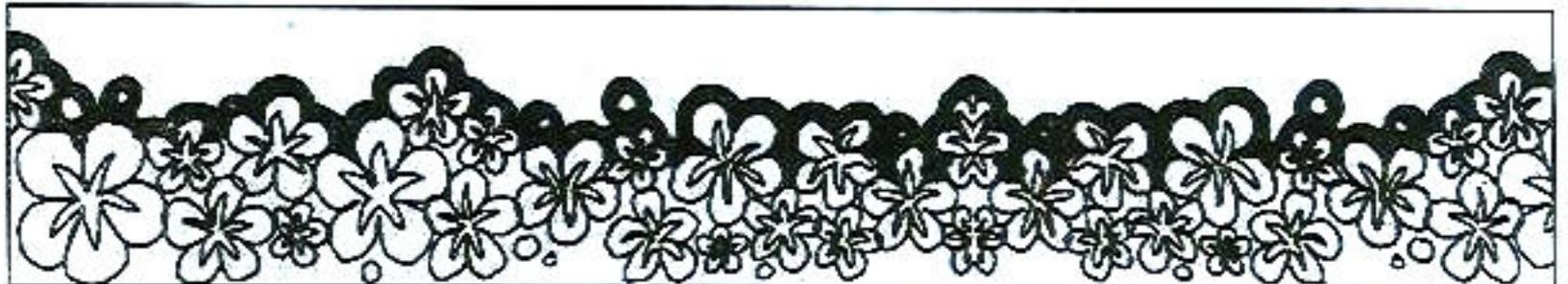
گڑھ کا کنٹرول بھارت کے حوالے کر دیں۔ بعد میں بھارت نے جو ناگڑھ کو اپنا صوبہ بنا لیا۔ اس سے پہلے بھارت نے بانٹوا اور سردار گڑھ پر بھی یہ کہہ کر قبضہ کر لیا تھا کہ یہ ریاستیں مانسی میں جو ناگڑھ میں شامل تھیں۔ اس لئے اب یہ بھی بھارت کا حصہ ہیں۔ اکتوبر 1947ء کے آخر میں بھارت نے ان ریاستوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ کتیانہ جو ناگڑھ کا سب سے اہم اور دولت مند شہر تھا۔ بھارت نے اس پر بھی قبضہ کیا اور پھر بانٹوا، سردار گڑھ اور کتیانہ پر ظلم و ستم کے وہ پہاڑ توڑے گئے جو تاریخ کے سینے میں آج بھی محفوظ ہیں۔ تاریخ کا سینہ ان مظالم سے چھلکتی ہے۔

جو ناگڑھ، کتیانہ، بانٹوا، سردار گڑھ اور دیگر مسلم ریاستوں اور شہروں پر بھارت کے شرمناک حملے اور غاصبانہ قبضہ کے بعد وہاں کے ہندوؤں اور کانگریسی قیادت نے زبردست جشن منائے۔ مسلمان انتہائی افسردہ اور ملول تھے اور اپنے گھروں میں محصور تھے۔ یہ سب تو ہو گیا مگر ساتھ ہی بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم نے ریاست کا کنٹرول عارضی طور پر سنبھالا ہے۔ اس مسئلہ پر ہم پاکستان کے ساتھ مذاکرات کریں گے اور مسئلہ کو جو ناگڑھ کے عوام کی خواہشات کے مطابق حل کریں گے۔ پاکستان کے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان نے کہا کہ بھارت جو ناگڑھ سے اپنی فوجیں ہٹا کر نواب صاحب کی حکومت بحال کرے مگر کچھ بھی نہ ہوا۔ الٹا گاندھی جی، سردار دلہ بھائی پٹیل، سردار پٹیل، شامز داس گاندھی اور دوسروں نے جو ناگڑھ کے مسلمانوں کو ڈرانے دھمکانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔

**پاکستان کا کردار:** اتنا بڑا المیہ ہو گیا اور حکومت پاکستان نے کچھ نہیں کیا! اس کی بہت سی وجوہات تھیں۔ ایک بات تو یہ تھی کہ حکومت پاکستان خود نو زائیدہ تھی اور ضروری و بنیادی وسائل سے محروم تھی۔ اس کی فوجوں کی تنظیم بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ پاکستان آنے والے مہاجرین کا بھی مسئلہ تھا۔ پاکستان کو جو بحریہ اور فضائیہ ملی تھیں، وہ برائے نام تھیں۔ جو ناگڑھ کی ریاست کی فوج اور پولیس کی تعداد بھی بہت کم تھی جبکہ بھارتی فوج اور پولیس تعداد میں زیادہ تھی اور تربیت یافتہ بھی تھی۔ کشمیر میں بھی جنگ جاری تھی۔ پاکستان کی حکومت کی پوری توجہ کشمیر پر تھی۔ پاکستان کے ساتھ اقتصادی، معاشی اور مالی مسائل بھی تھے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر جو ناگڑھ جو کبھی مسلم حکمرانوں کی ریاست تھی، ہندوؤں کے قبضے میں چلی گئی۔

**بانٹوا، کتیانہ، جو ناگڑھ اور دوسری ریاستوں اور شہروں کے مسلمانوں کی ہجرت:** جو ناگڑھ پر ہندوستان کے غاصبانہ قبضے کے بعد اس ریاست اور ملحقہ ریاستوں اور شہروں کے مسلمان مسمنوں کی نئی آزمائش شروع ہوئی۔ ان شہروں میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ ان کے پراسن مخلوں، ان کے آبائی مکانوں کو کھنڈر کر دیا گیا۔ ان کی قیمتی چیزیں لوٹ لی گئیں۔ ان کی جائیدادیں سہاڑ کر دی گئیں۔ ان کو تباہ ویراں کر کے پاکستان ہجرت پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ لٹی پٹی برادری انتہائی افسردگی سے پاکستان آئی اور اس نئی مملکت کی تعمیر و ترقی میں لگ گئی۔ یہ تھی جو ناگڑھ کی کہانی! یہ تھے اس کے مسائل جو آج تک حل نہیں ہوئے! کوئی تلاؤ کہ ہم تھلا لیں کیا!

(ماہنامہ میمن سماج کراچی۔ شمارہ نومبر 1994ء)



## حضرت لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

☆ اے بیٹے! جب کسی کے گھر جاؤ تو زبان اور آنکھوں کی حفاظت کر۔

☆ اے بیٹے! جنازوں کی شرکت آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

☆ اے بیٹے! جسم کو گندگی سے، زبان کو گالی سے پاک رکھ۔

☆ اے بیٹے! کسی کو لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کر۔

☆ اے بیٹے! رات کو نرم اور آہستہ بات کر۔

☆ اے بیٹے! آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نہ سو۔

☆ اے بیٹے! لوگوں کے سامنے دانتوں میں خلال اور ناک میں انگلی نہ کر۔

☆ اے بیٹے! لوگوں سے تعریف کا خواہش مند نہ ہو۔

☆ اے بیٹے! جھوٹ بولنے والے کے چہرے کی رونق زائل ہو جاتی ہے۔



اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے کچھ کہنے یا کرنے سے پہلے خود میں سوچنے کی عادت ڈالیں

## آپ مثبت انداز نگرا پن اور محتاط انداز میں گفتگو کریں

**احساس ذمہ داری:** آپ جو بولتے یا کرتے ہیں اس کے ذمہ دار بھی آپ خود ہیں۔ ان چیزوں کے نتائج کے لئے آپ کسی دوسرے کو ذمہ قرار نہیں دے سکتے لہذا ضروری ہے کہ آپ اپنی سوچ، اپنے الفاظ اور افعال کے معاملے میں بہت محتاط رہیں۔ کچھ کہنے یا کرنے سے پہلے خود کو سوچنے کی عادت ڈالیں۔ کوئی وعدہ، ذمہ داری یا کام شروع کرنے سے پہلے اس کے ممکنہ نتائج کا جائزہ ضرور لیں۔ پڑھائی پر توجہ نہ دینے کا نتیجہ یقیناً امتحان میں ناکامی کی صورت میں سامنے آئے گا۔ احساس ذمہ داری چھوٹی چھوٹی باتوں سے شروع ہوتی ہے جیسے اپنی غلطی کا اعتراف کرنا، گھر والوں کا خیال رکھنا، مثبت انداز نگرا پن اور محتاط گفتگو کرنا، جھگڑوں کو خوش اسلوبی سے سلجھانا۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں آپ کی زندگی پر مثبت اثرات مرتب کرتی ہیں اور آپ کے احساس ذمہ داری کو لوگ سراہتے ہیں۔

**خود پر قابو پانا:** ذرا ایک ایسی کار کا تصور رکھیں جس میں آپ موجود ہیں اور وہ بے قابو ہو چکی ہے۔ ایسی صورت حال خوفزدہ کرنے والی ہوتی ہے نہ صرف آپ کے لئے بلکہ سڑک کے آس پاس چلنے والے دوسرے لوگوں کے لئے بھی۔ یہی معاملہ انسانوں کے ساتھ بھی ہے۔ بہت سے لوگ بے قابو ہو جاتے ہیں جس سے وہ خود اپنے لئے اور آس پاس والے لوگوں کے لئے بھی مسائل پیدا کرتے ہیں۔ خود پر قابو رکھنا یعنی SELF CONTROL زندگی کی گاڑی میں اسٹیرنگ اور بریک کی مانند ہوتے ہیں۔ کیا کوئی بغیر اسٹیرنگ اور بریک کے گاڑی چلانے کا تصور کر سکتا ہے۔ خود پر قابو پانے کا مطلب اپنے مقصد کے حصول کا درست راستہ منتخب کرنا ہے۔

**دانائی، عقلمندی:** دانائی اور عقلمندی روزمرہ کے فیصلے اور معاملات پر سچائی کی بنیاد پر کرنے کا نام ہے۔ عقلمند ہونا چالاک ہونے سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک چالاک شخص معاملات کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوتا ہے مگر ایک عقلمند شخص جانتا ہے کہ ان معلومات کو موجودہ صورت حال کے میں کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ عقلمندی سے فیصلہ کرنے کے لئے ذہن میں رکھیے کہ آپ کا ہر فیصلہ بہت اہم ہوتا ہے۔ آپ کی شخصیت اور کردار آپ کے لئے ہزاروں چھوٹ چھوٹے فیصلوں کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ہزاروں اینٹیں مل کر ایک دیوار بناتی ہیں۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ہر فیصلے کے کچھ نتائج ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ نتائج صرف کسی ایک شخص کو متاثر کرتے ہیں اور بعض اوقات زیادہ کو۔ لیکن جلد یا بدیر اپنی بوئی ہوئی وہ فصل آپ کو ہی کاٹنی پڑتی ہے۔ سب سے اہم بات فیصلہ کے نتائج سے حاصل ہوئے والا سبق ہے۔

**اقدار کا احترام، سچائی:** اپنے قول اور فعل کو سچائی اور مثبت کردار کے ذریعے ہم آہنگ کرنا آپ کی کامیابی کے لئے ناگزیر ہے۔ یہ ایسا کچھ مشکل بھی نہیں، صرف آپ کو مخلص اور سچا بنانا ہے۔ ہم پر یہ واضح ہونا چاہئے کہ ہمارے الفاظ اور ہماری حرکات یہ بیان کر دیتی ہیں کہ ہم کون سی اقدار پر یقین رکھتے ہیں اور ہمارے لئے کیا اہم ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اچھی اور بری اقدار کا فرق کیسے معلوم ہوگا؟

اپنے رویے پر غور کریں۔ کیا آپ کے رویے سے مثبت اقدار جنم لیتی ہیں؟ کیا آپ ایک ایمان دار اور زبان کے کلمے شخص کے طور پر جانے جاتے ہیں؟ کیا آپ ان لوگوں کے ساتھ یا ان مشاغل میں وقت گزارتے ہیں جو آپ کے لئے اہم بھی ہوں اور اقدار کے مطابق بھی ہوں یا آپ کی توجہ نہیں اور ہے؟ مثبت اقدار کی پاسداری سے ہم خود اپنے بارے میں اچھا محسوس کرتے ہیں اور ہمارے معاشرتی و سماجی تعلقات بھی بہتر

بنیادوں پر قائم ہوتے ہیں۔

**ناکامی، کامیابی کا پہلا پڑاؤ:** کسی کام کا آپ کی توقع کے مطابق مکمل نہ ہو پانا ناکامی نہیں بلکہ یہ جاننے کا سبب ہے کہ آپ کو اس کام کی تکمیل کے لئے مزید کیا کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ اپنی غلطیوں کو کامیابی کی راہ کا ایک ایسا پڑاؤ قرار دے سکتے ہیں جہاں رک کر آپ کو اپنی حکمت عملی کو دوبارہ ترتیب دینے کی ضروری ہے۔ اس میں سب اہم چیز اب تک کی غلطیوں کی نشان دہی ہے۔ جب آپ اپنی غلطیاں اور خامیاں جان لیں گے تو نئی حکمت عملی میں ان سے گریز کریں گے۔ غلطیوں کو جاننے سمجھنے، تسلیم کرنے اور درست کرنے کا کام بہت کم لوگ کر پاتے ہیں، اور وہی کامیاب بھی ٹھہرتے ہیں۔ ہمیں لفظ "ناکامی" سے جڑے اپنے تصور کو بدلنا ہوگا اور اسے کامیابی کا ایک زینہ سمجھنا ہوگا۔ اگر ہم ناکامی کے خوف میں مبتلا ہو گئے تو کبھی کچھ نہیں کر پائیں گے۔ یہ خوف ہمیں کسی بھی نئی چیز کو آزمانے سے روکے گا اور ہم آزمودہ چیزوں کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور رہیں گے۔ کیا آپ اسی زندگی کا تصور کر سکتے ہیں جس میں آپ کچھ نیا کر ہی نہ پائیں اور ایک ہی روٹین پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں؟

**اچھے مقصد کے لئے بولیں:** کچھ کہنے سے پہلے سوچ لینا عقلمندی ہے۔ آپ کا کسی معاملے میں اظہار یا معنی اور مثبت ہونا چاہئے۔ آپ کے الفاظ اور جذبہ مخلص ہونا چاہئے۔ یہ الفاظ ہی ہوتے ہیں جو آپ کو چاق جو بند اور پرامید بھی بنا سکتے ہیں اور پشمرده اور مایوس بھی۔ غصہ کی حالت میں کہے گئے چند الفاظ بہت دیر تک اثر رکھتے ہیں اور بعض حالات میں تو آپ زندگی بھر ان الفاظ کے اثرات سے نکل نہیں پاتے۔ دوسری طرف وہ چند لفظ ہی ہوتے ہیں جو ہم توانائی اور جرأت بھر دیتے ہیں اور ہم پر زندگی بھر کے لئے مثبت اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔ جب اچھے اور مثبت الفاظ کے پیچھے خلوص کی سچائی بھی ہو تو آپ کی گفتگو سننے والوں کے لئے متاثر کن ثابت ہو سکتی ہے۔ ہماری گفتگو واضح، سچی اور مثبت ہونی چاہئے۔ کسی کو اس کی ناکامی کی خبر بھی کامیابی کے لئے ایک اچھی کوشش قرار دیتے ہوئے دی جا سکتی ہے۔ ذہن میں جو کچھ بھی آئے اسے ایک دم کھدینا دانش مندی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ ہم میں اپنے خیال کو چند لمحے سوچ کے مرحلے سے گزاریں تاکہ اس کے مثبت اور منفی پہلو کو جانچ سکیں۔ یاد رکھیں آپ کی بات دوسروں کی ہمت افزائی یا ہمت توڑ دینے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس سوچ کے ساتھ کی جانے والی بات مثبت بھی ہوگی اور مقصدیت کی حامل بھی ہوگی۔ مقصدیت اور دوسروں کی بہتری کے لئے بات چیت ایک ایسا ماحول تشکیل دیتی ہے جس میں لوگ خوش و مطمئن، زیادہ متحرک اور کارآمد اور کامیابی کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

**آج کا دن اہم ہے:** لمحہ موجود ہماری زندگی اہم ترین حقیقت ہے مگر یہ لمحہ اثر ماضی کے افسوس اور مستقبل کی پریشانی و الجھن میں گزر جاتا ہے۔ ہم حال میں بہت کم زندہ رہتے ہیں۔ اپنے آج اور ابھی پر بھرپور توجہ دینا اور اس کو مثبت رویہ میں ڈھالنا آپ کو منظم اور مطمئن بناتا ہے۔ اس طرز فکر کے ساتھ ہم ہر گزرتے دن کو زیادہ سے زیادہ کارآمد اور فعال بنا سکیں گے۔ ہم سامنے موجود کام کو چھوڑ کر اکثر کچھ اور کرنے کی سوچ میں کافی وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ یہ رویہ تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ لمحہ موجود میں درپیش کام کو مکمل کر کے ہی کوئی نیا کام شروع کیجیے۔ ذہنی انتشار ہمارے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ (بشکریہ: روزنامہ ایکسپریس کراچی۔ مورخہ اتوار 24 جنوری 2016ء)



تاریخ کے جھروکوں سے

تاریخ میمن کے حوالے سے تحقیقی اور اہم معلومات افزا مضمون کا گجراتی سے ترجمہ

## میمنون کے جنم کی کہانی، تاریخ کی زبان

آخر یہ لفظ کہاں سے آیا؟ اس کی اصلیت کیا ہے؟

میمن برادریوں کا احوال۔ کون کہاں سے، کب اور کس طرح آیا؟

میمن کردار کے وحشی اور اپنے قول و فعل کے پکے ہیں، اس لئے ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں

تحقیق و تحریر: الحاج احمد عبداللہ غریب مرحوم (بمبئی)، میمن مورخ اور ریسرچ اسکالر

اردو ترجمہ: کہتری عصمت علی پٹیل

مختصر تعارف: الحاج احمد عبداللہ غریب میمن برادری کے ممتاز اور صف اول کے مورخ اور ریسرچ اسکالر تھے۔ آپ ایک ایسی قابل صد افتخار شخصیت تھے۔ آپ نے میمن برادری کے ایک عام خدمت گزار کی حیثیت سے میمن برادری اور عوام اناس کی گراں قدر خدمت کی۔ آپ کو قلم پر بھی عبور تھا۔ لہذا آپ نے علم و ادب کے میدان میں اس کو خوب استعمال کیا اور بڑی پذیرائی حاصل کی۔ آپ کا ایک اور قابل ذکر تعارف یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک مذہبی اسکالر کی حیثیت سے بڑی عزت اور بڑا احترام حاصل کیا اور مذہبی حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل کی۔ آپ نے حج کا سفر نامہ ”غریب کا حج“ تحریر کیا۔ علاوہ بے شمار اسلامی معاشرتی اصلاح کے موضوعات پر مضامین قلمبند کئے گئے جو گجراتی اور اردو زبان میں تھے۔ میمنوں کی تاریخ و ثقافت کے موضوع پر قلمبند کئے گئے تحقیقی مضامین آج بھی حوالے (ریفرنس) کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔



Late Alhaj Ahmed Gareeb

حاجی احمد عبداللہ غریب ایک ایسے پر خلوص انسان تھے جس نے برادری میں محبت کے پھول کھلائے، علم کے چراغ جلانے اور آگہی کا نور پھیلا یا۔ بلاشبہ مرحوم کے میمن برادری پر بڑے احسان ہیں اور برادری ان کے احسانات کی ممنون بھی ہے اور مقروض بھی۔ میمن برادری کے لیے حاجی احمد غریب نے جس جذبے اور جس خلوص سے خدمات انجام دی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آپ ممبئی میں کئی سال تک دی میمن ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے صدر رہے۔ آپ کی سب سے زیادہ توجہ تعلیم پر تھی۔ آپ کی خواہش تھی کہ میمن برادری کا بچہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرے اور آپ نے اس کے لیے تمام ممکنہ اقدامات بھی کیے اور کوششیں بھی۔ ”احمد عمر کالونی“ کے میمنوں کے لیے آپ کی خدمات سے سبھی

واقف ہیں۔ آپ نے سوسائٹی کے لیے بھی کام کیے اور میمن کالونی ویمن بینک کے لیے خدمات انجام دینے میں بھی پیش پیش رہے۔ بمبئی کی مارکیٹ میمن جماعت اور کولسا محلہ میمن جماعت کی صدارت بھی آپ کے پاس رہی۔ آپ کئی سال تک ”انجمن خدام النبی“ کے اعزازی جنرل سیکریٹری بھی رہے اور صدر بھی۔ آپ کئی سال تک صابو صدیق ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ بمبئی کے ٹرٹی رہے۔ آل انڈیا میمن جماعت فیڈریشن سے بھی وابستہ رہے۔ آپ جماعت کے میمنگ ٹرٹی رہے۔

مرحوم حاجی احمد غریب ایک نامور بزنس مین تھے۔ کئی اداروں کے صدر اور ٹرٹی تھے مگر کردار ایسا عمدہ کہ کبھی غرور کیا نہ تکبر۔ عام سماجی ورکر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ حج کے دنوں میں جب حاجیوں کے بحری جہاز سفر کے لیے تیار ہوتے تھے تو حاجی احمد غریب ان کی خدمت کر کے دعائیں لیتے تھے۔ آپ پانی کی بالٹیاں بھر کر ان میں برف ڈالتے اور بحری جہازوں پر سوار عازمین حج کو ٹھنڈا پانی پیش کرتے تھے۔ ظاہر ہے اس کے بدلے میں حج پر جانے والے انہیں خصوصی دعاؤں سے نوازتے تھے۔

آپ کی طبیعت میں بلا کی سادگی اور انکساری تھی۔ بمبئی کی سرکاری حج کمیٹی میں حاجی احمد غریب ضرور شامل ہوتے تھے کئی بار آپ کو اس کمیٹی کا سربراہ بھی مقرر کیا گیا۔ کئی بار آپ کو سرکاری خرچ پر حج پر جانے والے حج ڈیلیگیشن میں بھی شامل کیا گیا جس کے لیے آپ کو کچھ بھی نہ دینا پڑتا اور حج مفت ہوتا۔ مگر آپ نے یہ پیشکش قبول نہیں کی۔ حج پر ضرور گئے مگر اس کے لیے تمام خرچ اپنی جیب سے کیا بلکہ آپ کا دستور تھا کہ ہر مرتبہ چند مستحق افراد کو اپنے ساتھ حج پر لے جاتے تھے اور ان کے تمام اخراجات خود برداشت کرتے تھے۔

حاجی احمد غریب کی علمی و ادبی خدمات کا احاطہ اس مختصر تحریر میں کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ آپ نے اپنے قلم سے بہت کام کیے، بڑی خدمات انجام دیں اور دین کی تبلیغ بھی کی۔ آپ نے ناقدین سے اپنے آپ کو ایک اچھا اور موثر رائٹر تسلیم کرایا۔ ویسے تو حاجی احمد عبداللہ غریب ساری زندگی انڈیا کے شہر بمبئی میں رہے مگر آپ نے اپنی زندگی کے آخری ڈیڑھ دو سال پاکستان میں گزارے۔ اس ملک میں بھی آپ نے اپنی خدمات کا سلسلہ جاری رکھا اور یہاں بھی پاکستان میمن ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی اور آل پاکستان میمن فیڈریشن کی مجلس منتظمہ میں شامل رہے۔ پاکستان میں بھی آپ ہی کے ہاتھوں ”خدام النبی علیہ السلام“ کمیٹی قائم ہوئی اور حسب سابق اس کمیٹی نے حاجیوں کی خدمت کی۔

الحاج احمد عبداللہ غریب نے 14 جولائی 1967ء کو وفات پائی۔ مگر دار الفانی سے جاتے جاتے ساری دنیا کو یہ سبق دے گئے: ”نام و نمود اور دکھاوے سے کوسوں دور رہو اور باتوں کے بجائے عملی کام کو ترجیح دو۔“ (تعارف از قلم مترجم)

**ابتدائیہ:** لفظ میمن کے حوالے سے ہونے والی بحث اب ایک طویل مدت اختیار کر چکی ہے۔ ہمارے تاریخ داں، محققین اور ریسرچ اسکالرز نہ جانے کب سے اس لفظ کی اصل کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور متعدد حضرات نے اس حوالے مختلف خیالات اور نظریات پیش کیے ہیں اور ہر محقق کی اپنی سوچ اور اپنی فکر ہے اور وہ اپنے اپنے اعتبار اور اپنے آپ کو ملنے والے حوالوں سے اپنے دلائل دے رہا ہے۔ ”میمن“ لفظ نے کب اور کس طرح جنم لیا، اس کے پیچھے کیا کیا حقائق ہیں۔ آج بھی میمن برادری کے تاریخ داں اس حوالے سے ریسرچ میں مصروف ہیں۔ وہ ابھی تک کسی فائنل یا حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے ہیں۔ جب بات تحقیق کی، کی جاتی ہے تو ہر تاریخ داں کی رائے کا احترام کرنا پڑتا ہے مگر سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان مورخین کی آراء ایک دوسرے سے بہت حد تک مختلف اور منفر د دکھائی دیتی ہیں جو کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچتے دیتیں۔ اس حوالے سے ماہرین اور ریسرچ اسکالرز نے جو جو حوالے دیئے ہیں انہیں دیکھتے ہوئے کچھ قابل قبول باتیں سامنے آئی ہیں جن پر ذیل میں روشنی ڈالی جا رہی ہے:

قبول اسلام کے وقت دیا گیا لقب ”مومن“ بگڑ کر میمن ہو گیا تھا: اس حوالے سے سب سے اہم اور ٹھوس حوالہ یہ دیا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں جب ایک مسلمان بزرگ حضرت پیر سید یوسف الدین قادری نے سندھ سے ریاست کچھ جھرت کرنے والے غیر مسلم حضرات کو ایک گھنے جنگل میں مشکل میں گرفتار دیکھا جو بھوک اور خاں طور سے پیاس سے بلک رہے تھے تو انہیں ایک خصوصی کرامت کا اظہار کیا اور ان غیر مسلموں کو ان مشکل حالات میں یہ وعدہ لے کر پانی فراہم کر دیا کہ وہ اس کرامت کے بعد بہ مشرف بہ اسلام مسلمان ہو جائیں گے تو یہ پورے قافلے والے مسلمان ہو گئے۔ حضرت پیر سید یوسف الدین قادری نے ان کے قبول اسلام کے بعد انہیں ”مومن“ یعنی ایمان والا کہہ کر پکارا۔ شروع میں یہ لوگ مومن ہی کہلائے مگر بعد میں یہ لفظ زبانوں کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے اور کچھ جغرافیائی اثرات کے تحت بدل کر ”میں“ ہو گیا۔ یہ اس حوالے سے پہلی تھیوری ہے اور میمن برادری کے اکثر حضرات اس پر یقین رکھتے ہیں اور اسی نظریے کو صحیح مانتے ہیں۔ مگر بعض ماہرین لسانیات اس تھیوری کو صحیح نہیں مانتے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ لفظ اس طرح نہیں بدلا کرتے۔

**دوسرا خیال: میمن عربی لفظ مامون سے ماخوذ ہے:** ہم سب جانتے ہیں کہ ”مامون“ ایک عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں: محفوظ! چونکہ یہ قوم ایک امن پسند قوم ہے اس لیے خود بھی محفوظ (مامون) رکھتی ہے اور دوسروں کو بھی محفوظ (مامون) رکھنے کی خواہش مند ہوتی ہے۔ اس لیے اسے کسی دور میں ”مامون“ کہہ کر پکارا گیا تھا جو بعد میں بگڑ کر اور بدل کر ”میں“ بن گیا۔ مگر اس تھیوری کو صحیح ماننے کے لیے درکار ٹھوس اور مستند حوالے موجود نہیں ہیں اور نہ ہی تاریخ اس بارے میں کہیں بھی کوئی سراغ دے رہی ہے بلکہ تاریخ کے صفحات اس حوالے کے بارے میں مکمل طور پر خاموش ہیں اس لیے اس تھیوری کو ماننے میں تاریخ داں تامل کر رہے ہیں، چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ میمن لفظ تاریخ کے کسی دور میں مامون تھا جو بعد میں بدل کر ”میں“ بن گیا۔ اس لیے یہ خیال بھی صرف خیال ہی رہا ٹھوس ثبوت نہ بن سکا۔

**تیسرا خیال: میمن کا اصل لفظ میمنہ ہے یعنی دائیں طرف والے:** اور اب ہم بات کرتے ہیں تیسرے خیال یا تیسرے نظریے کی۔ وہ یہ ہے کہ اس لفظ کی اصل ”میمنہ“ ہے اور میمنہ بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: دائیں طرف والے یعنی کامیاب لوگ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جن صوفی بزرگ نے ان سندھی پریشان حال افراد کو پانی فراہم کرنے کے بعد اسلام قبول کروایا تھا، انہوں نے یہ دعوت قبول کرنے والوں کو میمنہ یعنی دائیں طرف والے یا بالکل صحیح لوگ کہہ کر پکارا تھا اور جن لوگوں نے ان کی دعوت قبول نہیں کی تھی، انہیں بائیں طرف والے یا میسرہ کہہ کر پکارا گیا تھا جس کا مطلب تھا: دعوت رد کرنے والے لوگ! یہ بات تو کہہ دی گئی مگر اسے بھی بعض تاریخ دانوں اور ریسرچ اسکالرز نے محض مفروضہ کہہ کر پکارا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ اگر یہ لفظی تحقیق سچی ہے تو اس میں ضروری اور ٹھوس تاریخی حوالے کیوں موجود نہیں ہیں۔ صرف زبانی طور پر ان باتوں سے ہم یہ کبھی ثابت نہیں کر سکتے کہ واقعی یہ لفظ ”میمنہ“ سے بگڑ کر ”میں“ ہو گیا ہے۔

**چوتھا خیال: میمن لفظ سے مراد ہے موتیوں کا کام کرنے والے ترازو باٹ سے وابستہ برادری:** اب اس بارے میں ہم ایک چوتھے نظریے یا تھیوری کی بات کریں گے۔ وہ یہ ہے کہ بعض تاریخی حوالے یہ بتاتے ہیں کہ کسی زمانے میں موتیوں اور ہیرے جواہرات کا کام کرنے والی ایک قوم ”میان“ کہلاتی تھی۔ یہ قیمتی پتھروں کے ساتھ ساتھ ترازو اور باٹ کی تیاری کا کام بھی کرتی تھی مگر ان سے صرف ہیرے جواہرات اور موتی تو لے جاتے تھے اور یہ کام کرنے والی قوم یا برادری ”میان“ کہلاتی تھی۔ ایک اور تاریخی حوالہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ یہ قوم جس پہاڑی کے دامن میں رہتی تھی وہ بھی ”میان“ ہی کہلاتی تھی۔ بعد میں یہ لفظ اپنے سفر

کے دوران بگڑا اور ”میمن“ بن کر ایک نئے روپ میں سامنے آ گیا۔

لفظ ”میمن“ کہاں سے نکلا۔ اس نے کن کن مقامات سے سفر کیا۔ یہ کس طرح آپ کے سامنے آیا اور اپنے ارتقائی سفر میں اس نے کون کونسے روپ اختیار کیے، یہ ساری بحث توجہ طلب بھی ہے اور وقت طلب بھی! مگر ایک بات طے ہو چکی ہے کہ اب لفظ ”میمن“ اپنی میمن برادری کا حصہ بن چکا ہے اور اس کی اہم شناخت کے روپ میں سامنے آ گیا۔ اب ”میمن“ جب اور جہاں سے بھی آیا ہے، ہمارے لیے قابل قبول ہے۔ یہ ہمیں اچھا لگنے لگا ہے اور ہم ان سے کبھی جُدا نہیں ہو سکتے۔

**میمن کہاں کہاں رہتے ہیں؟** میمن برادری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی غالب اکثر سنی ہے اور اسی مسلک کے عقائد پر یقین رکھتی ہے اسی لیے میمن اکثر ان جگہوں پر رہتے ہیں جہاں سنی آباد ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ سنی، حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے مسلمان برصغیر کے لگ بھگ پورے ہی حصے میں آباد ہیں۔ انڈیا کی ریاست کچھ، کاٹھیاواڑ، گجرات اور انڈیا کے عروس البلاد بمبئی میمن برادری کی ایک بڑی تعداد آباد ہے اور اپنے روایتی کچھ، تہذیب اور تمدن سے پیار کرتی ہے اسی لیے نہایت آسودگی اور خوشحالی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ ویسے تو میمن برادری کے افراد پوری دنیا میں ہی آباد ہیں مگر مذکورہ بالا علاقوں اور خاص طور سے بمبئی میں ان کی اکثریت رہتی ہے اور اتنی بڑی تعداد میں رہتی ہے کہ بمبئی کے میمنوں کی ایک علیحدہ ہی شناخت بن چکی ہے اور بمبئی کے حوالوں نے خاصی مستبر بن چکی ہے۔ 1947ء سے پہلے میمنوں کی ایک بڑی تعداد انڈیا کے علاوہ جنوبی افریقہ اور پاکستان (برصغیر پاک و ہند) کے ساحلی علاقوں میں بھی آباد تھی۔ کراچی اور اندرون سندھ میں بھی ان کی اکثریت رہائش پذیر تھی۔ پھر جب پاکستان بن گیا تو میمنوں کی بڑی تعداد نے اپنے نئے وطن کے لیے پاکستان کا انتخاب کیا۔ وہ بہت بڑی تعداد میں مشرقی اور مغربی یعنی پاکستان کے دونوں حصوں میں آنے لگے (ہجرت کرنے لگے) کیونکہ ان دونوں خطوں سے میمنوں کا پرانہ رشتہ اور تعلق تھا۔

مغربی پاکستان میں میمن برادری نے اپنی رہائش کے لیے خاص طور سے کراچی، حیدرآباد سکھر، نواب شاہ اور میرپور خاص کو پسند کیا جبکہ مشرقی پاکستان میں آباد میمن برادری سے تعلق رکھنے والے افراد کی بڑی تعداد نے ڈھاکہ اور چٹاگانگ میں سکونت اختیار کر لی۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض میمن حضرات نے اپنے لیے سیلون، برما، جنوبی افریقہ، ملائیشیا، انڈونیشیا، چین، جاپان، مشرق وسطیٰ کے ملکوں کے ساتھ ساتھ برطانیہ، فرانس، جرمنی اور امریکہ وغیرہ کا انتخاب کیا اور ان مقامات پر مستقل رہائش اختیار کر لی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی مذکورہ بالا ممالک میں میمنوں کی بڑی تعداد آباد ہے جو ان سبھی خطوں کی ترقی اور خوشحالی میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

**میمنوں کی ایک بڑی خدمت۔۔ ہندوئوں کے تجارتی خلاء کو پر کیا:** میمنوں نے ہر دور میں دوسری اقوام کی مدد کی اور امن کے ساتھ رہتے ہوئے ان ملکوں کی ترقی اور خوشحالی کے لیے کام کیے مگر میمن برادری نے قیام پاکستان کے بعد اس نومولود اسلامی ریاست کی انوکھے انداز سے خدمت کی۔ وہ یہ کہ جب پاکستان بننے کے بعد یہاں سے ہندو تاجر، سوداگروں اور صنعت کار ہندوستان چلے گئے تو ایک بہت بڑا تجارتی خلاء پیدا ہو گیا اور پاکستانی معیشت کے لیے خطرہ پیدا ہو گیا۔ ہندو تاجروں کا خیال تھا کہ اس طرح پاکستان اقتصادی طور پر تباہ ہو جائے گا مگر ان کا خیال صرف خیال ہی رہا کیونکہ انڈیا سے آنے والے میمن تاجروں، سوداگروں اور صنعت کاروں نے اس تجارتی خلاء کو بڑی خوبی اور مہارت سے پُر کر دیا جس کی وجہ سے یہ اسلامی ریاست نہ صرف قائم رہی بلکہ آج تک موجود ہے اور اپنی بنیادوں پر مضبوطی سے کھڑی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میمن برادری کی اس خدمت کو کبھی نہیں بھلا سکے گی۔

**میمن پہلے کون تھے؟** میمنوں کے بارے میں تاریخ کی مستند کتابوں میں لکھا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کا تعلق کھتری اور لوہانہ نامی ہندو ذاتوں سے تھا۔ لگ بھگ نصف صدی سے بھی زائد عرصہ پہلے جب انہوں نے اسلام کی روشنی پائی تو سابقہ تمام ہندو ذاتوں کو چھوڑ دیا اور ایک اسلامی بندھن میں بندھ گئے اور میمن یا مومن کہلائے۔ ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ میمنوں کو اسلام کی یہ روشنی حضرت سید پیر یوسف الدین قادریؒ سے ملی تھی جن کا تعلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی چھٹی پشت سے ہے۔ وہ بغداد سے سندھ آئے تھے اور نگر ٹھٹھہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ اس دور میں سندھ پر سموں کی حکومت کی تھی جن کے ساتھ حضرت پیر یوسف الدین قادریؒ کے مراسم ہو گئے اور آپ کی روحانی شخصیت سے متاثر ہو کر حکمران طبقے کے متعدد عہدے داروں نے اسلام قبول کیا۔ پھر یہ سلسلہ چل نکلا اور عام ہندو ذاتوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی مسلمان ہوتے چلے گئے۔ لوہانے، کھتری اور بھائیہ قبیلوں نے اپنی پرانی ہندو ذاتوں کو خیر باد کہہ کر اسلام کے حلقے میں داخل ہوتے چلے گئے۔

اس بات سے سندھ کے ہندو حکمران پریشان ہو گئے اور انہوں نے اسلام قبول کرنے والے تو مسلموں کا سوشل بائیکاٹ کر دیا اور ان پر حالات تنگ کر دیے بعد میں ان سے کہا گیا کہ وہ اس علاقے کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ چنانچہ یہ تمام نو مسلم ریاست کچھ کے مختلف شہروں میں چلے گئے۔ وہاں یہ بس گئے اور کچھ عرصے بعد ترقی کر گئے اور کبھی میمن کہلائے۔ یہ میمن آہستہ آہستہ بڑھتے اور پھیلتے رہے، یہاں تک کہ ہجرات کے شہر سورت تک جا پہنچے اور خوب ترقی کر گئے۔

**بمبئی کی میمن برادری:** جب سورت کے حالات خراب ہوئے تو کافی بڑی تعداد میں وہاں کے میمن ہجرت کر کے بمبئی پہنچے اور اس طرح بمبئی کے میمنوں کا ایک اور بااثر طبقہ وجود میں آ گیا۔ بمبئی آنے والوں میں وہ میمن بھی شامل تھے جو گجرات اور ریاست کچھ کے قحط اور خشک سالی سے گھبرا کر بمبئی پہنچے تھے۔ کاٹھیا واڑ کے بالائی میمنوں نے بھی اسی دور میں بمبئی ہجرت کی تھی۔ بمبئی کے ساتھ ساتھ بہت سے میمنوں نے ان حالات میں خاندیش، تھانہ اور ناسک کا رخ کیا اور وہاں مستقل بس گئے تھے۔ بمبئی کے نامی گرامی میمنوں نے انڈیا میں اور خصوصاً بمبئی کی ترقی اور خوشحالی میں اہم رول ادا کیا ہے۔

بمبئی میں میمن آج بھی آباد ہیں اور ان کے نام پر کئی محلے بسے ہوئے ہیں جیسے میمن واڑہ، ذکریا محلہ، کولہ محلہ، بھاؤنگری محلہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس سے ان کی بمبئی سے وابستگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ واضح رہے کہ بمبئی میں آباد میمن برادری نے انڈیا کو تجارت، کاروبار اور سوداگری کے شعبے میں نمایاں مقام دلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ برادری آج بھی بمبئی کے تناظر میں زندگی کے مختلف امور میں متحرک دکھائی دیتی ہے۔

**میمن برادری کولمبو اور برما میں:** میمن برادری نے ہر دور میں دنیا کے مختلف خطوں اور ممالک کا رخ کیا اور وہاں اپنے تجارتی دفاتر قائم کر کے اپنے لیے بھی ترقی کے راستے کھولے اور اپنے وطن کے لیے بھی، برما پہنچنے والے پہلے میمن ملا احمد داؤد مدنی فیملی تھی جو 1860-6ء میں رنگون پہنچی، برما میں چاول کے بادشاہ کا نام سر عبدالکریم حاجی عبدالشکور جمال تھا جو 1868ء میں برما (رنگون) پہنچے تھے۔ کولمبو میمن برادری 1870ء میں پہنچی تھی اور وہاں سب سے پہلے مانا سیٹھ پہنچے تھے۔ ان کی کامیابی دیکھ کر دوسرے میمن سینٹھوں نے بھی کولمبو کا رخ کیا۔

ان دونوں خطوں کے علاوہ میمنوں نے افریقہ (زنجبار) بھی ہجرت کی تھی۔ اس کے علاوہ اس برادری نے مشرق وسطیٰ کے ملکوں کے علاوہ جنوبی افریقہ کا بھی رخ کیا تھا۔ بہر حال میمن دنیا کے بیشتر ملکوں میں رہ رہے ہیں۔ ان کے نام کی اصلیت جو بھی ہو، میمن کردار کے ذہنی اور اپنے قول و فعل کے کچے ہیں اسی لیے ہر جگہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ (پندرہ روزہ میمن دلیفیر۔ بمبئی انڈیا۔ 1962ء)

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

## کمپیوٹرائزڈ کارڈ

کے سلسلے میں ضروری ہدایت

چھان بین کے لئے (For Scrutiny Purpose)

کمپیوٹرائزڈ کارڈ کے لئے نیچے دیئے ہوئے دستاویزات جمع کرانے ہوں گے۔

☆ درخواست گزار کے CNIC کارڈ کی کاپی

☆ والد کا بانٹوا میمن جماعت اور CNIC کارڈ کی فوٹو کاپی یا

☆ والد کے انتقال کی صورت میں Death Certificate اور بھائی/بچا (خونی رشتہ دار) کا بانٹوا میمن

جماعت اور CNIC کارڈ کی فوٹو کاپی

☆ درخواست گزار کی دو عدد فوٹو 1x11/4

شادی شدہ ممبران کے لئے

☆ نکاح نامہ کی فوٹو کاپی یا تاریخ اور اگر درخواست گزار صاحب اولاد ہو تو بچوں کے "ب فارم" کی فوٹو کاپی

اور 18 سال سے بڑوں کی CNIC کی فوٹو کاپی

☆ بیوی یا شوہر کے CNIC کارڈ کی فوٹو کاپی

☆ دستاویزات مکمل نہ ہونے کی صورت میں فارم جمع نہیں کیا جائے گا۔

آپ سے تعاون کی گزارش کی جاتی ہے

فیصل محمد یعقوب دیوان

کنوینر کارڈ کمیٹی

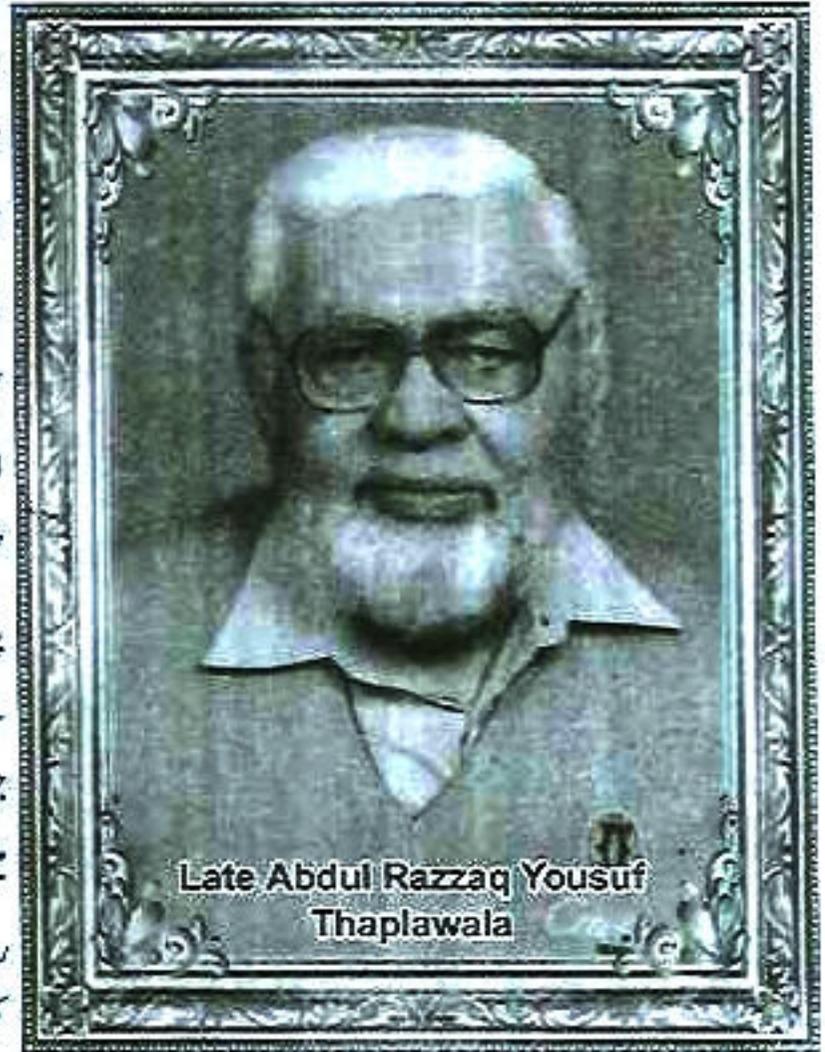
بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

وطن گجراتی میں مطبوعہ ایک اہم تحریر کا ترجمہ۔ لمحہ بہ لمحہ قلمبند کئے گئے حقائق  
تجارتی شہر کتیانہ اور باتنوا بہت متاثر ہوئے

## جونا گڑھ پر غاصبانہ قبضے کی کہانی

گجراتی تحریر : عبدالرزاق تھاپلا والا (مروحوم)، ممتاز میمن ریسرچ اسکالر

پاکستان کی حکومت اور اس ملک کی سیاسی جماعتیں مسلسل اس بات کے لیے لڑ رہی ہیں اور جدوجہد کر رہی ہیں کہ متنازعہ مقبوضہ جموں و کشمیر کا پاکستان کے ساتھ الحاق کیا جائے مگر حیرت کی بات ہے کہ ہم نے آج تک اس ملک اس ریاست کو پاکستان کے ساتھ شامل کرنے کے حق میں ایک لفظ بھی نہیں کہا جس نے قیام پاکستان کے ساتھ ہی یعنی 1947ء میں خود کو پاکستان میں شامل کرنے کا اعلان کر دیا تھا اور اس کا الحاق رسمی طور پر پاکستان کے ساتھ ہو چکا تھا۔ یہ بات ہے انڈیا کے صوبے گجرات کی ریاست جونا گڑھ کی۔ واضح رہے کہ جونا گڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر جونا گڑھ ریاست نے دستخط کیے تھے اور قائد اعظم محمد علی جناح نے جو نومولود اسلامی مملکت کے پہلے گورنر جنرل بھی تھے اس دستاویز کو منظور کر لیا تھا۔ مسلسل تین دساتیر (آئین) میں ریاست جونا گڑھ کو پاکستان کا علاقہ دکھایا گیا اور اس کے علاوہ اس ریاست کو ڈاک ٹکٹوں میں ایک مقبوضہ علاقہ بھی دکھایا گیا تھا اور یہ ڈاک ٹکٹ حکومت پاکستان نے جاری کیے تھے۔



Late Abdul Razzaq Yousuf  
Thaplawa

تاہم 9 نومبر 1947ء کو انڈین گورنمنٹ نے اس ریاست پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اس موقع پر ہمارا فرض بنتا ہے کہ اگر ہم اکثر نہیں تو کم از کم ہر سال 9 نومبر کو ہی اس غاصبانہ قبضے کی یاد منائیں اور اپنا احتجاج رجسٹرڈ کرائیں۔ اس احتجاج میں حکومت پاکستان اور پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں اور عوام بھی شامل ہوں اور ساری دنیا کو بتائیں کہ انڈیا نے کس طرح پاکستان کے علاقے پر زبردستی قبضہ کر رکھا ہے۔ حکومت جونا گڑھ نے بالکل ابتدا میں یعنی 12 اگست 1947ء کو پاکستان کے اپنے الحاق کے لیے رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ یہ فیصلہ 15 اگست 1947ء کو ریاست جونا گڑھ کے دستور العمل میں شائع کیا گیا تھا الحاق کی اس دستاویز پر رسمی طور پر قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی دستخط کیے تھے اور اس کے مطابق اس

# Illegal Occupation of Junagadh – A Pakistani Territory

By

Abdur Razaq Thaplawala



Map of Pakistan-India



Stamps showing Junagadh & Manavadar as part of Pakistan

الحاق کوگرت آف پاکستان اور جونا گڑھ کے دستور العمل میں اسی تاریخ کو درج کر لیا گیا تھا۔ سنروی پی سین سیکریٹری آف اٹھیس ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا فوری طور پر 17 اگست 1947ء کو جونا گڑھ ریاست پہنچے اور جونا گڑھ کے چیف منسٹر جناب شاہنواز بھٹو (مرحوم) سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں منسٹرین نے زور دیتے ہوئے کہا کہ وہ انڈین گورنمنٹ کی طرف سے ایک خصوصی پیغام لائے ہیں جو وہ صرف نواب صاحب کو ہی دیں گے۔

اس موقع پر جناب شاہنواز بھٹو (مرحوم) نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ منسٹرین کی ملاقات نواب صاحب سے نہیں کر سکتے کیونکہ نواب صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس انکار پر منسٹرین نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا مگر آخر کار یہ حالت مجبوری انہوں نے انڈین گورنمنٹ کی طرف سے نواب صاحب کے نام لایا ہوا خصوصی پیغام جناب شاہنواز بھٹو کے حوالے کر دیا اور ساتھ ہی اس بات پر زور دیا کہ ریاست جونا گڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق کے فیصلے سے دست بردار ہو جائے۔

جناب شاہنواز بھٹو نے منسٹرین کو بتایا کہ اب تو الحاق کا عمل بھی مکمل ہو چکا ہے اور بین الاقوامی قانون کے مطابق اب صرف حکومت پاکستان سے ہی اس موضوع پر بات کی جاسکتی ہے۔ اس پر منسٹرین نے سنگین نتائج کی دھمکی دی اور واپس چلے گئے۔ منسٹرین وہاں سے سیدھے بمبئی پہنچے اور شامز داس گاندھی کے ساتھ ملاقات کی۔ شامز داس گاندھی راجکوٹ اور ملحقہ علاقوں کا ایک صحافی تھا اور طے شدہ منصوبے کے مطابق پہلے سے بمبئی میں موجود تھا۔ اس نے ان کے سامنے "عارضی حکومت" (ایک عبوری حکومت) کی اسکیم کی تجویز پیش کی۔

24 ستمبر 1947ء کو مہاتما گاندھی نے حکومت جونا گڑھ کے الحاق کی کارروائی کی ندمت کی اور اس دوران سخت لہجہ و زبان استعمال کی۔ گاندھی نے یہ بات دہلی میں ایک دعائیہ اجتماع (پرارتناسجا) میں کہی تھی۔ یہ ایک طرح سے انڈین گورنمنٹ کے لیے گرین سگنل تھا کہ وہ جونا گڑھ پر عاصیانہ قبضے کا عمل شروع کر دے۔

25 ستمبر 1947ء کو بمبئی کے مادیو گارڈن میں ایک میٹنگ منعقد کی گئی۔ جہاں جونا گڑھ کے لیے عارضی یا عبوری حکومت کی تشکیل کا رسمی اعلان کیا گیا۔ شامز داس گاندھی کو اس عارضی یا عبوری حکومت کا صدر نامزد کیا گیا۔ شامز داس گاندھی کے کچھ ساتھیوں کو اس عبوری حکومت کے وزراء کی حیثیت سے نامزد کر دیا گیا جن کے مختلف قلمدان تھے اور ان سب نے اپنی اپنی وزارتوں اور عہدوں کے حلف اٹھائے۔ شامز داس گاندھی، ہکشی داس کارا مک گاندھی کا بیٹا تھا اور موہن داس کرم چند گاندھی کا بھائی تھا اور موہن داس کرم چند گاندھی ہی مہاتما گاندھی کا باپ تھا مگر وہ بھی ریاست جونا گڑھ کا رہائشی نہیں تھا۔

اس عبوری یا عارضی حکومت کے قیام کے اعلان کے فوری بعد اس عبوری حکومت کے تمام وزراء راجکوٹ کے لیے روانہ ہو گئے اور 27 ستمبر 1947ء کو انہوں نے جونا گڑھ ہاؤس پر قبضہ کر لیا۔ اس دوران انڈین گورنمنٹ نے خاموش تماشائی کا کردار ادا کیا۔

اسی دوران گورنمنٹ آف انڈیا اور گورنمنٹ آف پاکستان کے درمیان کچھ خطوط اور کچھ ٹیلی گرامز کے تبادلے بھی ہوئے۔ اس موقع پر حکومت پاکستان نے سخت موقف اختیار کیا اور انڈین گورنمنٹ کو بتایا کہ یہ الحاق آزادی کی اس اسکیم کے مطابق ہوا ہے جس کا اعلان حکومت برطانیہ نے کیا تھا اور اس اسکیم کے مطابق اب ریاست جونا گڑھ پاکستان کا حصہ ہے۔ اسی دوران جبکہ خط و مراسلت کا سلسلہ جاری تھا ایسے میں انڈین گورنمنٹ نے ریاست جونا گڑھ کا محاصرہ کر لیا اور ایشیا ٹرانسپورٹ اور ڈاک کے آرٹیکلز وغیرہ کے لانے لے جانے پر پابندی عائد کر دی۔

ریاست جو ناگڑھ پر قبضے کے لیے تیاری ہو رہی تھی جس کے لیے ”کامیاب واٹر ڈیفنس فورس“ کی تشکیل ہوئی۔ یہ فورس گورنمنٹ آف انڈیا نے بریگیڈیئر گرو دیال سنگھ کے ساتھ مل کر قائم کی تھی۔ گرو دیال سنگھ راجکوٹ کے ہیڈ کوارٹر میں کمانڈنگ افسر تھے۔ اس وقت وہاں تین بحری جنگی جہاز تھے جو پور بندر کی بندرگاہ میں لنگر انداز تھے۔ اس کے علاوہ آٹھ ہلکے ایئر کرافٹس پر مشتمل ایک اسکوارڈن بھی راجکوٹ میں موجود تھا اور مسلح افواج کی اضافی کینیاں راجکوٹ میں ڈھیلے کر دی گئی تھیں۔ پھر انڈیا کے طیاروں نے عوام الناس کو ہراساں کرنے کے لیے جو ناگڑھ کے علاقے پر بمباری شروع کر دی۔ اس کے بعد ریاست جو ناگڑھ کے دیہات اور چھوٹے شہروں پر حملے شروع ہوئے۔ عبوری حکومت کی افواج نے مسلم آبادیوں کو نشانہ بنانا شروع کیا اور جان و مال کا بھاری نقصان ہوا۔ مسلم آبادی میں مکانات، جانوں اور دولت کسی کو نہ چھوڑا جب خطرات مسلسل بڑھتے رہے اور مختلف ذرائع سے دھمکیاں ملنے لگیں تو تنگ آ کر نواب آف جو ناگڑھ اور ان کی فیملی نے 25 اکتوبر 1947ء کو جو ناگڑھ کو خیر باد کہا اور کراچی پہنچ گئے۔

27 اکتوبر 1947ء کو جو ناگڑھ کے چیف منسٹر جناب شاہنواز بھٹو نے قائد اعظم کے نام ایک خط لکھا جس میں صورت حال کی سنگینی کا ذکر کیا اس میں یہ بھی بتایا گیا تھا انڈین گورنمنٹ کے تمام اقدامات کی وجہ سے ریاست جو ناگڑھ کی حکومت عملی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ صورتحال مسلسل بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ 27 اکتوبر 1947ء کو جناب شاہنواز بھٹو سے جناب اکرام اللہ کو ایک اور خط بھیجا۔ جناب اکرام اللہ اس وقت پاکستان کی وزارت امور خارجہ کے سیکریٹری تھے۔ جناب شاہنواز بھٹو حکومت پاکستان کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے اور پاکستان کی حکومت کی جانب سے ہدایات کے منتظر تھے۔ بد قسمتی یہ ہوئی کہ حکومت پاکستان نے اس سب کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جب حکومت پاکستان کی طرف سے امداد کی تمام امیدیں دم توڑ گئیں تو جناب شاہنواز بھٹو نے یکم نومبر 1947ء کو کراچی میں مقیم نواب صاحب کو ایک خط بھیجا اور اس میں ساری صورت حال بیان کی۔ انہوں نے ریاست جو ناگڑھ کی پوری مسلم آبادی کی جان، مال اور پر اپنی کولاق خطرات کے بارے میں بھی لکھا تھا کیونکہ اب انڈین گورنمنٹ کی جانب سے مسلح حملے ہونے والے تھے اور اس کا ساتھ ریاست کی عبوری حکومت بھی دے رہی تھی۔

اس کے جواب میں نواب صاحب نے جناب شاہنواز بھٹو کو ایک ٹیلی گرام بھیجا جس میں انہوں نے جناب بھٹو کو پورا اختیار دیا تھا کہ جو ناگڑھ کی مسلم آبادی کی جانیں بچانے کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کریں اور جو مناسب سمجھیں کریں۔

5 نومبر 1947ء کو جو ناگڑھ اسٹیٹ کونسل کی ایک میٹنگ طلب کی گئی تاکہ اس سنگین صورت حال پر غور کیا جاسکے۔ اس کونسل نے بھی جناب شاہنواز بھٹو کو کوئی مناسب قدم اٹھانے کا پورا پورا اختیار دیا۔ جناب بھٹو نے کمیشن ہاروے جانسن کو انڈین اعلیٰ عہدیداران سے ملاقات کے لیے روانہ کیا۔ کمیشن ہاروے جانسن راجکوٹ کی کونسل آف منسٹرز کے ایک سینئر ممبر تھے۔ مسٹر ہاروے جانسن انڈین اعلیٰ عہدیداران سے ملنے کے بجائے عبوری حکومت کے اعلیٰ عہدیداران سے ملے اور سنگین نتائج کی دھمکیوں کے ساتھ واپس آئے۔ عبوری حکومت کے عہدیداران نے دھمکی دی تھی جو اگر ریاست جو ناگڑھ نے اپنے آپ کو عبوری یا عارضی حکومت کے حوالے نہ کیا تو سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔

چنانچہ 7 نومبر 1947ء کو جو ناگڑھ اسٹیٹ کونسل کی ایک اور میٹنگ طلب کی گئی۔ اس میٹنگ میں جو ناگڑھ کے کچھ نمایاں اور سرکردہ شہریوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ یہ میٹنگ رات تین بجے تک جاری رہی اور اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ خود ساختہ عارضی یا عبوری کے سامنے گھٹنے میکنے کے بجائے انڈین گورنمنٹ سے یہ درخواست کی جائے کہ وہ ریاست جو ناگڑھ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لے تاکہ شہریوں کی جانیں بچائی جاسکیں

کیونکہ عبوری حکومت کی وحشی افواج مسلسل ان شہریوں کو ذرا دھمکار ہی تھیں۔

8 نومبر 1947ء کو جناب شاہنواز بھٹو نے مسٹر نیلم بیچ کو ایک خط بھیجا جو راجکوٹ میں انڈین گورنمنٹ کے صوبائی سربراہ تھے اس خط میں ان سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ ریاست جو ناگڑھ میں امن و امان کی صورت حال بحال کرنے کے لیے مددیں اور بے گناہ اور محصوم شہریوں کی جانیں ضائع ہونے سے بچائی جاسکیں۔ کمپین ہاروے جانسن یہ خط لے کر راجکوٹ پہنچے۔ انڈین ایڈمنسٹریشن کے سربراہ نے فوری طور پر دہلی میں مسٹروی پی میسن کو فون کیا اور جناب شاہنواز بھٹو کا خط پڑھ کر سنایا۔ مسن فوری طور پر پنڈت جواہر لال نہرو کی رہائش گاہ کی طرف دوڑے اور انھیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ مختلف وزراء اور خاص طور سے اس وقت کے انڈیا کے وزیر داخلہ دلہ بھائی پنیل کے ساتھ مشاورت کے بعد ایک رسمی حکم نامہ فوری طور پر تیار کیا گیا اور ایک اعلامیہ جاری کر دیا گیا جس میں ریاست جو ناگڑھ کے چیف مسٹر جناب شاہنواز بھٹو کی درخواست پر جو ناگڑھ کو اپنے قبضے میں لینے کا اعلان کیا گیا۔ اس نوٹیفکیشن میں یہ بھی وعدہ کیا گیا تھا کہ جلد ہی ریاست میں ریفرنڈم کرایا جائے گا۔

8 نومبر 1947ء کو جناب شاہنواز بھٹو جو ناگڑھ سے کراچی کے لیے روانہ ہو گئے اور 9 نومبر 1947ء کو انڈین ایئر فورس نے کئی طیارے جو ناگڑھ کی فضاؤں میں روانہ کیے جنھوں نے کافی مچلی پروازیں کر کے صورتحال کو دیکھا اور سمجھا۔

اس کے فوری بعد انڈین ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور جیپیں ریاست جو ناگڑھ میں داخل ہو گئیں جن میں انڈین فوجی سوار تھے۔ 9 نومبر 1947ء کی صبح کو 6 بجے کمپین ہاروے جانسن اور چیف سیکریٹری گھی والا جو جو ناگڑھ ریاست کا ایک سول سرورٹ تھا ان دونوں نے رسمی طور پر ریاست کا چارج انڈین گورنمنٹ کے حوالے کر دیا۔

اسی روز جواہر لال نہرو نے نواب زاوہ لیاقت علی خان کو ایک ٹیلی گرام بھیجا جس میں ریاست جو ناگڑھ پر کنٹرول کی معلومات فراہم کی گئی تھی۔ نواب زاوہ لیاقت علی خان نے مسٹر نہرو کو ایک جوابی ٹیلی گرام ارسال کیا جس میں واضح کیا گیا تھا کہ جو ناگڑھ پاکستان کا علاقہ ہے اور حکومت پاکستان کے علاوہ کسی بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی کو جو ناگڑھ آنے کی دعوت دے۔ انہوں نے انڈین گورنمنٹ پر یہ الزام بھی لگایا کہ اس نے پاکستانی علاقے پر جنگی جارحیت کا ارتکاب کیا ہے اور اس طرح بین الاقوامی قانون کی کھلم کھلا اور صریح خلاف ورزی کی ہے۔

13 نومبر 1947ء کو دلہ بھائی پنیل جو نہ صرف انڈین وزیر تھے بلکہ جو ناگڑھ ریاست پر قبضے کا مرکزی کردار تھے وہ جو ناگڑھ پہنچے۔ اس کے لیے ایک بہت بڑا جلوس نکالا گیا اور بہاء الدین کالج کے میدان میں بہت بڑا جلسہ منعقد کیا گیا۔ اپنے تقریر میں سردار پنیل نے جو ناگڑھ کی مسلم آبادی پر نکتہ چینی کی اور خاص طور سے میمن برادری کو تنقید کا نشانہ بنایا کہ اس برادری نے تقسیم سے پہلے آل انڈیا مسلم لیگ کی مدد کی تھی۔ بعد میں سردار پنیل نے حاضرین سے دریافت کیا کہ آیا وہ انڈیا کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا پاکستان کے ساتھ! اس وقت حاضرین کی اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی لہذا ان سبھی نے اپنے ہاتھ بلند کر کے انڈیا کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس صورت حال میں یہ ایک فطری بات تھی۔ پھر کیا تھا۔ سردار پنیل نے حاضرین کے اس جواب کو اس ریفرنڈم کا نام دے دیا جس کا انڈین گورنمنٹ نے وعدہ کیا تھا۔

ریاست جو ناگڑھ پر قبضے کے فوراً بعد ریاست کے تمام مسلم افسران اور اعلیٰ عہدیداران حراست میں لے لیے گئے۔ ان میں اسماعیل ابراہانی بھی شامل تھے جو حکومت جو ناگڑھ میں ایک سینئر وزیر تھے اور وہی پاکستان کے ساتھ الحاق کی دستاویز قائد اعظم سے دستخط کرانے ان کے پاس لے کر گئے تھے۔ ابراہانی صاحب نے اس وقت بھی جو ناگڑھ چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا جب انھیں یہ پیشکش کی گئی تھی کہ اگر وہ پاکستان جانا

چاہیں تو جاسکتے ہیں اس دوران وہ قید میں تھے۔ اگر چاہتے تو اس سے رہائی حاصل کر سکتے تھے مگر آپ نے اس حال میں بھی جو ناگڑھ کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا تھا۔ وہ بار بار ایک ہی بات کہتے تھے کہ بین الاقوامی قانون کے مطابق جو ناگڑھ پاکستان کا حصہ ہے اور وہ یہیں مرنے کو ترجیح دیں گے۔ چنانچہ آپ وہیں رہے اور اسی سرزمین پر ان کی وفات بھی ہوئی۔

**بانٹو اور کتیانہ کے سنگین واقعات اور حالات:** جو ناگڑھ ریاست پر بھارتی قبضے کی کہانی اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک ان سنگین واقعات اور حالات کا تذکرہ نہ کیا جائے جو بانٹو اور کتیانہ میں پیش آئے تھے جہاں بڑے بڑے کاروباری حضرات رہتے تھے جن کا تعلق میمن برادری سے تھا۔ بانٹو مانا دور کی شاہی ریاست کا حصہ تھا۔ مانا دور کے حکمران تذبذب کا شکار تھے۔ وہ یہ فیصلہ نہیں کر پارہے تھے کہ انڈیا کے ساتھ شامل ہوں یا پاکستان کا حصہ بن جائیں اور دونوں ہی ملک نومولود تھے۔ بانٹو کے مسلم رہائشی نے جن میں سے اکثر کا تعلق میمن برادری سے تھا۔ ستمبر 1947ء کے اوائل میں ایک بہت بڑے عوامی اجتماع کا انعقاد کیا اس میں مانا دور اور بانٹو کے پاکستان میں شامل کیے جانے کا مطالبہ کیا گیا۔ 9 ستمبر 1947ء کو اعلیٰ اور سرکردہ معزز شخصیات کا ایک وفد خانجی آف مانا دور سے ملا اور ان پر زور دیا کہ وہ اپنی ریاست کو پاکستان میں شامل کرنے کا اعلان کریں۔

اس عوامی دباؤ اور پر جوش مطالبے کے بعد ریاست مانا دور نے 25 ستمبر 1947ء کو پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کر دیا۔ ظاہر ہے یہ بات انڈین گورنمنٹ کو کیسے گوارا ہو سکتی تھی چنانچہ انڈین گورنمنٹ نے مسلح افواج کی دو کمپنیاں 3 نومبر 1947ء کو کرنل حمایت سنگھ جی کی قیادت میں بانٹو کے لیے روانہ کیں۔ حملہ آور اور عاصب فوج نے تمام سرکاری دفاتر پر زبردستی قبضہ کر لیا اور بانٹو کو انڈین یونین کا حصہ قرار دینے کا اعلان کر دیا۔ بانٹو میں جگہ جگہ فوجیوں نے اپنی چوکیاں قائم کر لی تھیں۔ اسی روز سردار گڑھ پر بھی انڈین افواج نے قبضہ کر لیا۔ سردار گڑھ بانٹو کا پڑوسی شہر تھا۔ 23 اکتوبر 1947ء کو مانا دور پر بھی انڈین فوج نے قبضہ کر لیا۔ اس کے حکمرانوں کو گرفتار کر کے پہلے جام نگر پہنچایا گیا وہاں سے راجکوٹ منتقل کر دیا گیا۔ بانٹو پر فوج کے قبضے کے فوراً بعد رات کے کرفیو کا اعلان کر دیا گیا۔ اسی دوران مزید انڈین فوج متیوضہ علاقوں میں بھیجی جاتی رہی تاکہ اس قبضے کو استحکام دیا جاسکے۔ اس کے بعد مسلمانوں پر پابندی لگا دی گئی کہ وہ عید الاضحیٰ کے موقع پر گائے کی قربانی نہیں کر سکتے۔ ساتھ ہی یہ پابندی بھی عائد کر دی گئی کہ وہ عید گاہ میں عید کی نماز ادا نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے اب جن لوگوں کا ان مسلم ریاستوں پر قبضہ تھا انہی کا قانون چل رہا تھا اور مسلم عوام ان کے احکام کی تعمیل کرنے پر مجبور تھے۔

**کتیانہ کا المیہ:** 9 نومبر 1947ء کو ریاست جو ناگڑھ پر عاصبانہ قبضہ کیا گیا تھا لیکن اس سے صرف دو روز پہلے آٹھویں ستمبر رجمنٹ کتیانہ پہنچ گئی تھیں۔ مزید فوج جو 40 ٹرکوں اور 50 جیپوں میں سوار تھی۔ 8 نومبر 1947ء کو سکھر رجمنٹ کے ساتھ شامل ہو گئی تاکہ کتیانہ پر قبضہ کیا جاسکے۔ کتیانہ ریاست جو ناگڑھ کا حصہ تھا۔ اس موقع پر کتیانہ کے کچھ جرات مند سپاہیوں نے انڈین فورسز کے سامنے مزاحمت کی مگر وہ ایک طاقتور اور منظم فوج کے سامنے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔ اس عمل کے دوران کتیانہ کے متعدد افراد نے اپنی جانیں قربان کر دیں۔

10 نومبر 1947ء کو کتیانہ کی آبادی کو عبوری یا عارضی حکومت کے عہدیداران نے سرکاری طور پر شہر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ انہوں نے مکانوں کو مسمار کر دیا خوب لوٹ مار کی قیمتی اشیاء لوٹ لیں۔ اس سارے عمل کے دوران بے گناہ اور معصوم افراد کو وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ بند دکانوں کو کھول کر لوٹا گیا اور بہت سا سامان جلا دیا گیا اور یہ سب کام انڈین آرمی کی موجودگی میں کیا گیا۔

**بانٹوا کا المیہ:** اسی دوران بانٹوا میں غیر معمولی خاموشی اور سناٹا پھیل چکا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ ان لیروں اور وحشیوں کا اگلا ہدف ہم ہوں گے۔ اس وقت کے انڈیا کے وزیر داخلہ سردار دلہ بھائی پٹیل اور دیگر افراد نے زہرا لود تقریریں کیں 13 نومبر 1947ء کو ایک اجتماع عام میں ان حضرات نے مسلمانوں کے خلاف بالعموم اور میمنوں کے خلاف بالخصوص خوب زہرا فاشانی کی۔ یہ زہرا اس مدد اور تعاون کی سزا تھا جو اس شہر کے میمنوں نے قائد اعظم کے ساتھ اس وقت کیا تھا جب وہ مسلم پریس فنڈ کے لیے عطیات جمع کرنے بانٹوا آئے تھے۔ یہ جنوری 1940ء کی بات ہے۔ ان تقاریر نے جلتی پرتیل کا کام کیا اور 15 نومبر 1947ء کی آدھی رات کو بانٹوا پر دھاوا بول دیا گیا۔ یہ حملہ آور قرب و جوار کے دیہات کے کسان اور مزدور تھے۔ انہوں نے مکانوں کے دروازے توڑ ڈالے اور زبردستی اندر گھس کر خوب لوٹ مار کی۔ انہوں نے ہمدردانہ کلبھاڑیوں کی مدد سے توڑے تھے۔ وہ بانٹوا کے گھروں سے سب کچھ لوٹ کر لے گئے اس میں کرنسی، جیولری اور ملبوسات شامل تھے۔

وہ لوٹ کا یہ سامان اپنی تیل گاڑیوں پر لاد کر لے گئے تھے۔ کوئی بھی کسی کی مدد نہیں کر سکا کیونکہ مسلمانوں کو اپنے گھروں سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی اور نہ انھیں اپنے بھائیوں کی مدد کرنے کی اجازت تھی۔ کیونکہ فوج نے پورے شہر میں کرفیو نافذ کر رکھا تھا۔ جن مکانوں پر حملے ہوئے اور لوٹ مار کی گئی ان کے لوگوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں نے مدد کے لیے چیخنا چلانا شروع کیا۔ ان کی یہ چیخیں بہت سے لوگوں کو آج بھی یاد ہیں جو اس وقت کم عمر تھے مگر اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اس وقت بانٹوا کی پوری آبادی صدے سے دوچار تھی۔ وہ بے یار و مددگار تھے۔ یہ لوٹ مار کا سلسلہ صبح تک جاری رہا۔ اب بانٹوا کے رہنے والوں کو اس حقیقت کا اندازہ ہو چکا تھا کہ ان کے لیے اب شہر میں رہنا ناممکن ہے اس لیے انہوں نے اپنا گھریا اپنی دکانیں سب کچھ وہیں چھوڑا اور اوکھا کے راستے بحری جہازوں کے ذریعے پاکستان روات ہو گئے۔ اوکھا کے علاوہ وہ بمبئی کے راستے بھی پاکستان آئے تھے۔ صرف ایک ماہ کی مختصر مدت میں بانٹوا کی 90 فیصد آبادی نے اپنی جہنم بھومی (جائے پیدائش) کو چھوڑ دیا تھا۔

(اردو ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل۔ بشکریہ: روزنامہ وطن گجراتی۔ مطبوعہ نومبر 2002ء)



تعلیم مرد و کاتھتھیارا اور عورت کا زیور

علم کے چرخی جلاکر

ہائر ایجوکیشن حاصل کر کے جہالت کے اندھیرے دور کیجئے۔

اپنا اپنی برادری اور اپنے ملک کا نام روشن کیجئے۔





امام ابو حامد محمد ابن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

لے اللہ

لے ستقامت دے

لے قبول کرنے کی جسے بدل نہ سکوں

ہمت دے

لے بدلنے کی جو میرے پاس میں ہو

عقل سلیم دے

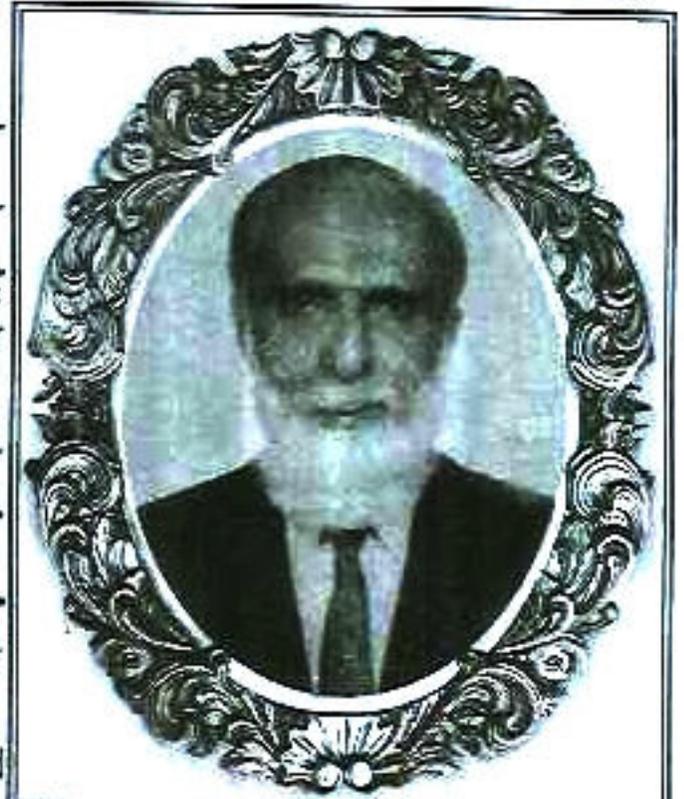
ان میں لے تمہارا ترسکوں

ڈاک ٹکٹ جمع کرنے کا مشغلہ کافی پرانا ہے۔ ڈاک ٹکٹ جمع کرنا محض مشغلہ ہی نہیں بلکہ ایک نفع بخش سرمایہ کاری بھی ہے

## جوناکڑھ کے ڈاک ٹکٹ

محمد رفیق جان محمد کسباتی مرحوم کی ماضی میں قلمبند کی گئی ایک تحریر

سب سے پہلے ڈاک ٹکٹ 1840ء میں برطانیہ میں جاری کیے گئے تھے۔ بلیک پینی (Black Penny) نامی یہ ٹکٹ بہت ہی مشہور ہوئے۔ 1840ء سے دنیا کے تقریباً تمام ممالک اپنی ضروریات کے مطابق ڈاک ٹکٹ جاری کرتے ہیں۔ ان میں عام ضرورت کے علاوہ خاص موقع اور خاص ہستی کی یاد میں یادگاری ٹکٹ بھی جاری کئے جاتے ہیں۔ ڈاک ٹکٹ جمع کرنے کا مشغلہ بھی کافی پرانا ہے۔ دنیا کے تمام افراد کا اپنا شوق ہوتا ہے جس کو مشغلہ کہتے ہیں۔ ٹکٹ جمع کرنے کا مشغلہ بھی کافی پرانا ہے۔



Late M. Rafiq Kasbati

**جوناکڑھ (سوراشٹر) :** نومبر 1864ء میں سوراشٹر کا پہلا ڈاک

ٹکٹ ایک آنے کی مالیت کا جاری کیا گیا۔ یہ ہاتھ سے بنا ہوا (Hand

Stamped) تھا۔ پھر 68-1867ء میں نئی پرکاش پرنٹنگ پریس میں ایک

آنے اور چار آنے کے ٹکٹ چھاپے گئے جو گجراتی اور دیوناگری زبان میں

تھے۔ 1877ء میں جان ڈیکشن اینڈ سنز لندن نے سوراشٹر کے ڈاک ٹکٹوں کے لئے ڈائی (Dye) تیار کی اور نئی پرکاش پریس نے یہ ٹکٹ

چھاپے۔ 1890ء تک کرنسی میں ڈکڑے، کوڑی اور آنے کا رواج تھا۔ 1913ء سے انڈین کرنسی میں ٹکٹ چھاپے گئے۔ 1914ء میں ٹھا کر اینڈ

سنز بسین نے تین پائی اور ایک آنے کے ڈاک ٹکٹوں کی ڈائی بنوائی اور جوناکڑھ اسٹیٹ پریس نے یہ ٹکٹ چھاپے۔ 1923ء میں نواب مہابت

خان جی سوئم کی شیبہ والے تین پائی اور ایک آنے مالیت کے ڈاک ٹکٹ کی ڈائی پوپٹ لال بھیم جی پنڈیانی نے تیار کی اور جوناکڑھ اسٹیٹ پریس نے

یہ ٹکٹ چھاپے۔ یہ ٹکٹ چھپائی میں صاف اور واضح نہ تھے۔ ایک شیٹ میں ایک ساتھ سولہ ٹکٹ تھے اور تین پائی کی مالیت کے ٹکٹ ایک شیٹ میں سولہ

ٹکٹ 0-4-0 روپے اور ایک دوسری شیٹ پر ایک آنے والے 0-0-0 روپے میں چھاپے۔

1924ء، 1929ء میں 1923ء کے ٹکٹ دوبارہ چھاپے گئے جن کی چھپائی پہلے کی نسبت قدرے صاف اور بہتر تھی۔ 1929ء میں

انڈین سیکورٹی پرنٹنگ پریس نے آٹھ ٹکٹ چھاپے جن میں تین پائی اور تین آنے کی مالیت کے ٹکٹوں پر جوناکڑھ اور آدھے آنے اور چار آنے مالیت

کے ٹکٹ پر گیر نارشیر۔ ایک آنے اور ایک روپے مالیت کے ٹکٹ پر نواب مہابت خان جی سوئم اور دو آنے اور آٹھ آنے مالیت کے ٹکٹ پر چوٹی گھوڑے

کی تصویر چھپائی گئی۔ 1936ء میں نواب مہابت خان جی سوئم کی شیبہ والے ایک آنے مالیت کے نئے ٹکٹ چھاپے گئے۔ جن پر پونج اور ریونیو لکھا

گیا تھا۔ 1932 - 1929 اور 1938ء میں 1929ء کے ٹکٹوں کا اجراء کیا گیا مگر یہ صرف سرکاری استعمال کے لئے تھے۔



Map of Pakistan-India



Stamps showing Junagadh &amp; Manavadar as part of Pakistan

ریاست ہائے متحدہ سوراشر (یونائیٹڈ اسٹیٹس آف سوراشر) : 15 فروری 1948ء کو انڈیا کے نئے قوانین کے تحت ریاست ہائے متحدہ سوراشر معرض وجود میں آئی جس میں 31 پرانی ریاستیں اور 191 کاٹھیاداز کی ریاستیں شامل تھیں۔ ان میں خصوصاً جسدن، موروی، نوانگر اور ودھاوان بھی شامل تھیں۔ ریاست جونا گڑھ میں ایک ریفرنڈم کروایا گیا اور مذکورہ بالا تمام ریاستیں 20 جنوری 1949ء کو ریاست ہائے متحدہ سوراشر میں ضم ہو گئیں۔

سوراشر کے طبع شدہ ٹکٹوں پر 1949ء میں سرچارج لگایا گیا۔ یکم اپریل 1949ء کو ریاست ہائے متحدہ سوراشر پوسٹ انڈین پوسٹل سروس سے ملحق ہو گئی اور اس طرح سوراشر کے ڈاک ٹکٹوں کا اختتام ہوا۔

ڈاک ٹکٹ جمع کرنا محض مشغلہ ہی نہیں بلکہ ایک نفع بخش سرمایہ کاری بھی ہے۔

چند برس قبل جن لوگوں نے رقم خرچ کر کے ڈاک ٹکٹ جمع کئے تھے آج ان کے پاس ایک معقول اور بیش قیمت سرمایہ ہے۔

(مطبوعہ: جونا گڑھ میمن جماعت کراچی کا سالانہ مجلہ سو ویسٹ 1987ء)





جو نوجوان اس قدر ترقی و نعمت کی قدر نہ کرے، انہیں اپنی کوتاہی کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے

## نوجوانوں! نیند سے تعلق جوڑیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ دور جدید نے انسان کو کئی فوائد عطا کیے ہیں۔ مگر افسوس، وہ ہمیں اچھی عمدہ نیند فراہم نہیں کر سکا۔ بلکہ کئی عوامل کے باعث آج دنیا بھر میں کروڑوں لوگ، خاص طور پر نوجوان طبقہ نیند کی کمی کا شکار ہو چکا ہے۔ انسان پانی اور ہوا کی طرح نیند کو بھی معمولی شے سمجھتا ہے کیونکہ یہ ہمیں آسانی سے دستیاب ہے۔ حالانکہ جدید سائنس دریافت کر چکی کہ ہمیں صحت مند رکھنے میں نیند کا بہت اہم کردار ہے۔ خصوصاً نیند کی کمی نوجوانوں کے طرز زندگی کو الٹا پلٹا کر رکھ دیتی ہے۔ دراصل نیند ہمارے جسم کے بادشاہ..... دماغ کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ دن بھر جسمانی و ذہنی سرگرمیوں میں مصروف رہنے کے باعث شام تک دماغ تھک جاتا ہے۔ تب نیند ہی اسے نئی توانائی اور چستی عطا کرتی ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ نوجوانوں کو کم از کم سات گھنٹے سونا چاہیے تاکہ وہ تندرست رہ سکیں۔ مگر دور جدید کے بعض عوامل نوجوانوں سے نیند کی دولت چھین کر انہیں بیمار بنا رہے ہیں۔ ان عوامل میں سرفہرست مصنوعی روشنی ہے۔ بلب تقریباً ایک سو سال پہلے ایجاد ہوا۔ اس سے قبل پوری دنیا میں لوگ شام کو اندھیرا چھاتے ہی سو جاتے تھے۔ تب سونے کا عام چلن یہ تھا کہ لوگ چار گھنٹے سوتے، پھر اٹھ جاتے اور چھوٹے موٹے کام کرتے یا گپ شپ لگاتے۔ وہ پھر سو جاتے اور چار گھنٹے بعد صبح سویرے اٹھتے۔ یوں انہیں آٹھ گھنٹے کی بھرپور اور صحت بخش نیند مل جاتی۔ لیکن بلب کی آمد کے بعد رات کو بھی گھر روشن رہنے لگے۔

اس تبدیلی نے سب سے پہلے نیند کا چلن ہی خراب کیا کیونکہ اب رات گئے تک جاگنا ممکن ہو گیا۔ بعد ازاں ریڈیو، ٹیچ موبائل اور ٹیلی ویژن کی ایجادات نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ انسانوں کی اکثریت دیر تک جاگ کر ان ایجادات سے دل بہلانے لگی۔ آنے والے وقت میں وی سی آر، ڈی وی ڈی، موبائل فون، کمپیوٹر لپ ٹاپ، سمارٹ فون جیسی ایجادیں سامنے آ گئیں۔ اب خصوصاً نوجوان رات دیر تک جاگ کر انہیں استعمال کرنے لگے۔ یوں ان کی نیند کا چلن بدل گیا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصنوعی روشنی خصوصاً مختلف آلات سے نکلنے والی تیلی روشنیاں

ہمارے جسم میں ایک ہارمون ”میلٹونین“ (MELATONIN) پیدا نہیں ہوتے دیتیں۔ یہ ہارمون نیند لانے میں انسان کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ جو انسان طویل عرصہ مصنوعی روشنیوں میں رہے، وہ میلٹونین کی کمی کے باعث سونے میں وقت محسوس کرتا ہے۔

نیند کم لینے سے خصوصاً نوجوان لڑکے لڑکیوں پر بڑے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ کمی پہلے ان کی دماغ کو نشانہ بناتی اور اسے کئی لحاظ سے متاثر کرتی ہے۔ مثلاً ان کی یادداشت اور قوت ارتکاز متاثر ہو جاتی ہے اور وہ پڑھائی پر توجہ نہیں دے پاتے۔ وجہ یہ ہے کہ جب ہم مناسب نیند لیں، تو یادداشت اور قوت ارتکاز سے متعلق ہمارے دماغی اعضا ”سپر چارج“ ہو جاتے ہیں۔ جب ہم تعلیم پاتے ہوئے کوئی نئی بات سیکھیں، تو ہمارے دماغ میں ”ہیپوکامپس“ (Hippocampus) نامی ایک عضو تمام سیکھی باتوں کو بطور یادداشت محض خانے میں جمع کرتا ہے۔ تحقیق سے پتا چلا ہے کہ جب انسان مطلوبہ نیند لے، تو ہیپوکامپس بہترین انداز میں کام کرتا ہے۔ لیکن نیند نہ لی جائے، تو بہت سی یادیں ناکارہ ہیپوکامپس کے باعث مٹ جاتی ہیں۔ اسی لیے نیند کے مارے لوگ کمزور یادداشت کے مالک ہوتے ہیں۔

پوری نیند نہ لینے کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ نوجوان کا نفسیاتی نظام مضبوط نہیں رہتا۔ چنانچہ وہ بہت جلد منفی خیال قبول کر لیتا ہے۔ ذرا سی بات پر طیش میں آنا اس کا معمول بن جاتا ہے۔ وہ مزاج کے خلاف معمولی سی بات پر غصے میں آ جاتا اور دوسروں سے لڑنے لگتا ہے۔ جلد غصے میں آنے کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ نیند کی کمی کے باعث جذبات سے متعلق دماغی حصے معمول کے مطابق کام نہیں کر پاتے۔ ان دماغی حصوں میں اہم ترین ”ایمیگڈالا“ (Amygdala) کہلاتا ہے۔ انسانی جذبات اسی دماغی علاقے میں پرویسس ہوتے ہیں۔ دوسری اہم جگہ ”میڈیل پریفرنٹل کورٹیکس“ (Cortex Medical Prefronta) کہلاتی ہے۔ یہ ہمیں جذبات کنٹرول کرنے میں مدد دیتی ہے۔ یاد رہے کہ بعض نوجوان تین چار دن راتوں کو دیر تک جاگتے ہیں۔ پھر وہ بارہ تیرہ گھنٹے سو کر یہ سمجھتے ہیں کہ نیند کی کمی پوری ہو گئی..... مگر ایسا سوچنا نہایت غلط ہے۔ وجہ یہ کہ معمول کی نیند لینے سے دماغ کو روزانہ یہ حیثیت مجموعی جو نقصان پہنچتا ہے، اسے کسی دن زیادہ سونے سے ہرگز درست ”نہیں“ کیا جاسکتا۔ دراصل نیند کی حالت میں انسان مکمل طور پر آرام کرتا ہے۔ تب دماغ سے لے کر بیروں تک ہر حصہ جسم کو بھی سکون میسر آتا ہے۔

اس حالت میں سبھی اعضاء جسم اپنی کھوئی ہوئی توانائی پاتے اور اگلی صبح کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے جو نوجوان رات گئے تک کمپیوٹر، لپ ٹاپ یا سمارٹ فون پر بیٹھے رہیں، وہ عموماً اپنی نیند پوری نہیں کر پاتے۔ چنانچہ وہ اگلے دن جب بھی بیدار ہوں، خود کو تھکا تھکا، کسل مند اور پڑمردہ پاتے ہیں۔ یہ حالات نیند کی کمی ہی سے جنم لیتی ہے۔ جدید طبی تحقیق سے انکشاف ہوا ہے کہ عارضی طور پر نیند پوری نہ ہو، تو نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ موٹنگ پھلی کا مکھن یا ساگ کھالیں۔ ان غذائی اشیاء میں وٹامن ای ہوتا ہے۔ یہ وٹامن نیند نہ لینے سے جنم لینے والے منفی اثرات خاصی حد تک کم کر کے انسانی قوت کار بڑھاتا ہے۔ لیکن نوجوان محض پانچ چھ گھنٹے سونا معمول بنالیں، تو پھر یہ ٹوٹکا بھی کام نہیں آتا۔ بعض لڑکے لڑکیاں پانچ چھ گھنٹے کی نیند لے کر بھی خود کو تازہ محسوس کرتے ہیں۔ مگر ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ بیشتر نوجوانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ رات کو سات آٹھ گھنٹے کی نیند ضرور لیں۔ یاد رکھیے! نیند کی کمی کا شکار معمولی بات نہیں کیونکہ اس میں مبتلا نوجوان ذیابیطس، ہائپر ٹینشن اور امراض قلب جیسی موذی بیماریوں میں بھی مبتلا ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ نیند کم لینا معمول بن جائے، تو یہ حالت انسانی روزمرہ زندگی کو تہہ و بالا کر سکتی ہے۔

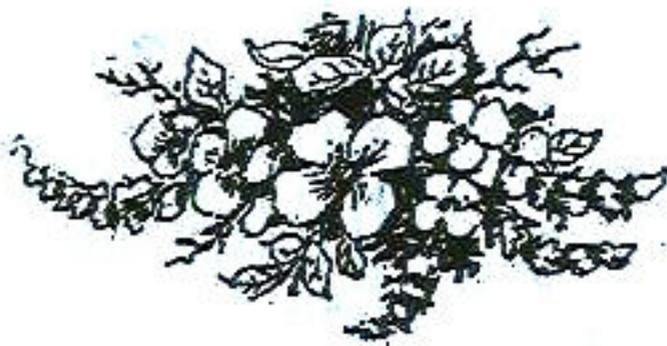
**نیند صحت کے لئے ضروری ہے :** اچھی اور پرسکون نیند اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمتوں میں سے ایک ایسی نعمت ہے، جو جسم کے

ساتھ روح کو بھی خوش کر دیتی ہے۔ لیکن آج کی مصروف زندگی میں اس نعمت کا حصول آسان نہیں۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ نیند کے ہماری صحت پر کیا اثرات ہوتے ہیں۔ امریکی ریاست ورجینیا میں ہونے والی تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ نیند کی کمی وزن میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔ دوسری طرف برٹل میں کی جانے والی ایک ریسرچ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ جو لوگ رات میں پانچ گھنٹے سوتے ہیں ان میں گھریلین (GHRELIN) نامی ہارمون معمول سے چندرونی صد بڑھ جاتا ہے۔ یہ ہارمون بھوک بڑھاتا ہے۔ دوسری طرف لپٹن (LEPTIN) نامی ہارمون جو بھوک کو دباتا ہے، معمول سے چندرونی صد کم ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی بھوک بڑھ جاتی ہے اور وہ زیادہ کھاتے ہیں جس کے نتیجے میں وزن میں اضافہ ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ یہاں معمول کی نیند سے مراد آٹھ گھنٹے روزانہ کی نیند ہے۔

اچھی اور پرسکون نیند کی ہماری میموری یا یادداشت پر مثبت اثرات پڑتے ہیں۔ ہارورڈ یونیورسٹی میں ایک تجربہ کیا گیا جس میں کچھ لوگوں کو مختلف کاموں کے سلسلے میں انگلیوں کو حرکت دینا سکھایا گیا۔ مثلاً یہاں نو بجانے کی تربیت کے لیے اسکیل پرائنگیوں کا پھیرنا جس سے نتیجہ یہ نکالا گیا کہ بارہ گھنٹے کی نیند کے بعد جن لوگوں سے یہ سبق دہرانے کے لیے کہا گیا، ان کی کارکردگی ان لوگوں کی نسبت کافی بہتر تھی جو بارہ گھنٹے جاگتے رہے تھے۔ ایک اور تجربے کے دوران مشاہدہ کیا گیا کہ رات میں کام کرنے والوں کی سوچنے کی صلاحیت ست ہو جاتی ہے۔ یہ سستی نہ صرف رات کو کام کے دوران بلکہ دوسرے دن بھی دیکھنے میں آئی۔

ایسے معمر لوگوں پر کچھ تجربے کیے گئے جو کمزور بھی تھے۔ پتا یہ چلا کہ جن مریضوں کو نیند اچھی طرح نہیں آتی تھی، ان کے خون میں بیماری کا مقابلہ کرنے والے غلیوں کی کمی ہو گئی تھی۔ ایک اور بات بھی ہے کہ سوتے میں میلاٹونن (MELATONIN) نامی جو کیمیائی مائع تکسید مادہ پیدا ہوتا ہے، وہ مائع سرطان یعنی کینسر کے خلاف کام کرتا ہے۔ رات کی شفٹ میں کام کرنے والوں کے سونے جاگنے کا توازن بگڑ جاتا ہے اور ان میں خصوصاً چھاتی کے سرطان کا خطرہ بے حد بڑھ جاتا ہے۔ نیند میں متواتر کمی رہے تو جسم میں کاربوہائیڈریٹ کا تحول متاثر ہوتا ہے اور ہارمون کی کارکردگی پر بھی اثر پڑتا ہے۔

اس عمل سے ان شکایات میں شدت پیدا ہو جاتی ہے جو ہمیں بڑھاپے کی طرف لے جاتی ہیں۔ ایک وسیع تحقیقی مطالعے سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ جو لوگ رات میں چھ سات گھنٹے سوتے ہیں، ان کی عمر عموماً ان لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے جن کی نیند ساڑھے چار گھنٹے سے بھی کم ہوتی ہے۔ اکثر نوجوانوں میں نفاہت اور خود اعتمادی کی کمی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس عمر میں ایسا ہو ہی جاتا ہے، لیکن اس صورت حال کا نیند کی کمی سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ ماہرین یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ نوجوان جن کی نیند پوری نہیں ہوتی ان کے لیے یہ امکان دوسروں کی نسبت دگنا ہو جاتا ہے کہ وہ اس عمر میں ہی نشے کے عادی بن جائیں۔



## ملا نصر الدین حوجہ

ملا نصر الدین حوجہ کا تعلق اگرچہ ترکی سے بتایا جاتا ہے لیکن ان کی کہانیاں لطفی و سطنی ایشیا اور شمالی افریقہ کے بہت سے ملکوں کے روایتی ادب کا حصہ ہیں۔ ملا نصر الدین کی زندگی کے متعلق بیانات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اولین بیانات کے مطابق وہ چودھویں صدی کے اوائل میں زندہ تھے جو بایزید اول، تیمور اور کرمانی فرمانروا علاؤ الدین کا عہد ہے دوسرے بیانات کے مطابق تیرھویں صدی یعنی علاؤ الدین سلجوقی کے دور کا پتہ دیتے تھے۔

اولیا چلبی کے سفر نامے میں ملا نصر الدین حوجہ کی تیمور سے ملاقات کا ذکر ہے جو حماموں میں ہوئی، لیکن پرانے قلمی نسخوں میں ملا کو ایک شخص شیا و حمزہ کا ہم عصر بتایا جاتا ہے جو تیرھویں صدی میں سلطان علاؤ الدین کا زمانہ ہے۔ ملا نصر الدین کے مقبرہ واقع عراق شہر کے کتبے پر درج تاریخ وفات سے سن وفات 1285 - 1284ء نکلتا ہے۔ حسن آتھدی کے بیان کے مطابق نصر الدین قریہ خور تو میں جو سورہ حصار کے قریب ہے۔ 1209 - 1208ء میں پیدا ہوا۔ وہیں اپنے باپ کی جگہ امام کا عہدہ سنبھالا۔ ملا نصر الدین حوجہ اپنی ذہانت، سادگی اور انسان دوستی کی وجہ سے وسطی ایشیا و شمالی افریقہ کی ایک مقبول شخصیت ہیں۔ چینی ترکستان میں انہیں احتراماً آتھدی یعنی آقا کہا جاتا ہے اور سچے بوڑھے سب ہی ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کی کہانیاں بڑے شوق سے سنتے ہیں۔ ملا نصر الدین کے ملفوظات کا پہلا خوانی مطبوعہ نسخہ 1837ء میں شائع ہوا۔ اس میں 125 لطائف تھے۔ محمد توفیق کے مطبوعہ نسخہ 1883ء میں خوانی نسخے کی بھدی اور غیر مہذب کہانیاں حذف کر دی گئی ہیں۔ صرف 71 لطائف درج ہیں۔ اس مجموعے کا نام بو آدم تھا۔ ان کی بعض حکایات کو جرمن، روسی، ترکی، اور رومانوی زبانوں کے شاعروں نے اپنے طور پر نظم میں بھی بیان کیا ہے۔ اصل میں حوجہ خواجہ ہے۔ ترکی زبان میں رخ نمیں ہے، اس لیے حوجہ پکارا جاتا ہے۔



# جوناکڑھ تصاویر کے آئینے میں

تصاویر بہ شکر یہ : تصنیف ”جوناکڑھ اجڑے دیار کی کہانی“



تصنیف کے پیشتر

جناب عبدالستار عمر چوہان (مرحوم)

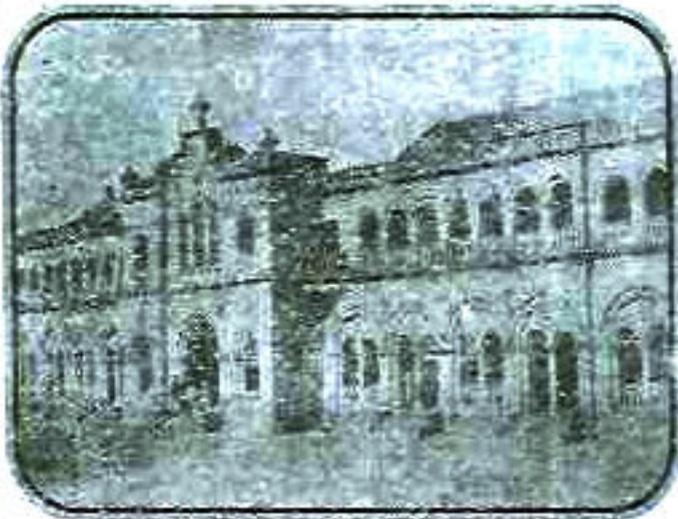
محقق اور سماجی شخصیت



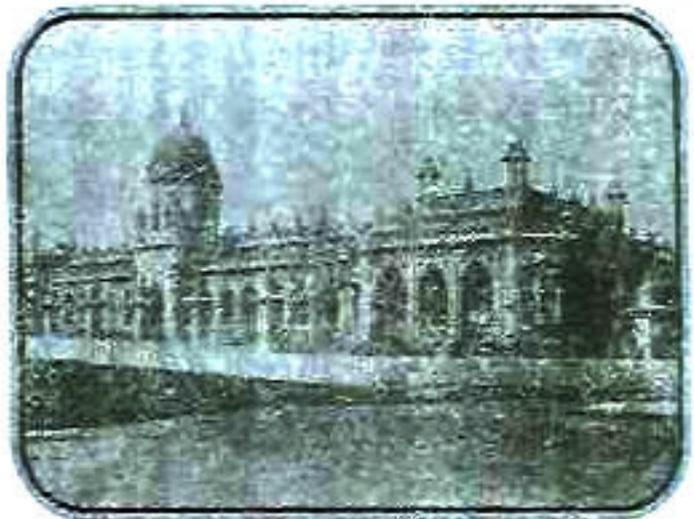
تصنیف کے مولف

جناب اقبال پارکھ

سینئر جرنلسٹ اور قلم کار



مہابت مدرسہ ہزاروں مسلمانوں کی اولین درسگاہ



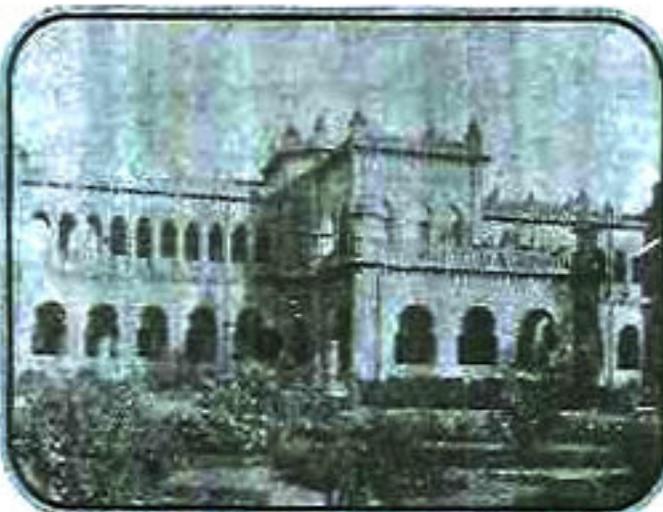
جوناکڑھ کا معروف رسول خانگی ہسپتال جسے سر مہابت خانگی نے تعمیر کروایا۔



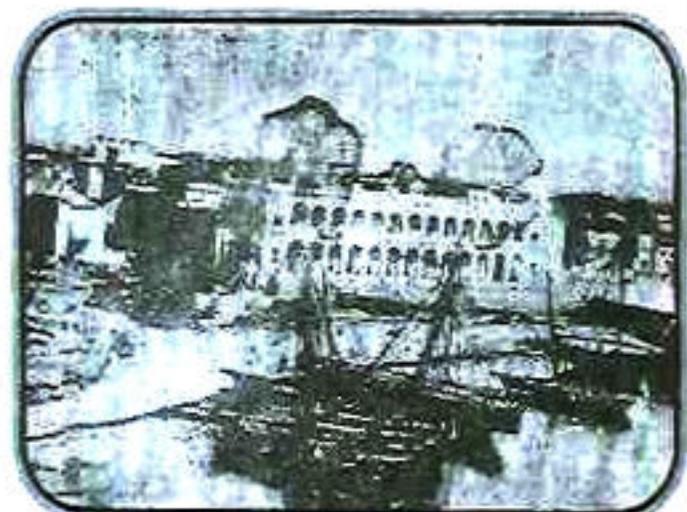
جونا گڑھ کا میوزیم جہاں آج بھی ریاست کی نادر و نایاب اشیاء موجود ہیں



جونا گڑھ لاہیریری کا ہیرونی منظر



راہکوٹ میں واقع ریزینڈنسی، جو فن تعمیر کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔



ریاست جونا گڑھ کی دیر اول بندرگاہ کا ایک قدیم منظر، جو تجارت کا ایک اہم مرکز تھی۔



ریاست جونا گڑھ میں تاریخی مندر سہنات جس پر محمود غزنوی نے سترہ تھیلے کئے



بیاد الدین کالج۔ جس نے مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم میں اہم کردار ادا کیا

ایک اہم اور یادگار معلومات افزا تحریر  
مصنف کی گجراتی کتاب ”پان کھرنا پوسپو“ (خزاں کے پھول)  
جو جولائی 2001ء میں طبع ہوئی تھی سے اردو ترجمہ  
زیور۔۔ سرمایہ۔۔ دولت

# سونا Gold

گجراتی تحریر : حاجی محمد یونس عرفا قائد اوپلیٹا (مرحوم)  
اردو ترجمہ : کھتری عصمت علی پٹیل

انگریزی زبان کی ایک مشہور کہاوت ہے ”اولڈ از گولڈ“ Old is is Gold اس کا مطلب یہ ہوا کہ ”جو چیز جتنی پرانی ہے، وہ اتنی ہی قیمتی ہے۔“ اس کے ساتھ ساتھ ہونے کے حوالے سے دوسری کہاوت بھی ملاحظہ کیجئے All glitters is not Gold اس کا مطلب یہ ہوا کہ ”ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی۔“ یعنی جو چیز بظاہر چمکے اور خوبصورت نظر آ رہی ہو، ضروری نہیں کہ وہ اچھی بھی ہو یا کام کی بھی ہو۔ گجراتی زبان میں اکثر یہ کہاوت استعمال کی جاتی ہے: ”میرے الفاظ سونے کے ہیں۔“ بعض مغربین اور دانشوروں کی باتیں اور قول بہت زبردست ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کی باتوں کے لئے مذکورہ بالا جملہ استعمال کیا جاتا ہے یعنی ان باتوں میں دانش اور حکمت کی چمک ہوتی ہے، ان میں عمدہ نصیحت اور اعلیٰ مشورے بھی ہوتے ہیں۔ یہ تو ہمیں سونے کے حوالے سے چند مشہور کہاوتیں، اور آئیے اب سونے کی تاریخ پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔



Late Haji Younus Arfa Quaid-e-Upieta

کیا تھا! شاید اس کے بارے میں کسی کو کچھ پتا نہ ہو مگر ایک عالمی سچائی یہ ہے کہ سونا ایک قیمتی دھات ہے اور یہ معدنیات کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ سونے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ کبھی ضائع نہیں ہوتا، یعنی ہمیشہ اپنا وجود برقرار رکھتا ہے۔ آپ اس کو زمین میں دفن کر دیں، اس کے سکے ڈھال دیں، اس کے زیورات تیار کرادیں، اسے تجوریوں میں بند کر دیں، اسے دیواروں میں چنوا دیں، اسے بحری جہازوں اور کشتیوں کے ذریعے ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کر دیں، یہ سمندر میں ڈوب جائے، اس کی تہ میں دفن ہو جائے مگر یہ قیمتی دھات ختم نہیں ہوتی، اپنا وجود ہمیشہ برقرار رکھتی ہے۔ یہ دھات نہ مٹتی ہے، نہ مڑتی ہے، نہ ختم ہوتی ہے بلکہ ہمیشہ رہتی ہے اور اپنی قیمت کی حامل بھی رہتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ سونے کی قیمت میں کمی یا بیشی ہوتی رہتی ہے مگر ایسا نہیں ہوتا کہ یہ دھات بے قیمت ہو جائے اور سڑکوں گلیوں میں ناکارہ حالت میں پھینک دی جائے۔ چرھتے ہوئے سورج کی سرزمین جاپان

میں سونے کی خرید و فروخت ایشیا میں سب سے پہلے شروع ہوئی ہے کیونکہ پورے ایشیا میں جاپان وہ ملک ہے جہاں سورج کی روشنی سب سے پہلے پڑتی ہے اور جہاں سب سے پہلے صبح ہوتی ہے۔ ان ملکوں کے علاوہ جرمنی کا شہر زیورچ، انگلستان کا شہر لندن اور امریکی ریاست نیویارک سونے کی خرید و فروخت کے عالمی مرکز ہیں۔ اب تو متحدہ عرب امارات کے ملک دبئی کو بھی سونے کی خرید و فروخت کا ایک اہم عالمی شہر (ورلڈ گولڈ سٹی) تسلیم کر لیا گیا ہے۔ یہ ملک ایشیا میں سونے کی خرید و فروخت کی سب سے بڑی مارکیٹ بننا جا رہا ہے۔ سونے کو بطور سرمایہ ساری دنیا میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لوگ اسے اپنے پاس رکھنا پسند کرتے ہیں۔ شوقین مرد سونے کے ٹین، سگریٹ لائٹر، چشمے کا فریم، سونے کی چین اور گھڑی وغیرہ بڑے شوق سے استعمال کرتے ہیں جبکہ ساری دنیا کی خواتین صرف سونے سے تیار کردہ زیورات ہی پسند کرتی ہیں۔ دنیا بھر میں لوگ نقد رقم کے بجائے سونا رکھنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ جس طرح بعض مالیاتی ادارے اور افراد مکان، دکان، زمین یا عمارت کے عوض آسانی سے قرض دیتے ہیں اس طرح سونے یا اس سے تیار کردہ زیورات کے عوض کوئی بھی فرد یا ادارہ آسانی سے قرض (Loan) فراہم کر دیتا ہے۔

ویسے تو دنیا کے متحدہ ملکوں میں سونا پایا جاتا ہے مگر دنیا کا سب سے زیادہ سونا پیدا کرنے والا ملک ساؤتھ افریقہ (جنوبی افریقہ) ہے۔ یہ ملک اس وقت پوری دنیا کی سونے کی آدھی طلب (ڈیمانڈ) پوری کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنوبی افریقہ پر قابض انگریز اور سفید قام لوگ اس ملک سے نہیں جاتے۔ وہ سونے کا انڈازینے والی مرغی کو کیسے چھوڑ دیں؟ جنوبی افریقہ میں سونے کی بے شمار کانیں ہیں۔ ان کے علاوہ ہیروں کی کانیں بھی اس ملک میں موجود ہیں۔ ان کانوں سے ملک کو بے حد حساب آمدنی ہوتی ہے۔ سونے کی پیداوار میں دوسرا نمبر روس کا ہے اور تیسرے نمبر پر امریکہ آتا ہے۔

دنیا کے سبھی ملک سونے کی تلاش کے لئے کھدائی کر دیتے ہیں، ان میں چھوٹے اور کم وسائل والے ملک بھی شامل ہیں۔ یہ ملک اپنی غربت دور کرنے کے لئے سونا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بعض ملکوں میں طاقتور اور صاحب حیثیت افراد زمینوں سے کھدائی کر کے سونا لے جاتے ہیں پوری دنیا میں سونے کی بہت مانگ ہے۔ لوگوں کو ہزاروں ٹن سونے کی ضرورت رہتی ہے جو صرف محض شوق کے لئے یا زیورات بنوانے کے لئے ہی استعمال نہیں ہوتا بلکہ اب تو سونا دواؤں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور بعض جدید ترین آلات وغیرہ بھی مثلاً یہ کمپیوٹر، کیلکولیٹر، ٹیلی وژن اور سرجری کے آلات کی تیاری میں استعمال ہوتا ہے۔ آواز سے زیادہ تیز اڑنے والے نکلرڈ طیاروں کی تیاری میں بھی اس دھات کی ضرورت پڑتی ہے۔ مصنوعی دانتوں کی تیاری یا ان میں تار وغیرہ لگانے میں بھی سونا استعمال کیا جا رہا ہے مگر ان میں سونے کی ضرورت قلیل مقدار میں پڑتی ہے دنیا بھر میں سونے کا سب سے زیادہ استعمال زیورات میں ہوتا ہے بالخصوص ایشیا کی خواتین سونے کے زیورات بہت شوق سے پہنتی ہیں۔ بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، فلپین، سکون، عرب ملکوں، جاپان، چین وغیرہ میں سونے کے زیورات خصوصاً طور پر بنوائے جاتے ہیں۔ ہمارے ملک پاکستان میں تو سونے کا یہ حال ہے کہ اکثر ہم سنتے ہیں کہ فلاں کے پاس سونے کی اینٹیں ہیں، فلاں کے پاس سونے کے سکت ہیں، فلاں کے پاس دو کلو سونا ہے اور فلاں کے پاس نو کرا بھر سونا ہے۔ یہ سب باتیں سونے سے خصوصی دلچسپی کو ظاہر کرتی ہیں۔ سونا ہمارے ہاں شان، وقار اور امارت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

ایشیا اور مشرق وسطیٰ کے ملکوں میں بھارت کا ساحلی شہر ممبئی اور پاکستان کا ساحلی شہر کراچی سونے کی بڑی منڈی ہے۔ دبئی کے بارے میں تو ہم گذشتہ سطور میں لکھ ہی چکے ہیں کہ یہ اس وقت دنیا میں سونے کا ایک اہم مرکز بن چکا ہے۔ ممبئی ہو، کراچی ہو یا دبئی ہر جگہ سونے کے کاروبار پر گجراتی برادریاں اور میمن برادری چھائی ہوئی ہے۔ دبئی میں تو سونے کا ہول سیل کاروبار ہوتا ہے۔ اس عالمی مرکز سے سونا اور سونے کے زیورات خرید کر سونے کے تاجر اور سوداگر اپنے ملکوں میں لے جا کر فروخت کرتے ہیں۔ دبئی میں ہول سیل اور ریشیل دونوں طرح کے زیورات تیار کرنے والے ادارے اور

کارخانے زیادہ تر شارجہ میں ہیں۔ ان سبھی اداروں اور کارخانوں کے مالکان گجراتی برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔

دنیا بھر میں سونے کی بہت بڑی مقدار زیورات کی شکل میں محفوظ ہے۔ ایشیا اور افریقہ کی خواتین بھاری زیورات بہت شوق سے پہنتی ہیں، اسی طرح عرب ملکوں کی خواتین بھی بھاری زیورات پسند کرتی ہیں بھارت کے جزیرے کاٹھیاواڑ کی پٹلائی خواتین اور عرب ملکوں کی خواتین تو زیادہ ہی بھاری سونے کے زیورات استعمال کرتی ہیں۔ یہی حال بلوچ خواتین کا بھی ہے۔ ہمارے ملک کی آسودہ حال بلوچ خواتین بھاری بھاری سونے کے جڑاؤ سیٹ پہنتی ہیں۔ بلوچ خواتین کی زیبائش و آرائش زیورات کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی۔ آپ ان کے لباس پر نظر ڈالیں تو وہ سر سے پیر تک سونے میں پھیلی نظر آئیں گی۔ ان کے جسم پر اس قدر زیورات ہوتے ہیں کہ وہ سونے کی چلتی پھرتی دکان معلوم ہوتی ہیں۔ ان کے زیورات دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ خواتین دس دس تولے کے کڑے پہنتی ہیں، ان کے کڑے اس قدر ٹھوس سونے کے ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے گلے کے ہار (تھاپلے) بھی معمولی لگتے ہیں۔ بلوچی خواتین پر ہی کیا منحصر ہے، دوسری خواتین بھی بھاری زیورات پہننے کی شوقین ہوتی ہیں مگر یورپ اور دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کی خواتین بلکے اور نفیس زیورات پہنتی ہیں۔ سونے کی چوڑیاں خواتین کو بے حد پسند ہوتی ہیں۔ وہ مختلف ڈیزائنوں کی چوڑیاں تیار کراتی ہیں۔ سونے کی گنیاں (اشرفیاں) دینے کا رواج برصغیر میں ہمیشہ سے رائج رہا ہے۔ دولہا دلہن کو سلامتی میں اور عزیز رشتے داروں کو تحفے میں اس طرح کے سونے کی گنیاں عام طور سے دی جاتی ہیں۔

سونے کا ایک تعلق مذہب اسلام سے بھی ہے۔ سونے کے زیورات یا صرف سونے پر ڈھائی فیصد سالانہ کے حساب سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی روضہ مبارک کی جالی سونے سے تیار کی گئی ہے۔ مسجد نبوی ﷺ کی آرائش و زیبائش میں بھی سونے کا کافی استعمال کیا گیا ہے۔ مختلف ملکوں میں بزرگان دین کے مزاروں کی جالیاں یا دروازے یا گنبد کے کلس سونے کے بنوائے گئے ہیں۔ مغلوں نے اپنی تعمیرات میں سونے چاندی کا وافر استعمال کیا تھا۔ مغل بادشاہ شاہ جہاں نے تو سونے چاندی اور ہیروں سے تخت طاؤس بنوایا تھا۔ متعدد بادشاہوں اور راجاؤں نے بھی اپنے تخت سونے کے بنوائے تھے۔ ایک افریقی راجہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اس قدر سونا پہنتا تھا کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اس نے لباس کے بجائے سونا پہن رکھا ہے۔ اسے دیکھنے والوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ کے بازار میں جمع ہو جاتے تھے۔ متعدد بادشاہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھاتے ہیں۔ شاہی طیب دہلی دواؤں کی تیاری میں سونا یا سونے کا کشتہ استعمال کرتے تھے۔ قدیم زمانے سے ہی کھانے پینے کی اشیاء مثلاً حلویے، مٹھائیوں اور کھیر وغیرہ پر سونے چاندی کے ورق لگائے جاتے تھے۔ کہتے تھے کہ اس طرح تھوڑا تھوڑا سونا جسم کے اندر پہنچتا رہتا ہے جس سے جسم کو توانائی ملتی ہے۔ سونے سے تکالیف کا علاج بھی کیا جاتا ہے۔ اگر خالص سونے کا ٹکڑا یا کوئی زیور پینے کے پانی میں (کسی گلاس میں) رات کو رکھ دیا جائے اور صبح یہ پانی پی لیا جائے تو اس سے جوڑوں کے درد کو آرام آ جاتا ہے۔ سونے کا زیور پینے سے بچوں کی خسرہ یا دانتوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ غرض سونا نہ صرف آج انسان کی سب سے مقبول اور پسندیدہ دھات ہے بلکہ آنے والے زمانے میں یہ انسان کو اسی طرح محبوب رہے گا۔

نوٹ: میمن برادری اور اوپلیٹا میمن برادری کے ممتاز سماجی رہنما اور گجراتی قلم کار حاجی محمد یونس عرفا قاندا اوپلیٹا کی کتاب ”پان کھرناں پوسپو“ (خزاں کے پھول) سے ایک عمدہ تحریر کا ترجمہ



عجیب ہوتے ہیں آداب رخصت محفل  
کہ اٹھ کے وہ بھی چلا جس کا گھر نہ تھا کوئی  
(سحر انصاری)

خوشیوں کا دور بھی آجائے گا ندیم  
غم بھی تو مل گئے ہیں تمنا کیے بغیر  
(احمد ندیم قاسمی)

وہ تو چلا گیا مگر اس کے وجود کی  
خوشبو بسی ہوئی مرے شام و سحر میں ہے  
(حمایت علی شاعر)

موت کا ایک دن معین ہے  
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی  
(مرزا اسد اللہ غالب)

ہم نے جو طرز فضاں کی تھی قفس کی ایجاد  
فیض گلشن میں وہی طرز بیاں ٹھہری ہے  
(فیض احمد فیض)

ہمیں بھی نیند آجائے گی ہم بھی سو ہی جائیں گے  
ابھی کچھ بے قراری ہے ستارو تم تو سوجاؤ  
(تجلی شفق)

اونچا اڑنے کی خواہش میں عارف  
ماؤں جیسا پیار نہ کھوٹا مٹی کا  
(عارف شفیع)

ہر موڑ پہ مل جاتے ہیں ہمدرد ہزاروں  
شاید میری بستی میں اداکار بہت ہیں  
(افتخار عارف)

☆☆☆☆☆



تیری محفل سے اخاتا غیر مجھ کو، کیا مجال  
دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا  
(حسرت موہانی)

اپنا زمانہ آپ بتاتے ہیں اہل دل  
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا  
(جگر مراد آبادی)

نگاہیں کا ملوں پہ پڑ ہی جاتی ہیں زمانے میں  
کہیں چھپتا ہے اکبر، پھول پتوں میں نہاں ہو کر  
(اکبر الہ آبادی)

کسے نہیں ہے تمنائے سروری، لیکن  
خودی کی موت ہو، جس میں وہ سروری کیا ہے؟  
(اقبال)

استحسان سخت سہی، پر دل مومن ہی وہ کیا  
جو ہر اک حال میں امید سے معمور نہیں ہے  
(محمد علی جوہر)

آجاؤ گے حالات کی زد پر جو کسی دن  
ہو جائے گا معلوم اللہ ہے کہ نہیں ہے  
(احسان دانش)

ایک عمدہ اور فکر انگیز تحریر

بہتر اور خوشگوار زندگی کی جانب اہم قدم

## پہچان کبھی نہ بھولو!

تحریر: جناب محمد یاسین ایم یوسف مانڈویا

سوچنے والوں کی دنیا، دنیا والوں کی سوچ سے الگ ہوتی ہے۔ انسان کے بے عیب ہونے کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ دوسروں کے اندر عیب نہ تلاش کرتا ہو۔ برداشت کے ساتھ حالات ضرور بدل جائیں گے۔ بس ذرا اندر ہی اندر مسکراتے کی ضرورت ہے یہ ایک راز ہے جو سکول، یونیورسٹیوں اور دیگر اداروں میں نہیں سکھایا جاتا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ دوسرے آپ کی عزت کریں، تو آپ دوسروں کے ساتھ باعزت سلوک کرنے والے بن جائیے۔ انسان کسی دوسرے کے لئے کچھ نہیں کر سکتا سوائے اسکا حوصلہ بڑھانے کے۔ میں نے جتنے لوگوں کو ٹوٹتے دیکھا، فقط اس لئے کہ رشتوں اور دوستوں کے ہجوم میں کسی نے ان کو یہ نہ کہا کہ حوصلہ کریا اللہ کرم کرے گا!



یقین کریں بہت طاقت ہے اس اک جملے میں: ”جب تک ہم کسی کے ہمدرد نہیں بنتے تب تک درد ہم سے اور ہم درد سے جدا نہیں ہوتے۔ پیچھے مڑ کر دیکھئے، آپ کی زندگی میں کچھ لوگ ایسے تھے جو آپ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ آپ کی ہمت بڑھاتے تھے۔ استاد، والدین، ہمدرد یا کچھ دوست۔ آج آپ کی باری ہے۔ آپ کس کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں؟ کس کی ہمت بڑھا رہے ہیں۔

**پہچان کبھی نہ بھولو!** کائنات میں زندگی (حیات) قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے، جس پر انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس کو اپنے رویے سے کس طرح جنت یا جہنم کا نمونہ بنا سکتا ہے۔ یہی انسانیت کی پہچان ہے۔ اپنی پہچان کو جاننے کے لئے ہمیں اپنی ذات سے آگہی کی جستجو کرنی پڑتی ہے۔

**آخر اپنے آپ کو کیسے سمجھا جائے؟** قدرت نے ہمیں روزانہ 24 گھنٹوں کا انمول تحفہ عطا کیا ہے۔ کیا ہم ان اوقات کو بسر کرنے میں اپنی ذات کے ساتھ انصاف کر پاتے ہیں؟ ہم میں سے ہر انسان اپنی زندگی کا فائدہ دار خود ہوتا ہے۔ مثبت زندگی کا گزرا ہوا ہر لمحہ آنے والے لمحے کو بہترین کرتا جاتا ہے۔ ایک متوازن اور خوشگوار زندگی گزارنے کے لئے ہر وقت مثبت کام کرتے رہنا چاہئے۔

**مثبت اور تعمیری سوچ:** یہی زندگی میں کامیابی کا سنہری طریقہ ہے۔ انسان کی زندگی میں چھوٹی چھوٹی الجھنیں آتی رہتی ہیں۔ عموماً ان کو ہم اپنی ذات پر اتنا طاری کر لیتے ہیں کہ مثبت اور تعمیری سوچ غیر متوازن ہو جاتی ہے اور پست ذہنی ہمارا مقدر بن جاتی ہے جس کی وجہ سے ہم تعمیری کاموں سے رک جاتے ہیں۔ قانون فطرت ہے کہ دنیا میں ہمارے ساتھ کوئی متقی واقعہ پیش آتا ہے، تو وہ مکمل طور پر برائیاں نہیں ہوتا، یہ دراصل ہمارے

اپنے رویے ہوتے ہیں جو کہ کسی وقت کو ہمارے لئے اچھا یا برا بنا دیتے ہیں۔ قدرت کے قانون کے مطابق کوئی بھی مخلوق دوسری مخلوق کو نہ نقصان دے سکتی ہے اور نہ فائدہ۔ اپنی شخصیت کی اصلاح کے لئے ہمیں اپنا جائزہ لینا ہوگا ہماری عادات، رہن سہن، ہمارا رویہ ہماری غذا اور سوچ کس طرح کی ہے۔ ہم اپنے روزمرہ کے اوقات میں سے دوسروں کے لئے کتنا وقت نکالتے ہیں، ہمارا رویہ کس طرح کا ہوتا ہے، ہم غذا کس طرح کی استعمال کرتے ہیں۔

**ہماری عادات کیا ہیں؟** یقین کریں یہ مثبت سوچ کی جانب اٹھا ہوا پہلا قدم ہی ہے جو ہماری نفسی کامیابی کی ضمانت ثابت ہوتا ہے۔ ہمارے اطراف بہت سی مہلک بیماریوں مثلاً ذہنی وباؤ، ذیابیطس، کولیسٹرول، دل کی بیماری السرو وغیرہ کا براہ راست ہماری سوچ اور عادت سے ہوتا ہے، یہ تمام بیماریاں ہمارے اندر پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کا علاج بھی اپنی ذات کے اندر اتر کر ہی مل سکتا ہے، یعنی اپنے آپ سے ابتداء، منفی ذہنی رویے کو مثبت رویے میں تبدیل کرنے اور دوسروں پر تنقید کی روش سے احتیاط ہی اپنی ذات کی اصلاح روحانی اور جسمانی تندرستی کا پہلا قدم ہے۔ روح تندرست ہوگی تو جسم بھی صحت مند رہے گا اور یہی بہترین معاشرے کی شروعات ہوگی۔ قدرت نے ہم سب میں کوئی ایسی بات رکھی ہے کہ ہم سب سے زندگی میں مختلف غلطیاں ہوتی ہیں جو کہ بار بار ہمیں منفی حالات میں مبتلا کر دیتی ہیں، ہمیں یہ دریافت کرنا ہوگا کہ ہم کہاں غلطی کرتے ہیں اور وہ کون سی کمی ہے جو ہمیں مسرت اور کامیابی کے عمل سے روکتی ہے؟ ”اور وہ ہے ہماری انا“

**معاف کرنا سیکھئے:** دنیا کے اکثر جھگڑے اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ ہم ہمیشہ دوسروں کے عیب تلاش کرتے ہیں اگر ہمیں اپنا عیب دیکھنے کا ہنر آجائے تو اکثر جھگڑے اپنے آپ ہی ختم ہو جائیں گے دوسروں کے عیب تلاش کرنے میں مشغول رہنا ہمیشہ اس قیمت پر ہوتا ہے کہ انسان اپنے آپ سے بے خبر ہو جائے اور اپنی شخصیت کو کھو دے۔ دوسروں کو معاف کرنا سیکھئے اور زندگی کو سہل کرتے ہوئے روحانی اور جسمانی کامیابیوں کی بلندیوں کو چھونے کی صلاحیت پیدا کیجئے۔ ہمیشہ نئی نسل کی حوصلہ افزائی کیجئے ان کو اس دنیا میں با حوصلہ اور باشعور نسل بنا کر دنیا کو ایک عظیم سرمایہ حیات دیجئے اور دوسرے جہاں میں اپنے لئے صدقہ جاریہ کا انتظام کرتے جائیں۔ درخت کی صورت میں جو کام قانون فطرت میں ہوتا ہے، انسان کی صورت میں وہی کام اس کی اپنی عقل انجام دیتی ہے، بشرط کہ انسان اپنی عقل کو صبر اور حکمت کے ساتھ استعمال کرے۔

**شکر کرنا سیکھئے:** شکوہ اور شکایت شکر کی قاتل ہوتی ہیں۔ شکایت کی نفسیات میں لکھنے والا ہمیشہ شکر کی حقیقت سمجھنے سے محروم رہتا ہے۔ قدرت کی رحمتیں ہمیشہ شکر کرنے والوں کے لئے ہوتی ہیں۔ شکر ہو تو نفرت محبت بن جاتی ہے۔ اس دنیا میں کامیابی کا سادہ اصول ہے۔ ”کم پر راضی ہو جاؤ تا کہ زیادہ پاسکو“

**صبر و اعتدال سے جینا سیکھئے:** انسان عموماً محبت اور نفرت کے معاملے میں سخت جذباتی ہوتا ہے، یہ ایک تباہ کن عادت ہے۔ ان دونوں جذبات کو عقل کے تابع کیا جانا چاہیے۔ دنیا میں دوستی اور دشمنی دونوں عارضی ہوتی ہیں اس معاملے میں اعتدال پسندی اور صبر کا راستہ اختیار کرنا ہی کامیابی کا فارمولا ہے۔ صحیح مقصد اور جدوجہد جو انسان اس راہ کو اپناتا ہے، وہ اپنی منزل پر پہنچ ہی جاتا ہے۔ کائنات مختلف مواقع اور ناموافق واقعات کی تجربہ گاہ ہے، یہی چیز ہمارے اندر زبردست جدوجہد پیدا کرتی ہے، یہ اختیار قدرت نے ہمیں دیا ہے کہ ہم کون سا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ عقل مندی یہ ہے کہ انسان ناموافق حالات کو نظر انداز کرے اور موافق راستہ تلاش کر کے زندگی میں اس کا استعمال کرے یہی طریقہ ہماری کامیابی کا ضامن ہے۔

**آئیں مل کو عہد کریں:** آج سے کسی مخلوق پر غصہ نہیں کریں گے، غیبت، حسد، انا، تکبر اور بغض سے اجتناب کرتے ہوئے تمام مخلوقات کا دل سے احترام کریں گے اور عبادات الہی پر گامزن رہتے ہوئے زندگی کے تمام معاملات میں اپنے رب سے مدد طلب کریں گے۔ بے شک اپنے رب کی مدد کے بغیر ہم ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔

☆ دوسروں کے شر سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان اپنے شر سے دوسروں کو محفوظ رکھے۔

☆ زندگی میں بڑا کام صرف وہ کر سکتا ہے جو ہمیشہ اپنے آپ کو چھوٹا کام کرنے کے لئے راضی رکھے۔

☆ محبت تو یہ ہے کہ کوئی احساس دلانے بنا و آپ کے درد کو سمیٹ لے آپ کی کمزوریوں کو ڈھانپ لے، اس میں نہ کوئی وعدے ہوں نہ انتظار اس میں کچھ طلب کرنے کی نوبت نہ آئے وگرنہ محض رابطے میں رہنا گنگلو کے بلند و بانگ دعوے کرنا زبان کا چرکا تو ہو سکتا ہے لیکن محبت نہیں۔

☆ ذہن بھی باغ جیسا ہوتا ہے، اس میں خوشبودار اور خوشنما پھول پودے نہ لگائے جائیں تو مایوسی، بے یقینی اور منفی سوچوں کی بے کار گھاس پھوس خود بخود اگنے لگتی ہے۔

☆ زندگی و ضروریات میں فرق رکھیں، خواہشات کی طرف نہ جائیں، کیونکہ ضروریات فقیروں کی بھی پوری ہو جاتی ہیں اور خواہشات بادشاہوں کی بھی باقی رہ جاتی ہیں۔

☆ میں نے اس دن سے اپنی بات کو سمجھانا یا وضاحت دینا چھوڑ دیا جس دن یہ جان لیا کہ لوگ آپ کی بات کو اپنی سمجھ تک ہی سمجھ سکتے ہیں۔

☆ ہر وقت کوئی کام کیجئے۔ کام نہ ہو تو چلئے، چل نہ سکتے ہوں تو سوچئے۔ اس طرح آپ کبھی بے کار نہیں رہیں گے۔

☆ کامیابی کا راز یہ ہے کہ انسان اپنی ناکامی کے راز کو پائے۔ انسانوں سے محبت کیجئے، محبتیں بانٹئے، خوش رہئے اور دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کیجئے۔

بشکر یہ: آل پاکستان میمن فیڈریشن کے ایونٹ "ایکسپوننٹس" میں تقسیم کئے گئے

جناب یاسین مائٹو یا کے تحریر کردہ کتابچے سے ماخوذ

## شادی مدد کی درخواست کے سلسلے میں ضروری ہدایات

☆ شادی مدد کی درخواست جمع کروانے کے لئے (بیٹی) جس کی شادی ہو رہی ہے اس کا اور

اس کے والد اور والدہ کا یا نوا میمن جماعت کا کمپیوٹرائزڈ (نیا) لائف ممبر شپ کارڈ ہونا لازمی

ہے۔ جب تک یا نوا میمن جماعت کا کمپیوٹرائزڈ کارڈ منظور نہ ہو جائے درخواست گزار کو شادی مدد فارم نہیں دیا جائے گا۔

☆ شادی مدد کی درخواست شادی سے 2 ماہ قبل جمع کروانا ضروری ہے۔

☆ یا نوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے قواعد و ضوابط کے تحت نکاح کی رسم لازم مسجد میں ادا کرنی ہوگی۔

کنوینشنل شادی مدد کمیٹی

یا نوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی



## انوکھی باتیں

1- وینزویلا کے قبیلے گوچیرا کے سربراہ کا تاج اون کی بی بی ہوتی تو پی کی طرح ہوتا ہے۔

2- البانیہ کے ضلع زڈرینا کی عورتیں سو پونڈ وزنی کپڑے پہنتی ہیں۔ ان کپڑوں میں بھاری سوتی قمیض، سوتی پاجامہ، بھاری اونٹنی موزے، سنہرے کام کیے ہوئے جوتے اور اونٹنی سایہ، دو عدد کڑھی ہوتی واسکٹیں، ایک اسپرن، گلوبند، ریشمی رومال، ایک سر پر اوڑھنے کی بھاری شال شامل ہیں۔

3- ہنس کی گردن میں 19 مہرے (جوڑے) ہوتے ہیں جبکہ زرافہ کی گردن صرف سات مہروں پر مشتمل ہوتی ہے۔



چہل قدمی صحت مندی کے لئے بے حد ضروری

## چلیے، دوڑے، چلیے

کیا آپ صحت مند رہنا چاہتے ہیں؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کو زیادہ ورزش کی ضرورت ہے، لیکن اگر آپ ایک گھنٹے تک کے بازی کی مشق نہیں کر سکتے تو مایوس نہ ہوں۔ ورزش پر تحقیق کرنے والے بیشتر افراد اس بات پر متفق ہیں کہ زیادہ ہیلتھ کلبوں میں جو مشکل ورزشیں کرائی جاتی ہیں، وہ بہتر صحت کیلئے ضروری نہیں ہیں۔ اس کے برعکس ہم سب کیلئے زیادہ اچھا راستہ یہ ہے کہ ہم چہل قدمی کریں۔

جی ہاں! چہل قدمی، وہ بھی 5-6 کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار سے اور صرف نصف گھنٹے تک ہفتے 5-6 دن۔ آپ کو اس کے فوائد فوری محسوس نہیں ہوں گے، لیکن ثابت ہے کہ مسلسل چہل قدمی سے بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ چہل قدمی دراصل مکمل ورزش ہے، یہ جسم کیلئے سب سے محفوظ ترین چیز ہے۔ اس سے گھٹنوں کو بھی آرام ملتا ہے اور دوڑنے کی نسبت اس کے بعد بھی کوئی منفی اثرات رونما نہیں ہوتے۔

روزانہ 3-4 مرتبہ 10-10 منٹ کی چہل قدمی سے مسلسل نصف گھنٹے تک چہل قدمی کے مساوی فوائد حاصل ہوتے ہیں کیونکہ چہل قدمی سے آپ کو مختلف طریقوں کے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ تاہم اس بات کی تشریح بہت مشکل ہے کہ چہل قدمی آپ کیلئے کس طرح فائدہ مند ہے۔ لیکن اب تک جمع ہونے والی بہت سی شہادتوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ چہل قدمی صحت مند رہنے کیلئے ضروری ہے۔

**امراض قلب:** چہل قدمی دل کیلئے بہت اچھی ہے جس کے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ دل کا شمار ایک طرح سے مسلز میں ہوتا ہے اور جو بھی چیز مسلز میں خون کی روانی کو تیز رکھ سکے، اس سے دل کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مسلسل چہل قدمی سے بلڈ پریشر یعنی بلند فشار خون پر بھی کنٹرول ہوتا ہے جس سے شریانوں میں دباؤ کم ہوتا ہے، خون میں کو لیسٹرول کا اضافہ نہیں ہوتا، خون غیر ضروری گاڑھا نہیں ہوتا۔ اس طرح خون میں غیر ضروری لو تھڑے پیدا نہیں ہوتے۔ اس سے دل کے دورے میں 50 فیصد تک کمی ہو جاتی ہے۔

**اسٹروک یا جھٹکا:** 14 سال کے دوران 72 ہزار 488 نرسوں کی صحت کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد ہارورڈ اسکول آف ہیلتھ کے محققین نے والوں نے حال ہی میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جو لوگ ہفتے میں چھ گھنٹے یا اس سے زیادہ چلتے ہیں ان میں دل کا دورہ پڑنے کا خطرہ 40 فیصد تک کم ہو جاتا ہے۔



ہائیکس  
قلب  
کی دوست



**وزن کنٹرول:** آپ کی عمر جتنی بڑھتی جاتی ہے، آپ کیلئے کھانے پر کنٹرول کے ذریعے اپنا وزن کنٹرول کرنا اتنا ہی مشکل ہوتا جاتا ہے۔ کم از کم نصف گھنٹے چلنے یا چہل قدمی سے کم و بیش ایک ہزار کیلو یز خرچ ہو جاتی ہیں اور پورے دن میٹابولک کی شرح میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے آپ کو موٹاپے پر قابو پانے میں نمایاں مدد ملتی ہے۔ اس لئے اگر آپ کے موٹاپے میں کمی نہ ہو تو بھی آپ کا جسم صحت مند رہے گا۔ بہت سے لوگوں نے بتایا کہ روزانہ کم از کم ایک گھنٹے چہل قدمی سے ان کا وزن کئی کلو کم ہو گیا۔

**ذیابیطس:** حال ہی میں کئے گئے دو جائزوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ طرز زندگی کی تبدیلی اور روزانہ نصف گھنٹے کی چہل قدمی سے ٹائپ ٹو طرح کی ذیابیطس سے محفوظ رہنا ممکن ہے۔ ایسے زیادہ وزن کے لوگوں میں بھی جن کا جسم گلوکوز جذب کرنے میں وقت محسوس کرتا ہے، چہل قدمی کے مثبت نتائج سامنے آئے ہیں۔ چہل قدمی کے زیادہ مثبت نتائج ان لوگوں میں دیکھنے میں آئے جن کے وزن میں 5 فیصد کمی ہوئی ہے، تاہم فن لینڈ میں تحقیق کرنے والوں نے یہ پتہ چلایا ہے کہ چہل قدمی سے اگر آپ کا وزن کم نہ ہو تو بھی اس کے مثبت نتائج سامنے آتے ہیں۔

**ہڈیوں کا بھریا یا کمزور ہو جانا:** چہل قدمی سے صرف سسز ہی مضبوط نہیں ہوتے بلکہ اس سے ہڈیوں کی بھی پرورش ہوتی اور انہیں تقویت ملتی ہے۔ جائزوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جو خواتین، بچوں اور نوجوانوں کی طرح باقاعدگی سے ورزش کرتی ہیں اور کیلشیم لیتی ہیں، بڑھاپے میں ان کو ہڈیوں کی بیماریوں کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

**آرتھرائٹس (گھٹیا) جوڑوں، گھٹنوں کا درد:** پوری دنیا میں لاکھوں افراد آرتھرائٹس گھٹنوں میں درد کا شکار ہیں۔ چہل قدمی سے جوڑوں کے گرد بافتوں کو تقویت ملتی ہے اور درد میں کمی ہوتی ہے۔ سوئٹنگ پول میں پیرا کی یا وزن اٹھانے سے بھی اس میں مدد مل سکتی ہے۔ آپ کو اپنے جوڑوں کو بہتر بنانے کیلئے ہر دوسرے دن ورزش کرنا ہوگی۔

**ڈپریشن، ذہنی دباؤ:** تیزی سے چلنے کے کچھ فوائد ہو سکتے ہیں، لیکن چہل قدمی کی عادت سے طبی اعتبار سے ذہنی دباؤ یا ڈپریشن میں کوئی مدد مل سکتی ہے؟ شہادتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ ڈپریشن سے نجات والی دوائیوں کو سکتا ہے کہ زیادہ تیزی سے کام کریں، لیکن کم از کم ایک جائزے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈپریشن کا ایسا مرض جسے دوائی دینی گئی ہو اور وہ ورزش شروع کر دے، اس پر دوبارہ مرض کے حملے کا اتنا خطرہ



نہیں ہوتا جتنا دل لینے والے مریض پر ہوتا ہے۔ ایک طبی ماہر کا کہنا ہے کہ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ چہل قدمی سے آپ کی تمام بیماریاں ٹھیک نہیں ہو سکتیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ بھی راتوں رات نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں نے کبھی ورزش نہیں کی وہ یہ نہ سوچیں کہ وہ ایک ہفتے کی چہل قدمی کے ذریعے اپنی صحت کے تمام مسائل حل کر لیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ چہل قدمی جاری رکھ کر اپنے لئے خاصی بہتری پیدا کر سکتے ہیں۔

**زندگی سے بھرپور قدم اٹھائیں :** یہاں وہ طریقے درج کئے جاتے ہیں جن سے آپ کو اپنی چہل قدمی کے اوقات مقرر کرنے اور چہل قدمی میں مدد ملے گی۔ چلنا شروع کر دیجئے، وا کر زشوز میں بیچوں کے پھیلنے کی کافی گنجائش ہوتی ہے۔ آہستگی سے چلنا شروع کریں، سلسلہ میں درد پیدا ہونے سے گریز کریں۔ بہت آہستہ آہستہ اس طرح چلیں کہ آپ خود میں گرمی بھی محسوس کریں اور پھر خود کو ٹھنڈا بھی محسوس کریں۔ اپنی چہل قدمی کا شیڈول بنالیں۔ بعض لوگ روزانہ ایک خاص قوت تک چہل قدمی کرتے ہیں۔ بعض لوگ اپنی کار مارکیٹ یا دفتر سے چند بلاک دور پارک کر کے اور لفت کے بجائے سیڑھیاں استعمال کر کے چہل قدمی کا وقت پورا کر لیتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اہمیت رکھتی ہیں اور اس بات کا ریکارڈ رکھیں کہ آپ نے کتنی دیر چہل قدمی کی اور کتنی دور تک پیدل چلے۔ بہتری کو نوٹ کرتے رہیں اور خود فعال رہیں اور بہتری کیلئے چیلنجوں کو قبول کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰ اَیُّهَا  
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

پیغمبر اللہ اور اُس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں نبی کریم ﷺ پر

اے ایمان والو تم بھی خوب ادب کے ساتھ درود و سلام بھیجوان پر

(سورۃ الاحزاب، پارہ ۲۳، آیت ۵۶)

بانتوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کا کثیر الاشاعت ترجمان

## ماہنامہ میمن سماج کراچی

بانتوا میمن برادری کے ترجمان ماہنامہ میمن سماج کراچی میں تاریخ و ثقافت کے تحقیقی و علمی مضامین، انٹرویو، فچر، احوال، سماجی و قلمی موضوعات پر معیاری معلومات کے خزانوں کو شائع کیا جاتا ہے۔ ماہنامہ میمن سماج، بانتوا میمن برادری کا واحد ترجمان ہے جو گزشتہ 66 سال سے برادری کی صحافتی، معاشرتی، سماجی اور ادنیٰ خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اس مفید اور معلومات افزا ماہنامے کو یہ وصف حاصل ہے کہ یہ میمن اور خصوصاً بانتوا میمن برادری کی نوجوان نسل کی رہنمائی کرتا اور علم و آگہی دیتا ہے۔ رسالے کو جاری و ساری رکھنے کے لئے اس کی ایک سال کی سالانہ خریداری، پیئرن فیس، لائف ممبر شپ حاصل کر کے تعاون فرمائیں۔

اس رسالے کے چند اہم فچر

- ☆ مذہبی مضامین
- ☆ آئی ٹی، کیریئر گائیڈنس، چاب کے موضوع پر مضامین
- ☆ مضامین اور دلچسپ کہانیوں کے ترجمے
- ☆ برادری کے قلمی اور رقابتی اداروں کا تعارف
- ☆ اہم شخصیات کے تعارف
- ☆ انٹرویو، فچر، یوتھ کے موضوع پر اہم مضامین
- ☆ خوش ذائقہ کھانوں کی ترکیبیں
- ☆ تاریخی اور سائنسی مضامین
- ☆ کہانیوں اور جگلوں پر تبصرے
- ☆ نظمیں اور غزلیں
- ☆ طنز و مزاح کے مضامین
- ☆ تعاریف کی رپورٹیں

ماہنامہ میمن سماج، بانتوا میمن جماعت کا ایک اہم جریدہ ہے۔ اس کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کیجئے۔ اس کو مالی طور پر مستحکم کرنے اور اس کے ادارتی اور اشاعتی کام کو احسن طریقے سے چلانے کے لئے اپنی مصنوعات کے اشتہارات عنایت فرمائیے تاکہ ایک طرف اس کی سرپرستی بھی ہو جائے اور دوسری طرح آپ کی مصنوعات کی تشہیر بھی۔

- ☆ آپ ازراہ کرم اس نیک کام میں آگے آئیے اور رسالے کی ممبر شپ حاصل کیجئے۔
- ☆ آپ اپنی فرصت میں صرف اپنی برادری کے رسالے ماہنامہ میمن سماج کا مطالعہ کیجئے۔
- ☆ فی شمارہ -/50 (پچاس روپے)
- ☆ ایک سال کی خریداری (مع ذاک خرچ) بننے کے لئے -/500 (پانچ سو روپے)
- ☆ لائف ممبر بننے کے لئے -/4,000 (چار ہزار روپے)
- ☆ پیئرن (سرپرست) بننے کے لئے -/10,000 (دس ہزار روپے)

ماہنامہ میمن سماج کی طباعت میں اخراجات کے اضافے کی وجہ سے رقم (قیمت) میں تبدیلی کی گئی ہے چونکہ کاغذ کی شدید گرانی اور پرنٹنگ کے اخراجات میں اضافہ ہوا ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی رسالے کی قیمت میں اضافہ کیا گیا ہے۔ جماعت کی جانب سے برادری کے خواتین و حضرات سے مودبانہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ ماہنامہ میمن سماج کے سالانہ خریدار، لائف ممبر اور پیئرن بن کر اس کو مضبوط اور مستحکم بنانے میں ہم سے بھرپور تعاون فرمائیں۔ لہذا ماہنامہ میمن سماج کراچی کے خریداریہ بنیں۔ اس کا مطالعہ کیجئے اور برادری کی سماجی اور قلمی سرگرمیوں سے واقفیت حاصل کیجئے۔

پتہ: ملحقہ بانتوا میمن جماعت خانہ، حوربائی حاجیانی اسکول، یعقوب خان روڈ نزد راجہ میمن کراچی

فون: 32768214 - 32728397

ای میل: bantvamejmonjamat01@gmail.com

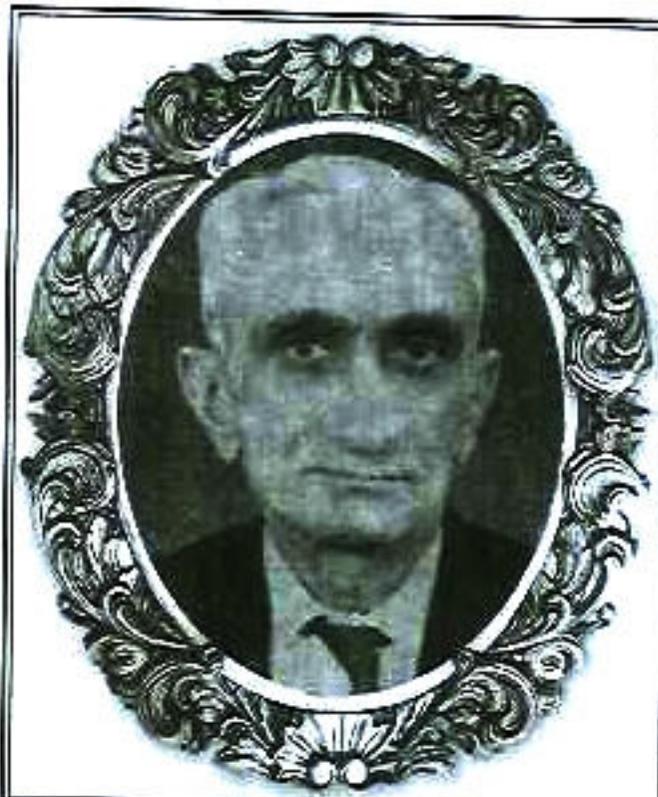
گردش ایام

فلاح انسانی کے شعبے میں

## ایک رول ماڈل پاکستانی میمن برادری

ممتاز قانون دان عبدالقادر لاکھانی ایم اے ایل ایل بی (مرحوم) کی ایک یادگار اور اہم تحریر

گجراتی سے ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل



Late Abdul Qadir Lakhani

مضمون نگار کا مختصر تعارف: حاجی عبدالقادر موسیٰ لاکھانی بھاؤنگر کے ایک معزز میمن گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں میں جب مسلمانوں میں عام تعلیم کا رواج یا شوق نہیں تھا ان کے والد نے انہیں ایل ایل بی کی ڈگری دلوائی اور وہ جوانی ہی میں قوم کی خدمات کرنے لگے۔ وہ بھاؤنگر اسٹیٹ مسلم لیگ کے بانی تھے۔ اس کے بعد وہ آل انڈیا اسٹیٹ مسلم لیگ کے نائب صدر بنے جہاں انہوں نے خطیب ملت نواب بہادر یار جنگ کے شانہ بشانہ تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ 1943ء میں کراچی میں منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے کنونشن کے وہ استقبالیہ کمیٹی کے چیئرمین تھے۔ مرحوم کا ٹھنڈا واٹر مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے بانی صدر تھے وہ کچھ عرصے کے لئے مجسٹریٹ بھی رہ چکے تھے۔

کراچی میں نومبر 1947ء میں ان کی زیر صدارت میمن برادری کا

ایک جلسہ عام ہوا جس میں میمن ریلیف کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔ اس ریلیف کمیٹی

نے بغیر کسی تفریق کے ہر شخص کی بے لوث خدمت کی۔ کراچی میں انہوں نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے سماجی خدمات میں حصہ لیا۔ وہ میمن ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے ممبر رہے۔ آل پاکستان میمن فیڈریشن کے نائب صدر اور جنرل سیکریٹری کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔ علاوہ بارہ سال تک وہ گولڈ واڈ ہال کی میمن جماعت کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ قانون دان کی حیثیت سے وہ بھاؤنگر میں مجسٹریٹ کے عہدے پر بھی رہے۔ کراچی میں وہ ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کے نائب صدر تھے۔ آپ نے جمعرات 20 دسمبر 1979ء کو دوپہر کو انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال پر سندھ ہائی کورٹ کے تمام ججوں نے کورٹ ریفرنس میں حصہ لے کر انہیں خراج تحسین ادا کیا اور اس روز سندھ ہائی کورٹ میں تعطیل رہی۔ ہفتہ 22 دسمبر 1979ء کو سندھ ہائی کورٹ میں ان کے بارے میں نل کورٹ ریفرنس ہوا۔ جس میں ان کی پیشہ ورانہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے جج صاحبان اور وکلاء حضرات نے انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

قیام پاکستان کا مطالبہ اس بات کا کھلا اظہار تھا کہ برصغیر انڈیا کے مسلمان اپنے لیے ایک ایسا آزاد وطن چاہتے تھے جہاں وہ سچے اور حقیقی

مسلمانوں کی حیثیت سے زندگی گزار سکیں۔ اسلامی تعلیمات اور دینی احکام پر عمل کر سکیں، سنت کے سانچوں میں اپنے آپ کو ڈھال سکیں جہاں برصغیر کی ہندو اکثریتی برادری کا نہ تو کوئی دخل ہو اور نہ مداخلت۔ بس اس جدوجہد کے نتیجے میں پاکستان قائم کیا گیا تاکہ اس اسلامی ریاست میں تمام مسلمانان برصغیر ایک ملت کی حیثیت سے رہ سکیں اور اپنی زندگیوں میں اسلامی قوانین کے مطابق گزار سکیں۔

اسلام ذات پات کے نظام کو نہ مانتا ہے اور نہ ہی تسلیم کرتا ہے بلکہ وہ تو ایسی تفریق سے سختی سے منع کرتا ہے۔ یہ بات صریح طور پر واضح ہو چکی تھی کہ پاکستان میں ایک ایسی قوم ایک ایسی برادری آباد ہونی چاہیے جو پاکستان کے دوسرے شہریوں سے الگ اور منفرد ہو۔

ہماری سوسائٹی، ہمارے معاشرے میں ذات پات کی تقسیم اور اس کا نظام نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم ایک ایسے معاشرے ایک ایسی سوسائٹی کے چنگل سے آزاد ہوئے تھے جہاں ذات پات کا نظام صدیوں سے رائج تھا مگر ماضی کے اس معاشرے کی جھلک ہمارے ہاں اب بھی دکھائی دیتی ہے۔ ماضی کی یہ جھلکیاں ہم میں سے آہستہ آہستہ ہی نکلیں گی، ایک دم نہیں نکل سکتیں۔ ہم مرحلے وار ہی ان کے اثرات سے آزاد ہوں گے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ماضی کے ہندوؤں والے ذات پات کے نظام کو بہر حال ختم ہونا ہے۔

مگر جہاں تک پاکستان میں آباد میمن برادری کا تعلق ہے تو موجودہ حالات میں ایک اور پہلو بھی قابل توجہ ہے۔ میمن ابتدائی اور اصلی طور پر سندھ سے ہجرت کر کے ریاست کچھ، کاٹھیاواڑ اور اندیا کے دیگر حصوں تک پہنچے تھے۔ غالباً ہجرت کا یہ واقعہ 300 سال یا 350 سال (سازھے تین صدیوں) پہلے عمل میں آیا تھا۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس دور میں سندھ کے ہندو حکمرانوں نے ان نو مسلم میمنوں کو پریشان کیا تھا جنہوں نے دین اسلام کو قبول کر لیا تھا اور اس سے اپنی زندگیوں کو روشن و منور کرنے کی کوشش کی تھی۔ انہیں اسلام کی صورت میں ہدایت کی روشنی مل گئی تھی اسی لیے انہوں نے اسے قبول کر کے اپنی زندگیوں کو اس کی ہدایات اور تعلیمات کے سانچے میں ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ چونکہ سندھ میں ہندو اکثریت اور ہندو حکمرانوں کے راج میں ان کے لیے اسلام پر قائم رہنا مشکل ہو رہا تھا اس لیے انہوں نے اندیا کے دوسرے حصوں کی طرف نقل مکانی کی جہاں کے حکمران بادشاہ اور شہزادے اس ضمن میں بڑی برداشت کے حامل تھے۔

اسی تاریخی پس منظر کے مطابق یہ حضرات اسلامی تعلیمات پر قائم رہنے کے خواہش مند تھے اور حقیقی مسلمان جیسی زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے نہ صرف خود اسلامی تعلیمات پر عمل کیا بلکہ اس دین کی تبلیغ و اشاعت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے اسلام کی اس تبلیغ کا کام صرف اندیا اور اس کے شہروں میں ہی نہیں کیا بلکہ اندیا سے باہر دوسرے ملکوں اور خطوں میں بھی کیا جہاں وہ گئے پہنچے تھے۔ ان میں درج ذیل علاقے قابل ذکر ہیں: برما، اندونیشیا، سیلون (سری لنکا)، امریکہ، برطانیہ، افریقہ، مشرق وسطیٰ، جاپان، کینیڈا وغیرہ۔ یہ لوگ دنیا کے دور دراز گوشوں تک بھی پہنچے۔ میمنوں نے نہ صرف وہاں اسلام کی تبلیغ کی بلکہ مسجدیں بھی تعمیر کرائیں اور مدرسے بھی، انہوں نے اسکول، کالج، اسپتال اور دیگر سماجی، مذہبی و تعلیمی ادارے بھی قائم کیے۔ یہ لوگ اپنی سخاوت اور فیاضی کے کاموں کے باعث محترم کہلائے۔ انہوں نے رفاہی، فلاحی و خیراتی ادارے بھی قائم کیے۔

یہاں ذہن میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ میمن رفاہی ادارے صرف میمنوں کے لیے وقف نہیں تھے اور نہ صرف میمن ان سے فیاض یاب ہو سکتے تھے بلکہ غیر میمن بھی ان سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ چونکہ ان تمام رفاہی و فلاحی اداروں کا انتظام ڈونرز (مختصر حضرات) کے ہاتھوں میں ہوتا تھا اس لیے ان اداروں کے فوائد سے تمام مسلمان بلا امتیاز رنگ، نسل یا جماعت یکساں طور پر مستفید ہوئے تھے۔ پاکستان میں آج بھی

ایسے سماجی اور فلاحی ادارے موجود ہیں جو میمنوں کی زیر نگرانی کام کر رہے ہیں۔ ان سے مجموعی طور پر تمام پاکستانی فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ان میں سے چند نمایاں نام اور ادارے یہ ہیں: داؤد فاؤنڈیشن، آدم جی سائنس کالج، عاکشہ باوانی ٹرسٹ وغیرہ۔ اس کے ذیلی ادارے بھی پاکستان بھر میں قائم ہیں۔

میمنوں کو اپنی قدیم اور زرین ثقافت اور اعلیٰ روایات پر فخر ہے۔ ایک تجارتی برادری (بزنس کمیونٹی) ہونے کی وجہ سے اس برادری نے دنیا کے مختلف ملکوں سے اچھی اور مفید روایات اور ثقافتوں کو بھی اپنایا ہے۔ ان ثقافتوں اور روایات کو اسلام کی روشنی اور اس کے خصوصی رنگ نے رسول کریم ﷺ کی اعلیٰ ترین روایات کے سانچے میں ڈھال دیا ہے اور یہ تعلیمات و ثقافتیں اور روایات بے مثال بن گئی ہیں۔

کاروباری اور تجارتی حلقے میں میمن تاجروں اور سوداگروں کو اپنی ایمانداری اور پیشہ وراثت و دیانت کی وجہ سے بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اپنے سماجی رواجوں اور خاندانی روایات کی وجہ سے میمنوں کو تو صغیٰ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ جب کبھی ہاؤسنگ سوسائٹیوں میں گھر لینے کی بات ہوتی ہے تو سبھی لوگ میمنوں کا پڑوس پسند کرتے ہیں اور ان کے قریب رہنا چاہتے ہیں۔

حالانکہ میمن برادری پاکستان کی دولت مند برادریوں میں شامل ہے مگر اس کے لوگ بڑے منکسر المزاج ہوتے ہیں۔ ان کا طرز زندگی اور رہن سہن اوسط درمیانی طبقے والا ہے۔ ایک ملٹی ملینئر (کروڑ پتی) میمن رقاہ اور فلاح کے کاموں کے لیے لاکھوں روپے کے عطیات دیتا ہے مگر جب آپ اس کے رہنے سہنے کا انداز دیکھیں گے تو وہ بالکل سادہ ہوگا۔ بعض لوگ انہیں کنبوس کہہ سکتے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ ایک سادہ، صحت بخش اور اوسط درجے کی زندگی گزارنے کے لیے خصوصی قسم کی کنبوسی درکار ہوتی ہے۔ ایسی زندگی جتنی شائستہ اور دولت کی چمک دمک سے خالی ہو اور ساتھ ساتھ یہ بھی قابل توجہ بات ہے کہ ایسے کنبوس افراد لاکھوں روپے انسانی خدمت کے لیے دے دیں۔ یہ کوئی کنبوسی نہیں ہے بلکہ سادہ رہن سہن، سادہ زندگی اور اعلیٰ فکر کی عکاس ہے۔

بد قسمتی سے ہمارے بعض میمن نوجوان موجودہ مشکل حالات کی وجہ سے اپنی قدیم، روشن اور زرین اقدار کو بھولتے جا رہے ہیں اور خود ساختہ جدید مغربی طرز زندگی کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ ہمارے نوجوان اعلیٰ زندگی گزارنے کی دوڑ میں بزرگوں کے سبق کو بھول چکے ہیں۔ اس میں غلطی ہماری بھی ہے۔ ہم اسلامی تعلیمات سے دور ہو چکے ہیں اس کے درس ہم نے بھلا دیئے ہیں اور پھر مغربی روایات اور کلچر خاص طور سے غیر ملکی کلچر نے ان نوجوانوں کو اپنے سحر میں جکڑ لیا ہے۔ آج کی امریکی سوسائٹی اور کلچر کی بنیاد خالصتاً مادی آسائشوں پر رکھی گئی ہے۔ آج کے دور میں انسان کے سماجی مرتبے کو اس طرح ناپا جاتا ہے کہ اس کے پاس کتنی کاریں ہیں جبکہ اسلام میں انسان کے مرتبے اور اس کی حیثیت کو دوسرے انداز سے جانچا جاتا ہے۔ اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور اس کی تخلیق کا مقصد و مقناہ یہ ہے کہ یہ اپنے ہی جیسے انسان کے کام آئے۔ اس کی خدمت کرے۔ ان کے لیے فائدے مند ثابت ہو۔ اگر ایک لمحے کے لیے ہم خاموش ہو کر غور کریں اور توجہ سے کچھ دیر سوچیں تو ہم پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ انسان پر آج تو مشکلات آئی ہوئی ہیں اور جن مسائل نے اسے ہر طرف سے اپنے چنگل میں جکڑ رکھا ہے، اس کی وجہ مغربی تہذیب و ثقافت کے پیچھے بھاگنا اور مادہ پرستی ہے۔

ذرا ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہونے والے جرائم کی شرح پر نظر ڈالیں۔ وہاں کی بے ترتیب اور بکھری ہوئی فیملی لائف (خاندانی زندگی) پر غور کریں، وہاں کے نوجوان اور کم عمر بچے جرائم کی طرف راغب ہو رہے ہیں، وہ نشے اور منشیات کے عادی ہو رہے ہیں۔ وہ ہر وہ ہر کام

انجام دیتے ہیں جو کسی بھی معاشرے یا سوسائٹی کو تباہ کرنے کا سبب ہوتا ہے۔

مگر ہمارے اسلامی معاشرے میں ہمارا اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ ہر لمحہ ہماری مدد کرتا ہے۔ امریکہ اور دوسرے مغربی ملک جس خاندانی انتشار اور سماجی برائی میں پھنس چکے ہیں، ایسے میں پاکستانی میمنوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کو مغربی ثقافتی یلغار سے بچائیں اور ان کی زندگیوں کو ایک بار پھر اسی قدیم نمونے کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں جو اسلام نے ہمیں دیا ہے۔ حقیقی اسلامی طرز زندگی کو اپنانے میں ہی ہم سب کی بھلائی ہے۔

میمن حضرات بزنس اور کاروبار میں ترقی کے علم بردار ہیں، انہوں نے صنعت و کاروبار کی بنیاد رکھی ہے۔ انہوں نے کچھ عرصہ پہلے ہی تو حقیقی تعلیمات (اسلامی) کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالا تھا۔ ان کا طرز زندگی منفرد ہے۔ ان کے حقیقی سماجی رویوں نے دنیا کے دیگر لوگوں اور قوموں کے لیے مثالیں قائم کی ہیں۔ بلاشبہ میمن کمیونٹی ایک رول ماڈل پاکستانی برادری ہے۔ اسے دوسروں کے لیے ایک بار پھر رول ماڈل بنانا ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہے، اگر ہر پاکستانی اسی مثال پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو بہت جلد ذات پات کی رکاوٹیں ختم ہو جائیں گی۔ ہم کو ایک پرچم تلے جمع ہو کر آل پاکستان میمن فیڈریشن کو مستحکم کرنا ہے۔ ہمارے اجتماعی مسائل میمن فیڈریشن حل کر سکتی ہے۔ پھر یہ بھی ہو سکے گا کہ پورا پاکستان ایک وسیع و عریض میمن برادری بن جائے گا مگر یہ ایسی برادری ہوگی جس میں اصل روح، اتفاق و اتحاد کے جذبے اور عطر کی ضرورت ہوگی جو اپنی جماعت سے وابستہ ہو کر اور میمن فیڈریشن سے رابطہ استوار رکھ کر ہم دوسروں سے ممتاز ہوں گے۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں:

شاخ بریدہ سے سبق اندوز ہو کہ تو نا آشنا ہے قاعدہ روزگار سے  
ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ پیوستہ رو شجر سے امید بہار رکھ

بشکریہ: روزنامہ وطن گجراتی کراچی۔ 12 جنوری 1968ء

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

برادری سے پرورد اپیل



بانٹوا میمن برادری سے اپیل کی جاتی ہے کہ آپ کے یہاں ہونے والی ہر خوشی کے موقع پر مہمانوں کو دعوت کا کھانا کھلانے کی ابتداء رات 10 بجے سے شب 10.30 بجے کے دوران کر دیں تاکہ مہمانوں کو تکلیف سے نجات ملے اور موجودہ خراب اور غیر محفوظ حالات میں وہ بروقت اپنے اپنے گھروں کو پہنچ سکیں۔

آپ کے تعاون کا طلب گار

اعزازی جنرل سیکریٹری

بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

## تاریخ کے جھروکوں سے۔ ایک معلومات افزا تحریر

# تاریخ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

## بانٹو اور کتیانہ کا المیہ

گجراتی زبان کے سینئر ریسرچ اسکالر تاریخ و ثقافت حبیب لاکھانی مرحوم کی ایک اہم تحریر

برصغیر کے جنوبی ساحل پر واقع جزیرہ نما کاٹھیاواڑ کی ریاست جونا گڑھ  
پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی سب سے پہلی ریاست تھی۔ بھارت کی افواج  
اور گاندھی جی کے نتیجے میں شامروڈ اس گاندھی کی رہنمائی میں عارضی سرکار نے 9 نومبر  
1947ء کو ریاست جونا گڑھ پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اس کے نتیجے میں ریاست جونا  
گڑھ کا نام و نشان مٹ گیا۔ دولت مند مسلمانوں کے مراکز بانٹو اور کتیانہ تباہ و برباد  
ہو گئے۔ ریاست کے مسلمانوں کے علاوہ کاٹھیاواڑ اور گجرات کے لاتعداد  
مسلمانوں کو اپنا گھریا چھوڑ کر پاکستان کی جانب ہجرت کرنا پڑی۔



Late Habib Lakhani

انہی گجراتی مسلمانوں کی تجارتی اور صنعتی سوجھ بوجھ، جوش و دلولے کے  
نتیجے میں پاکستان کی نوزائیدہ اور کمزور معیشت مضبوط ہو گئی۔ انہی گجراتی مسلمانوں  
نے پاکستان کی اقتصادی خوشحالی کی بنیاد رکھی اور اس طرح جونا گڑھ کی خاک  
پاکستان کو خوشحال کر گئی۔ جونا گڑھ کے اسی الحاق اور انہی نتائج کی یہ ایک فراموش  
شدہ داستان ہے۔ ”ماہنامہ پرستے گجراتی“ نومبر 1993ء میں مطبوعہ تحریر کا اردو ترجمہ کھتری عصمت علی پٹیل نے کیا ہے۔ جسے قارئین کی  
معلومات کے اضافے کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جونا گڑھ پر قبضہ کے بعد میمن برادری کے دو بڑے دولت مند اور تجارتی شہروں کتیانہ اور بانٹو میں وسیع پیمانے پر جولوٹ مار کی گئی تھی، اس  
کے بارے میں بھارت کے مورخین کی تصانیف میں کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ پھر بھی حکومت ہند کی وزارت برائے ریاستی امور کے خاص افسر مسز  
وی۔ پی۔ سنن کے قلم سے اتنے الفاظ ضرور نکل گئے ہیں۔  
”کتیانہ میں عارضی حکومت کے آدمیوں کا کوئی سامنا کیا گیا تھا اور جس کے بدلے میں انہوں نے کچھ لوٹ مار کی تھی اور آگ وغیرہ  
لگائی تھی۔ عارضی حکومت کے مجموعی طور پر اچھے برتاؤ اور نظم و ضبط کے نام پر کتیانہ میں رضا کاروں کا برتاؤ صرف واحد کلنگ ہے۔“

دوسری جانب ایک بھارتی مصنف نے کچھ اس قسم کا بھی ذکر کیا ہے۔ "16 نومبر 1947ء سے 3 دسمبر 1947ء کے درمیان پندرہ روز میں تجارتی شہر بانٹوا کے زیادہ تر میمن برادری کے افراد پاکستان پہنچ گئے"

کتیانہ کی عارضی حکومت کے نام پر کلنگ لگانے والے کیا واقعات تھے؟ اور بانٹوا کے ہزاروں میمن حضرات صرف پندرہ روز میں کیوں اجتماعی ہجرت کر گئے تھے؟

کاٹھیاواڑ کے مسلمان برصغیر کی تقسیم تک اور اس کے بعد کافی عرصہ تک پاکستان میں رہائش پذیر ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ کردہ اراضی پر ایک نئی اسلامی مملکت کی تخلیق میں انہوں نے جو کچھ تعاون کیا تھا، اس پر انہیں اطمینان تھا۔ قائد اعظم اور لیاقت علی خان نے بھارت میں رہنے والے مسلمانوں کو بھارت کا وفادار شہری بن کر رہنے کی تلقین کی تھی۔ کاٹھیاواڑ اور گجرات میں بھارت کے جشن آزادی میں مسلمان برابر شریک رہتے تھے۔ جونا گڑھ پر عارضی حکومت کے قبضہ، میمنوں کو سردار پٹیل کی دھمکی اور کتیانہ اور بانٹوا کی لوٹ مار تک ان کی سماجی اور قلمی سرگرمیاں پہلے کی طرح برابر جاری تھیں اور مستقبل کی قلمی اسکیموں کے لئے چندے بھی جمع کئے جا رہے تھے۔ انہوں نے بھارت کے دوسرے علاقوں سے پاکستان پہنچنے والے مہاجرین کی امداد (داد رسی) کے لئے کراچی میں شروع کئے گئے "قائد اعظم ریلیف فنڈ" میں بھی کافی رقمات بھجوائی تھیں۔

**بانٹوا میں جھنڈا وندن اور حسینی سر بلندی:** بانٹوا پر بھارتی یونین کی جانب سے اکتوبر 1947ء کے آخر میں بلا مقابلہ قبضہ کر لیا گیا تھا۔ بھارتی حکام نے بانٹوا کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر مسٹر جے سکھ لال بچ (Jaisukh Lal Buch) کا تقرر کیا تھا۔ بانٹوا کی اکثریت میمنوں پر مشتمل تھی۔ یہ اکثریت پاکستان کی بڑی حامی تھی۔ اس کے باوجود بانٹوا کی ہندو آبادی کو کبھی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی۔ حقیقت یہ تھی کہ میمن تاجروں کے صدر دفتر میں مہتاجی (منیجر) اور حساب نویس (اکاؤنٹنٹ) ہندو ہی تھے اس کے علاوہ مختلف انتظامی عہدوں پر بھی ہندو بڑی تعداد میں فائز تھے۔ دھوبی، حجام، نائی، لوہار اور دیگر کاریگر بھی ہندو تھے۔



نواب محمد جہانگیر خانجی (مرحوم)



نواب محمد دلاور خانجی (مرحوم)



نواب سر مہابت خانجی (مرحوم)

اس کے باوجود بھارتی قبضہ کے بعد بانٹوا کی فضا ٹیڑھے لگی اور کشیدگی بڑھنے لگی۔ ریاست جونا گڑھ میں عارضی حکومت کی پیش قدمی اور بھارتی افواج کی موجودگی سے ہندوؤں کے حوصلے بلند ہونے لگے اور انہوں نے پاکستان کے جوشیلے حامیوں کو مختلف طریقوں سے پریشان کرنا شروع کر دیا۔ اس میں جھنڈا وندن (پرچم کشائی) کے واقعہ نے مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کے غم و غصہ اور اشتعال میں مزید اضافہ کر دیا۔ جونا گڑھ پر بھارتی یونین کا قبضہ ہونے کے بعد فوراً ہی بانٹوا میں ہندوؤں کی جانب سے ایک جلوس نکالا گیا۔ اس جلوس میں قابل اعتراض نعرے لگائے گئے اور راستے میں واقع دکانوں کے مسلمان مالکوں کو ہراساں کیا گیا۔ جلوس کے بعد جیل کے قریبی میدان میں "جھنڈا وندن" (پرچم کشائی) کی تقریب منعقد کی گئی۔ اس موقع پر شہر کے متعدد مسمن رہنماؤں کو مدعو کیا گیا اور انہیں بھارتی جھنڈے کو ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر سلام کرنے کا حکم دیا گیا۔ سفید ریش بزرگ سینھ حسین قاسم دادا نے جھنڈے کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کر دیا۔ انہوں نے بلا خوف کہا!

”ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کا سر صرف اللہ رب العزت کے سامنے ہی جھک سکتا ہے اس کے سوا کسی اور کے سامنے نہیں۔“

حسین سینھ کا یہ جواب سن کر ایک سکھ سپاہی نے مشتعل ہو کر ان کے سامنے اپنی بندوق تان لی۔ لیکن اس کے لیلی دبانے سے پہلے مسزنج نے مداخلت کر کے اسے روک دیا۔ حسین سینھ کے اس جواب سے تقریب پر سناٹا چھا گیا۔ دیگر مسلمان بھی ثابت قدم رہے۔ کسی نے بھی جھنڈے کو "نمن" (سلام) نہیں کیا اور تقریب ختم ہو گئی۔

**بانٹوا کی لوٹ اور میمنوں کی ہجرت:** کچھ دنوں بعد 26 اکتوبر 1947ء کو عید الاضحیٰ کا موقع آ گیا۔ اس وقت تک ماحول بہت کشیدہ ہو چکا تھا۔ بانٹوا کے مسلمان نماز عید ادا کرنے گئے عید گاہ تک بھی نہ جاسکے اور انہوں نے اپنے اپنے محلوں کی مساجد میں نماز عید قرباں ادا کی۔

9 نومبر 1947ء کو جونا گڑھ پر بھارتی قبضہ ہونے کے اگلے روز کتیانہ میں خونریزی اور لوٹ مار کی گئی۔ اس کے ساتھ بانٹوا کے اطراف میں واقع دیہات کے باشندے میمنوں کے اس مشہور دولت مند اور تجارتی شہر کو بھی لوٹنے کے منصوبے بنانے لگے۔ جونا گڑھ پر قبضہ کے پورے ایک ہفتہ کے بعد یعنی 16 نومبر 1947ء کی شب بانٹوا میں اچانک کرفیو نافذ کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی اطراف کے دیہات سے جمع ہونے والے لٹیروں نے اپنی کارروائی شروع کر دی۔ بڑے بازار کی دکانوں اور چند دیگر مقامات کو نذر آتش کر دیا گیا۔ ہوائی فائرنگ کر کے مکانات کے دروازے کھلوائے گئے۔ میمنوں کی دور دراز کے علاقوں میں سالہا سال کی محنت اور تجارت کے نتیجے میں جمع کی گئی دولت اور قیمتی اشیاء کے خاصے بڑے حصے کو ایک ہی رات میں لوٹ لیا گیا۔ لٹیروں نے چاندی اور میرے کے جڑاؤ زیورات، نقد رقوم اور قیمتی ملبوسات لوٹنے میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ خوفزدہ میمن اپنے قیمتی اثاثوں کو خاموشی سے لٹا دیکھتے رہے۔ اپنی حسب خواہش اشیاء آسانی مل جانے کی وجہ سے لٹیروں نے بھی کوئی زبردستی نہیں کی اور کوئی بھی شخص زخمی نہیں ہوا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بانٹوا کے بعض محلوں کو لوٹ لیا گیا۔ جبکہ کچھ محلے اس لوٹ مار سے مکمل طور پر محفوظ رہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یہ لوٹ مار بانٹوا کے باہر سے آنے والے دیہاتیوں نے ہی چھائی تھی اور انہیں جن محلوں میں مقابلے کا خدشہ تھا ان کی جانب انہوں نے رخ بھی نہ کیا۔ میمنوں کو اب بانٹوا میں اپنے مستقبل کی کوئی امید نظر نہ آتی تھی۔ اس لئے صبح کرفیو اٹھنے کے ساتھ ہی میمنوں نے بغیر کسی طے شدہ پروگرام

کے اجتماعی ہجرت شروع کر دی۔ میمن خاندان صرف اتنے ہی کپڑے اور دیگر سامان جسے وہ از خود اٹھا سکتے تھے ساتھ لے کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہونے لگے۔ راستے میں جگہ جگہ ان کے سامان کی تلاشی لی گئی اور بہت سی اشیاء چھین لی گئیں۔ اسٹیشن پر اور ٹرین میں سوار ہونے کے بعد بھی کافی فاصلے تک انہیں پریشان کیا گیا۔

ان کی ہجرت کا سلسلہ مسلسل پندرہ روز تک جاری رہا۔ بانٹوا کے تقریباً تمام میمن خاندان بمبئی یا کاٹھیاواڑ کے شمال مغرب میں واقع ریاست بڑودہ کی بندرگاہ "اوکھا (OKHA)" پہنچ گئے جہاں سے انہیں کراچی پہنچا دیا گیا۔ جناب وی۔ ایچ۔ اے غنی جو کسی زمانے میں ڈھا کہ اسٹاک ایکسچینج کے صدر بھی رہے تھے، انہوں نے مئی 1950ء میں کلکتہ میں سردار فیمل کو ایک ملاقات میں بتایا کہ کتیانہ اور بانٹوا میں لوٹ مار کے صرف ایک ماہ کے دوران دو ہندو مسلمان تاجروں نے بھارت سے حبیب بینک کی معرفت اسی (80) کروڑ کی رقومات پاکستان منتقل کر دی تھیں۔ اسی طرح تجارتی چہل پہل اور گہما گہمی کا حال شہر بانٹوا اور ایران ہو گیا۔ اس کے بعد بانٹوا میں دیگر قومیں آباد ہوئیں لیکن وہ شان و شوکت اور جاہ و جلال جو میمنوں کے دور میں اسے حاصل تھا وہ صرف تاریخی یاد دہانی کہانیاں بن کر رہ گیا۔

**میمنون کا کردار:** کاٹھیاواڑ کے میمن مسلم لیگ کے پر جوش حامی تھے جس کے نتیجے میں بانٹوا اور کتیانہ کے میمنوں کو مکمل طور پر لوٹ لیا گیا۔ بیشتر دیگر مقامات کے ہزاروں میمنوں کو اپنے گھریلو کاروبار اور کروڑوں روپے کی املاک چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا۔ اس ہجرت کے نتیجے میں مختلف طبقوں کے میمنوں کو کل کتنا نقصان ہوا اس کا صحیح تخمینہ لگانا تو ناممکن ہے لیکن ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ نقصان کئی ارب روپوں تک جا پہنچتا ہے۔ میمن برادری کے مختلف چوٹی کے تاجروں کو بھارت میں املاک اور دیگر اثاثوں کا کتنا بھاری نقصان ہوا، اس کی صرف ایک مثال یہاں پیش کی جا رہی ہے۔

بانٹوا میں سینٹھ حسین قاسم دادا کے خاندان کی کل دو کروڑ اٹھائیس لاکھ روپے کی غیر منقولہ جائیداد تھی۔ اس میں سے دو کروڑ روپے کی جائیداد "وقف الاولاد" کے طور پر قاسمی فنڈ کے نام تھی۔ بیس لاکھ روپے کی رقم دیگر مقاصد کے لئے حسینی فنڈ کے نام تھی اور آٹھ لاکھ روپے کے جائیداد حسین قاسم گرانٹ اینڈ چیئر شپیل وقف فنڈ کے نام تھی۔ ان کی اس تمام متروکہ جائیداد کے دعویٰ کے نتیجے میں ان کو اور ان کے دس بیٹوں کو پاکستان میں پینتیس لاکھ روپے کا معاوضہ دیا گیا تھا۔ آزادی کے وقت برصغیر میں ان کی 102 کاروباری شاخیں موجود تھیں جن میں سے دس کے سوا باقی تمام بھارت میں واقع تھیں۔ حکومت بھارت نے ان تمام شاخوں کو متروکہ جائیداد قرار دے کر ضبط کر لیا تھا۔ ان تمام شاخوں میں کروڑوں روپے کا تجارتی سامان موجود تھا۔ ان میں سے کئی شاخیں اپنی نجی عمارتیں رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ مختلف بینکوں اور صنعتوں میں دادا خاندان کے پچاس لاکھ روپے نقد اور حصص بھی تھے۔ انہیں ان تمام املاک اور اثاثوں کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔ دیگر تاجروں نے بھی کروڑوں روپے بینک کی نقدی، حصص، تجارتی سامان، جائیدادیں اور اثاثہ گنوا دیئے۔

اس کے باوجود میمن برادری نے دو چیزیں نہیں کھوئی تھیں۔ کاٹھیاواڑ کے باہران کی جو وسیع تجارتی سلطنت پھیلی ہوئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ متروکہ جائیداد قرار دیکر بھارتی کسٹوڈین نے ضبط کر لیا تھا۔ پھر بعض تاجروہاں سے اچھی خاصی نقد رقومات اپنے ساتھ لانے میں کامیاب رہے تھے جس نے پاکستان کی متزلزل معیشت کو سہارا دینے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ دوسری چیز جو ٹھیرے میمنوں سے نہ لوٹ سکے تھے وہ ان کی تجارتی سوجھ بوجھ، حوصلہ اور مہارت تھی جو ان کو کسی بھی نئے مشکل اور پیچیدہ حالات میں بھی نہایت مختصر عرصہ میں صف اول تک پہنچانے کی طاقت رکھتی

تھی۔

**بانٹو اور کتیانہ کی بربادی۔ پاکستان کی خوشحالی:** پورے کاٹھیاواڑ کے تو کجا لیکن صرف بانٹو کے میمنوں کی ہجرت سے پاکستان کو کتنے بڑے فوائد حاصل ہوئے، اس کا ذکر معروف مصنف جناب رئیس احمد جعفری نے حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔ "سردار گڑھ اور بانٹو پر ہندوستانی فوجوں نے قبضہ نہ کیا ہوتا اور وہاں کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ نہ توڑے ہوتے تو پاکستان کو اتنا بڑا نقصان پہنچتا کہ اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا۔ کاٹھیاواڑ کے سردار گڑھ، بانٹو اور کتیانہ کے میمنوں میں کوئی کروڑ پتی اور کوئی ارب پتی بھی تھے مگر لکھتی تو نہ جانے کتنے تھے ان کا کاروبار وسیع تھا اور ہر طرف پھیلا ہوا تھا تقسیم ہند کے بعد ان کا قطعاً یہ ارادہ نہیں تھا کہ ترک وطن کر کے پاکستان چلے جائیں جو ان کی کب سے ضرورت محسوس کر رہا تھا۔

کیونکہ نہایت منظم طور پر سندھ کے ہندو ساہوکار، تاجر و صنعتکار اپنا سارا سرمایہ لے کر ہندوستان آ گئے تھے سندھ کے کئی ہندو ہندوستان آ گئے تھے۔ سندھ میں کسی ہندو کی نکسیر تک نہیں پھوٹی تھی۔ لیکن سرمایہ داروں نے صرف اس لئے ترک وطن کیا تھا کہ پاکستان کی معیشت کو دھکا لگے اس طرح وہ اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکے گا کیونکہ نہ اس کے پاس سرمایہ دار ہیں نہ تاجر نہ صنعتکار، اس کا دیوالیہ ہونا ایک قطعی اور یقینی امر ہے۔ لیکن بانٹو اور کتیانہ کے میمن جب ہدف ستم بنے تو اپنی مہارت اور سرمایہ لے کر پاکستان آ گئے اور یہاں آتے ہی انہوں نے ہندوؤں کا چھوڑا ہوا کاروبار اس خوبی سے سنبھال لیا جیسے کہ ہمیشہ سے وہ یہیں رہتے اور کام کرتے چلے آئے تھے۔"

اس موضوع پر مدبر نواب صدیق علی خان اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔

"اقتصادیات کے ہندو ماہرین نے مجوزہ ملک پاکستان کے قیام کے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ ہندو جاتی کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ نیا ملک ایک دن سے زیادہ قائم نہیں رہ سکے گا اور ثابت کرنے کے لئے اعداد و شمار پیش کئے۔ تحقیقات کی رپورٹیں پیش کی گئیں۔ ہر وہ چیز پیش کی گئی جس سے اس امر کو تقویت پہنچے گی پاکستان ایک مٹی کا گھروندو ہے جو خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ جس وقت چاہیں گے اس کو پیروں تلے رگڑ دیں گے۔ دوسرا یہ بھی گھمنڈ تھا کہ تجارتی منڈیوں پر مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کا ابھی بہت کچھ قبضہ ہے اور بعد میں تو پورا قبضہ ہو جائے گا۔ پھر مسلمان کیسے پنپ سکیں گے۔ تیسرے وہ اس غرور میں بھی سز رہے تھے کہ مسلم علاقوں سے ہندوؤں اور تاجروں کا فوراً انخلا کر کے پاکستان کو مفلوج کر دیں گے اور اس غلط فہمی میں بھی مبتلا تھے کہ کبھی اور میمن بھائی جنہوں نے ہندوستان میں کروڑوں روپیہ کا سرمایہ تجارت اور املاک میں لگایا ہے وہ ہندوستان کو کبھی چھوڑ کر پاکستان نہیں جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا یہ قیاس بال کل درست تھا کیونکہ ہمارے تاجر بھائی اپنا کاروبار اور مال و متاع ہندوستان میں چھوڑ کر نہ آتے۔ لیکن اللہ بھلا کرے سردار دلہ بھائی پٹیل کا جنہوں نے دھوراجی میں مسلم تاجروں کو دھمکی دی اور ان سے توہین آمیز سلوک کیا۔ ہم اس پر سابق صدر کانگریز اچاریہ کرپٹانی کو بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ انہوں نے بلاوجہ ہمارے صوفی منش ہندو بھائیوں پر اپنا ذاتی اثر ڈال کر اور ڈراؤنے خواب دکھلا کر راجدہاہر کے ملک کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس خلاء کو جنوبی وسط ہند اور راجھستان سے آنے والے مسلمانوں نے پر کیا۔ ہمارے ہندو بھائی بغیر کسی روک ٹوک کے پاکستان سے دھمن دولت یہاں تک کہ طوٹے کا بیجرہ اور سل بڑے تک لے کر بھارت ماتا کے چرنوں میں بیٹھنے کے لئے چلے گئے وہ تو بغیر کسی روک ٹوک کے اس طرح گئے جیسے کوئی ایک ہی شہر میں ایک محلے سے دوسرے محلے میں منتقل ہو جائے۔"

قائد اعظم کی سخت تاکید تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی چھیڑ خانی نہ ہو اور انہیں آنے جانے اور ان کے اثاثہ کو لے جانے کی مکمل آزادی ہو اور اس لئے ہی روزانہ گدھے اور اونٹ گاڑیوں کا بندرگاہ تک ایک تانتا بندھا رہتا تھا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جانے والے جو درغلز اور گمراہ کئے گئے تھے۔ حسرت و یاس سے اپنے وطن عزیز کو آخری بار دیکھتے ہوئے ہمیشہ کیلئے رضا کارانہ طور پر چھوڑ رہے تھے۔ یہ لوگ زندہ دل، جنائش لیکن عیش پرست تھے۔ ان کے جانے سے ہمارے ملک میں ایک عرصے تک بے رونقی رہی اور اقتصادی زندگی بھی چند دنوں کے لئے متاثر ہوئی۔ مین بھائیوں، دہلی کے سوداگروں اور دیگر مسلم تاجروں نے بجلی کی سرعیت سے کام کر کے ملک کے اقتصادی نظام کو ایسا سنبھالا کہ عقل حیران رہ گئی۔

(مجموعی سے اردو ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل)

بولنے سے پید سوچیں کہ آپ کیا بولنے جا رہے  
 ہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں یہ آپ کی  
 شہرہ نگ کا باعث ہو اور آپ کو افسوس  
 کرنا پڑے۔

آپ کے تعاون کے بغیر سماج میں غلط رسم و رواج کے  
 خاتمے کے لیے جماعت کی کوششیں  
 کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتیں

## ہمارے خدمات

- اس سال 2021 میں (جولائی 2021 تا دسمبر 2021) 6 ماہ میں 350,000 سے زائد مریضوں کو طبی سہولیات فراہم کی جائیگی ہیں۔
- 2020-21 میں غریب اور مستحق مریضوں کے علاج پر تقریباً 115,000,000 روپے سے زائد زکوٰۃ خزانہ سے خرچ کئے جا چکے ہیں۔
- 2020-21 میں دل کے امراض، کینسر کے امراض، ہیپاٹائٹس اور تھائیرائیڈ کے امراض کے مریضوں کے علاج وغیرہ (جن کی سہولیات ہمارے ہسپتال میں موجود نہیں) کے لئے دوسرے ہسپتالوں میں 5,000,000 روپے زکوٰۃ خزانہ سے خرچ کئے جا چکے ہیں۔
- 2020-21 میں مریضوں کے علاج پر 43,300,000 روپے جرنل خزانہ سے خرچ کئے جا چکے ہیں۔
- 2020-21 میں بانٹوا میمن خدمت کمیٹی نے اپنے ماتحت چھتے والے اداروں میں جدید طبی آلات سے آراستہ کیا جن میں،
- بانٹوا ہسپتال میں کرونا وائرس کا ٹیسٹ کیا گیا جس میں قرینیت یافتہ ٹیسٹ، ونٹی لیسر اور دوسری ضروری سہولتیں موجود ہیں۔

- بانٹوا ہسپتال میں آکسرینڈ پارٹنٹ میں دو عدد ڈی۔آر مشین
- بانٹوا ہسپتال میں دو عدد انٹراساؤنڈ گھڑی و پلر
- بانٹوا ہسپتال میں میموگرام (چھاتی کے سرطان کی تشخیص کی مشین)
- بانٹوا ہسپتال کی لیبارٹری میں دو عدد پائینو کمپیسٹری ایٹالائزر
- بانٹوا ہسپتال میں پورٹ ایل ایکس مشین
- بانٹوا ہسپتال میں ڈائلاٹس کے بارہ SYSTEM نصب کئے جائیں گے (کام جا رہی ہے)
- بانٹوا ہسپتال اور بانٹوا انٹرنس ہسپتال نے کوویڈ-19 کی
- 38658 پکٹیشن لگ چکا ہے 10 جنوری 2022 تک
- بانٹوا ہسپتال میں این ٹی ٹی کی مشین لگائے جائیں گے (کام جا رہی ہے)
- بانٹوا انٹرنس ہسپتال میں ایکس مشین
- بانٹوا انٹرنس ہسپتال کی لیبارٹری میں ایک عدد پائینو کمپیسٹری ایٹالائزر
- بانٹوا انٹرنس ہسپتال میں PORTABLE ایکس مشین
- بانٹوا انٹرنس ہسپتال میں دو انٹراساؤنڈ گھڑی و پلر
- بانٹوا جیٹائی میڈیکل میں انٹراساؤنڈ مشین
- بانٹوا ہسپتال اور بانٹوا انٹرنس ہسپتال میں تمام سکن برادری کے لئے قریبی PCR ٹیسٹنگ

## مستقبل کے منصوبے

بانٹوا میمن خدمت کمیٹی اپنے زیر انتظام چھتے والے اداروں کو جدید طبی سہولیات سے آراستہ کرنا سلسلہ برپا کر رہی ہے تاکہ مریضوں کو بہترین علاج فراہم کیا جاسکے۔ لہذا

- آئندہ سال 2021-22 میں غریب اور مستحق مریضوں کے علاج کے لئے پانچ کروڑ روپے (RS. 25,00,00,000) سے زائد زکوٰۃ خزانہ کا ہے۔

- آئندہ سال 2021-22 میں سفید پوش مریضوں کے علاج کے لئے ہزاروں کروڑ روپے (RS. 7,00,00,000) کی ضرورت ہے۔

ان مقاصد کے حصول کیلئے بانٹوا میمن خدمت کمیٹی تمام محترم حضرات سے زیادہ سے زیادہ تعاون کی اپیل کرتی ہے

**BANTVA MEMON KHIDMAT COMMITTEE**

**OUR SERVICES**

In the 6 Months of the year 2021 (July 21 to December 21) Medical treatments were given to more than 350000 patients.

- Almost Rs.115 Million (One Hundred Fifteen Million Rupees) were spent from ZAKAT FUND on medical treatment of patients in the year of 2020-21.
- Rs. 5 Million (Five Million Rupees) were spent from ZAKAT FUND hospital for treatment of patients of Heart Diseases, Heart Surgery, Dialyses, Thalassemia, Cancer and Hepatitis Etc. in the year of 2020-21.
- Rs.43.3 (Forty Three Million Three Hundred Thousand Rupees) were spent from GENERAL FUND on medical treatment of patients in the year of 2020-21.
- In the year of 2020-21 Bantva Memon Khidmat Committee has Inducted Latest Machineries & Equipment in its Institutions which are as follows.
- Mammogram Machine in Bantva Hospital ( A Machine to Diagnose Breast Cancer)
- 2 X-Ray Machine X-Ray Department of Bantva Hospital.
- 2 Biochemistry Analyzers in the Laboratory of Bantva Hospital.
- 2 Ultrasound Color Doppler in Bantva Hospital.
- 12 Dialysis System will be installed of Bantva Hospital (work in progress).
- ETT, will be installed of Bantva Hospital (work in progress).
- In the time of pandemic a Corona Ward was initiated in Bantva Hospital with all necessary equipment, trained staff and ventilators.
- 1 Portable X-ray Machine in Bantva Hospital.
- Total Vaccination 38658 (till 10-01-2022) Done in Bantva Hospital & Bantva Anis Hospital.
- 2 Ultrasound Color Doppler in Bantva Anis Hospital.
- 1 Biochemistry Analyzers in the Laboratory of Bantva Anis Hospital.
- 1 Ultrasound Machine in Bantva Gillani Medical.
- 1 X-Ray Machine X-Ray Department of Bantva Anis Hospital.
- Free PCR Testing in Bantva Hospital & Bantva Anis Hospital For All Memon Communities.

**FUTURE PROGRAM**

Bantva Memon Khidmat Committee has continuously been striving its best to equip the institutions running under its supervision with latest equipment & facilities to provide better medical treatment facilities to patients. Hence:

- For the year 2021-22 there is a need of more than Rs.250 Million (Two Hundred Fifty Million Rupees) in ZAKAT FUND for treatments of needy and poor patients.
- For the year 2021-22 there is need of more than Rs.70 Million (Seventy Million Rupees) for GENERAL FUND to help patients.

**Bantva Memon Khidmat Committee is looking forward for your regular cooperation and appeals you to donate more and more , enabling us to achieve the said targets.**

**BANTVA MEMON KHIDMAT COMMITTEE**

ایک اہم اور معلومات افزا گجراتی مضمون کا اردو ترجمہ

انڈیا (کاشیاواڑ) کی دھن نگری

## ہائٹوڈ جہاں میں نے جنم لیا

ممتاز گجراتی قلمکار

عبدالغفار عبدالرحمن کھانانی (مرحوم) المعروف اے جی داتاری کی ایک یادگار تحریر

مضمون نگار کا مختصر تعارف: مرحوم اے

جی داتاری کا نام گجراتی زبان و ادب کے حلقوں کا بڑا معروف، محترم اور محترم نام ہے۔ آپ کا پورا نام عبدالغفار عبدالرحمن کھانانی (مرحوم) مگر ادبی نام اے جی داتاری کے نام سے مشہور تھے۔ اے جی داتاری (مرحوم) ایک پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ذہن کے مالک تھے، حالات و واقعات کو گہرائی سے محسوس کرنے والے اس بے لوث اور مخلص انسان نے جب بھی قلم اٹھایا تو سچائیوں کو کاغذ پر بکھیر دیا۔

پوشیدہ و نہاں باتوں کو منظر عام پر لائے، حقیقت کو تاریکی کے پردے سے نکال کر روشنی میں لے آئے اور اس طرح روزنامہ وطن گجراتی، روزنامہ ملت گجراتی اور گجراتی رسائل کے قارئین کو نہ صرف عمدہ مواد پڑھنے کو ملا بلکہ ان کی راہ نمائی کا فریضہ بھی انجام دیا۔ اگر ان کی تحریر کردہ کہانیوں، منساہن وغیرہ پر نظر ڈالی جائے تو خاصا وسیع ذخیرہ موجود ہے



Late A.G. Datari

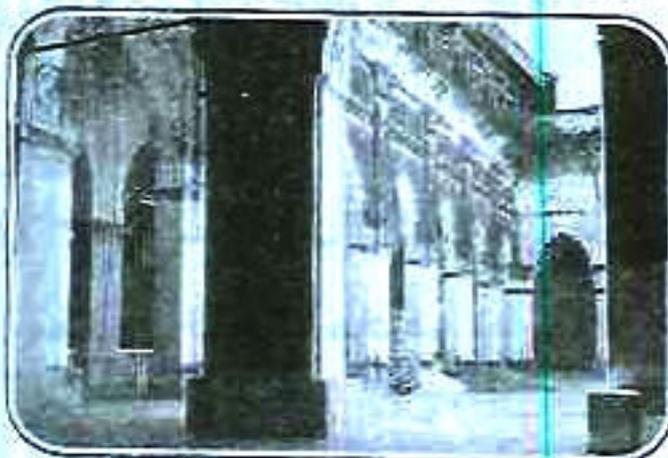
جو ہر لحاظ سے گجراتی ادب کا ایسا سرمایہ ہے جس پر سچی کو فخر ہونا چاہیے۔ گجراتی علم و ادب کے چاہنے والوں کو فخر ہوگا۔

مرحوم اے جی داتاری کی زندگی کے تین اہم نکات قابل توجہ ہیں اور انہی نکات کے گرد ان کی پوری شخصیت کا دائرہ گھومتا تھا۔ (1) آپ 22 فروری 1933ء میں یعنی قیام پاکستان سے 14 سال پہلے بانٹوا (انڈیا) میں پیدا ہوئے تھے۔ (2) 14 اگست 1947ء میں جب پاکستان قائم ہوا تو داتاری صاحب بھی کاشیاواڑ کی دھن نگری بانٹوا سے ہجرت کر کے کراچی چلے آئے تھے اور اسی شہر کراچی میں مقیم ہو گئے۔ (3) قلم سے مضبوط رشتہ یعنی انہوں نے جب بھی قلم اٹھایا تو نہ قلم نے

## کاٹھیاواڑ کی دھن نگری بانٹوا کی چند تصویری جھلکیاں



حسینی یتیم خانہ بانٹوا



بانٹوا جامع مسجد کا اندرونی منظر



بانٹوا ریلوے اسٹیشن (انڈیا)



جھاپاکی اندرونی گلی



موجودہ بانٹوا بازار کا منظر



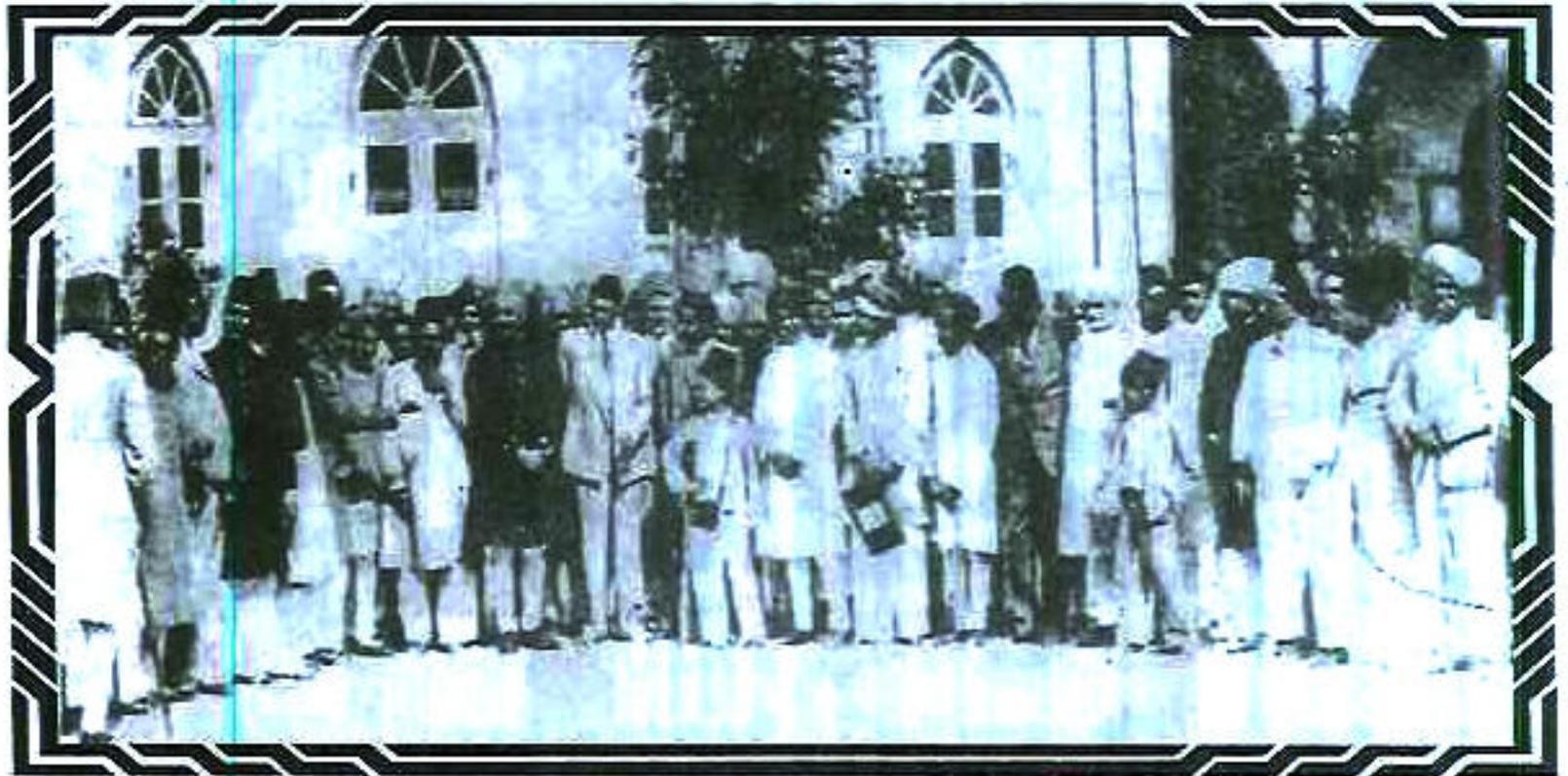
حاجی پیر محمد مسجد کا اندرونی منظر

انہیں مایوس کیا اور انہوں نے قلم کی آبرو کم ہونے دی بلکہ اس کو پوری عزت و تکریم کے ساتھ استعمال کیا اور سچ تو ہے کہ قلم کا حق ادا کر دیا۔

گجراتی کے مجھے ہوئے بزرگ قلمکار، ادیب و مصنف جناب عبدالغفار عبدالرحمن کھانانی المعروف اے جی داتاری کی ادبی اور قلمی خدمات گجراتی زبان و ادب کی تاریخ میں شہری لفظوں سے لکھی جائیں گی۔ مرحوم اے جی داتاری نے گجراتی زبان میں عمدہ طنز و مزاح کے منفرد انداز سے بھرپور ایک ہفتہ وار کالم "ٹکلیہ بیٹھک نی تری پوٹی" کے عنوان سے روزنامہ وطن گجراتی میں 2001 - 2000ء میں ایک عرصے تک قلمبند کیا۔ جسے روزنامہ وطن گجراتی کے قارئین آج تک بھلا نہیں پائے ہیں۔ یہی وجہ ہے قوموں اور برادریوں میں کچھ ایسی قابل احترام شخصیات ہوتی ہیں جو اپنی خدمات کی وجہ سے عزت و افتخار اور سر بلندی و عظمت کا سرچشمہ تصور کی جاتی ہیں جن کو بھلانا آسان نہیں ہوتا ہے۔ مرحوم کی بانٹوا کی ماضی کی یادداشتوں پر مشتمل کتاب "بانٹوا کی بھولی بھری یادیں" مطبوعہ 2015ء کافی مقبول ہوئی۔

گجراتی زبان کے سینئر اور صرف اول کے ممتاز قلمکار، کالم نویس، کہانی نویس، مختلف عربی اور فارسی کتب کے گجراتی مترجم علاوہ بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی کے ترجمان ماہنامہ میمن سماج اور آل پاکستان میمن فیڈریشن کے ترجمان ماہنامہ میمن بلتین کے گجراتی حصے کے کئی سالوں سے ترتیب دین اور پروف ریڈنگ کی گراں قدر بلا معاوضہ قلمی خدمات انجام دینے والے عبدالغفار کھانانی المعروف اے جی داتاری نے 23 مئی 2016ء کو رحلت فرمائی تھی۔ ان کی تحریریں، یادیں اور باتیں ہمیشہ مرحوم کی یاد دلاتی رہیں گی۔

(از قلم: کھتری عصمت علی نیپیل)



انٹیشن روڈ بانٹوا میں سینٹھ حاجی حبیب حاجی پیر محمد گلگتہ والا کی طرف سے تعمیر کردہ عالی شان شاندار اسپتال کا افتتاح قائد اعظم محمد علی جناح کے دست مبارک سے کیا گیا تھا۔ اس موقع پر پی گئی یادگار تصویر بانٹوا کی سرکردہ شخصیتوں کے ساتھ۔

کہاں تک سنو گے؟ کہاں تک سناؤں؟ ہزاروں ہی قصے ہیں، کیا کیا بتاؤں؟ میں نے نومبر کے مہینے میں اکتوبر 1947ء کے سال میں بانٹوا (کاٹھیاواڑ-انڈیا) سے پاکستان ہجرت کی تھی اور اس وقت کے دارالحکومت کراچی کو اپنے مستقل قیام کے لیے منتخب کیا تھا۔ یہ ایک آدھ دن کی بات نہیں ہے اور نہ ایک آدھ سال کا قصہ ہے۔ اس قصے کو 74 برس بیت چکے ہیں۔ مگر ایسا لگتا ہے جیسے ہی کل ہی کی تو بات ہے!

**بچپن کی پر لطف یادیں:** میں بانٹوا میں پیدا ہوا، پلا بڑھا اور اس شہر بے مثال میں پرورش پائی۔ اس کو سبھی لوگ انڈیا کی دھن گمری کہا کرتے تھے اور میں نے اسی شہر کی پرامن گلیوں اور پرسکون گھروں میں کھیل کود کر دن گزارے تھے۔ اس دور کے 15 سال میں آج تک نہیں بھولا۔ وہ بڑے قیمتی اور نامول دن تھے۔ انسان جہاں پیدا ہوتا ہے، پلتا بڑھتا ہے اور جن گلیوں میں کھیلتا کودتا ہے، جن سڑکوں پر چہل قدمی کرتا ہے، بھاگتا دوڑتا ہے ان کو کبھی نہیں بھولتا اور نہ اس اسکول اور مدرسے کو بھولتا ہے جو اس کی پہلی درس گاہ بنتے ہیں۔ اس شہر کے گزرے ماہ و سال اور روز و شب، لڑکپن اور بچپن کے احساسات و جذبات اس قدر لطیف ہیں کہ بھلائے نہیں بھولتے۔

**چند خوفناک یادیں:** مگر پھر وہ بچپن اور لڑکپن آگ و خون کی روشنی میں دھندلا سا گیا مجھے آج بھی وہ خوف ناک دن یاد آتے ہیں جب مقامی ہندو غنڈوں اور عارت گروں نے ریاستی فوج کی نگرانی میں اسی بانٹوا میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا۔ انہوں نے پرامن میمن گھرانوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ جس طرح کرنیولگا کر حکومت نے ان غنڈوں کی سرپرستی کی تھی وہ منظر کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ پھر یہ بھی ہوا کہ میمن گھرانوں کو بے بسی کے اس مقام پر پہنچا دیا گیا کہ ان تک کوئی امداد نہ پہنچ سکی۔ لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے اور ملنے کے لیے ترستے رہے۔ میرے کانوں میں آج بھی بانٹوا کے میمن گھرانوں کے بچوں اور خواتین کی ”بچاؤ بچاؤ“ کی آوازیں گونجتی ہیں۔ اف میرے اللہ! کیسے خوف ناک منظر تھے وہ! میں چاہتے ہوئے بھی انہیں بھلا نہیں پاتا!

**بانٹوا کا نام کیسے پڑا؟** بانٹوا کا یہ نام کیسے پڑا؟ اس حوالے سے متعدد روایات سنی ہیں جو نسل در نسل اور سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہیں مگر اس حوالے سے کوئی تاریخی پس منظر تو موجود نہیں ہے البتہ ان روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ پرانے لوگوں نے اپنے دادا، پردادا سے یہ سنا تھا کہ اس علاقے میں انسانی آبادی نہیں تھی بلکہ یہ ایک طرح سے خالی میدان تھے جن میں کچی مٹی کی ایک سڑک یا راستہ بنا ہوا تھا اور یہ راستہ وہاں سے گزرنے والے لوگوں اور قافلوں کی وجہ سے بن گیا تھا۔ پھر لوگوں نے یہ سوچا کہ یہاں سے گزرنے والے مسافروں کی سہولت اور آسانی کے لیے ایک کنواں کھودا جائے تاکہ مسافروں کو پانی تو مل سکے۔ اس کنویں پر آ کر مسافر ٹھہرتے، اس کا پانی پی کر اپنی پیاس بجھاتے اور نہا دھو کر تازہ دم ہو جاتے۔ یہ کنواں چونکہ راستے کے بیچ میں واقع تھا اس لیے اس کو ”واٹ واؤ“ کہہ کر پکارا جانے لگا۔ یہ گجراتی الفاظ تھے جن کا مطلب تھا: راستے کا کنواں۔ بعد میں کثرت استعمال سے ”واٹ واؤ“ بدل کر ”بانٹوا“ ہو گیا۔ بس اس کے بعد ایک کنویں کے نام پر آباد ہونے والی یہ بستی ایک بڑے شہر میں بدل گئی جسے آگے جا کر ”دھن گمری“ بنا تھا۔

**بانٹوا کی ترقی:** ”بانٹوا“ باقاعدہ آباد ہوا تو اس نے ترقی بھی شروع کر دی۔ اس وقت اس علاقے میں آباد ہونے والے لوگوں نے اس کو سرسبز و شاداب بنانے کے لیے خوب محنت کی۔ اس کی زمینوں کو جوتا، ان پر کھیتی باڑی کی، اس زمین سے فصلیں اگائیں۔ چونکہ بانٹوا کی زمین زرخیز تھی اس لیے یہاں خوب فصلیں ہونے لگیں۔ یہ دیکھ کر اس پاس کے لوگ بھی بانٹوا آ کر آباد ہونے لگے اور یہاں کی آبادی بڑھنی شروع ہو گئی اور ساتھ ساتھ ہی یہاں بسنے والے لوگ بھی خوشحال ہوتے چلے گئے۔ ان کی آمدنیاں بڑھتی چلی گئیں۔ بانٹوا کے اطراف میں جو دیہات تھے، ان

کے نام یہ ہیں، کوڑواؤ، سمیرگا، پہلگام، پاچوڈ پنورا، سارنگ پیری، کھڈیا، ناٹڈیا، کاٹھلا، ناٹھاپلا اور بھیسان وغیرہ۔ ان تمام علاقوں کے لوگوں نے بانٹوا کی خوشحالی دیکھی تو اپنے علاقے چھوڑ کر رفتہ رفتہ یہاں آکر آباد ہوتے گئے۔

**کنویں سے شہر تک:** بانٹوانے کس طرح کنویں سے ترقی کر کے ایک بڑے نگر یا شہر کی شکل اختیار کی، یہ کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ اب یہاں اونچی عمارتیں بھی وجود میں آگئیں، کچھ دکانیں بھی قائم ہو گئیں، جگہ جگہ سبز درخت اور باغات دکھائی دیتے گئے۔ کچھ ہی عرصے میں اس شہر بے مثال میں ریلوے اسٹیشن بھی بن گیا، اسکول، مدرسے اور مسجدیں قائم ہوتی چلی گئیں جو اس دور میں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ یہ اس شہر کی ترقی کے ثمرات تھے اور یہاں رہنے والوں کی محنت کا نتیجہ تھا کہ بانٹوا میں بجلی بھی آگئی جس کی وجہ سے اس علاقے میں اسٹریٹ لائٹس بھی روشن ہو گئیں مگر بعض نامعلوم اسباب کی بناء پر اس دور میں بجلی کی کمپنی ناکام ہو گئی اور اس طرح بانٹوا بجلی سے محروم رہا۔ اس کے بعد تو بانٹوا سے پاکستان ہجرت تک کسی نے بھی بجلی کی شکل نہیں دیکھی۔

**بانٹوا میں اس دور میں کیا کیا تھا؟** ہم اوپر بانٹوا کی ترقی کا مختصر احوال لکھ چکے ہیں اور یہ بھی بتا چکے ہیں کہ بجلی آگئی تھی مگر اس کی کمپنی شہر کو بجلی سپلائی کرنے میں ناکام ہو گئی۔ اس کے باوجود اہل بانٹوانے اپنی محنت اور جدوجہد میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔ یہ ان کی کوششیں ہی تھیں جن کی وجہ سے بانٹوا میں دو اسپتال تھے جہاں علاج معالجے کی سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں۔ آٹا پیسنے والی تین یا چار آٹا ملیں موجود تھیں اور ایک جینٹل فیکٹری بھی تھی۔ جو دولت مند لوگ تھے وہ اپنی ہی بلڈنگوں میں اپنے خاندان کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کے کاروبار گراؤ نڈ فلور پر تھے اور رہائش اور پر والی منزل پر۔ ان حضرات نے اپنی بلڈنگوں کی چھت یا دوسری منزل پر ککڑی کی ایک ہوائی چکی (پون چکی) لگائی تھی جو ہوا سے چلتی تھی جن سے عمارتوں کے لیے بجلی بھی تیار ہوتی تھی اور اسی پون چکی کی مدد سے ٹنکوں کے ذریعے پانی بھی اوپر چڑھایا جاتا تھا مگر یہ صرف بڑے لوگوں کی باتیں تھیں، کرائے داروں یا تمام لوگوں کو یہ سہولت حاصل نہ تھی البتہ اس طرح کی پون چکیاں (ہوائی چکیاں) ہر چھوٹی بڑی مسجد، اسکولوں، مدرسوں اور باغات میں تھیں۔ ڈین لمر کی بڑی پون چکیاں تو بڑے لوگوں نے لگوائی تھیں مگر غریب اس سہولت کا صرف خواب ہی دیکھ سکتے تھے۔ ان پون چکیوں کے ذریعے اندر والے کنوؤں میں پانی کھینچ کر اسٹور کر لیا جاتا تھا۔ جب وہ ختم ہو جاتا تو دوبارہ اس کو بھر لیا جاتا تھا۔

**بڑھتی ہوئی آبادی اور شناخت:** بانٹوا کی ترقی کے ساتھ وہاں آس پاس کے علاقوں اور دیہات کے لوگ تو آباد ہو گئے مگر انہوں نے اپنی خاندانی اور اپنے گاؤں کی شناخت اس طرح برقرار رکھی کہ اپنے نام کے ساتھ اپنے گاؤں کا نام ضرور لگاتے تھے۔ مثال کے طور پر کوڑواؤ والا، ناٹڈیا والا، تھاپلا والا، سمیرگا والا، سنو سرائی والا، وغیرہ۔ بانٹوا کے کچھ میمن تاجروں نے تجارت کے شعبے میں ترقی کرنے کے لیے بانٹوا سے اٹڈیا کے دوسرے علاقوں کی طرف سفر کیے۔ انہوں نے اپنے بزنس شروع کیے، دکانیں بنائیں اور تجارت کے شعبے میں خوب ترقی کی۔ اس کے ساتھ اٹڈیا کے چھوٹے بڑے شہروں تک ان کے کاروبار پھیل گئے۔ اس موقع پر یہ حضرات بانٹوا کو نہیں بھولے بلکہ انہوں نے اپنے نام کے ساتھ اپنے شہر کے نام فخریہ لگائے اور ساری دنیا کو یہ بتایا کہ وہ کون ہیں اور کہاں کے رہنے والے ہیں۔ مثال کے طور پر کلکتہ والا، مدرس والا، کوچین والا، کولہوالا وغیرہ۔

**بانٹوا کی آبادی:** بانٹوا کی ترقی کے ساتھ اس کی آبادی تیزی سے بڑھتی چلی گئی۔ دوسری جنگ عظیم تک اس کی آبادی 15000 سے 20000 کے درمیان تھی۔ ایک اندازے کے مطابق 1947 میں یعنی قیام پاکستان کے وقت جب اہل بانٹوانے یہاں سے

پاکستان ہجرت کی تھی اس وقت یہاں کی آبادی 25 سے 30 ہزار کے درمیان ہو چکی تھی۔ اس شہر بے مثال کی آخری مردم شماری کب ہوئی، اس کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔

**بانٹوا کے کاروبار اور ملازمتیں:** بانٹوا کے لوگوں کا مزاج تھا کہ وہ ملازمت کرنے کے بجائے ذاتی کاروبار کرتے تھے۔ مثال کے طور پر یہ لوگ کسی نہ کسی کام کا ج یا ہنر کی دکانیں قائم کرتے تھے۔ خوب محنت کرتے تھے اور خوب کماتے تھے البتہ کچھ لوگ ملازمت کرتے تھے مگر ان لوگوں نے ملازمتیں بھی اپنے ہی لوگوں کی کی تھیں۔ اس زمانے میں بانٹوا میں کئی مشہور و معروف دکاندار تھے: (1) کپڑے کی دکان والے بڑے حاجی حبیب کا پڑیا (2) آدم مشتاق کا پڑیا (3) محمد کلثری جو کلثری کا کام کرتے تھے (4) ابراہیم مٹھو جو پٹرول، آئل، بیڑی اور آٹو پارٹس کا کاروبار کرتے تھے (5) سلور یڈیو والے۔ ان کا ریڈیو گراموفون اور بیڑی کی چار جنگ کا کاروبار تھا (6) عثمان علی والے۔ یہ بیڑی میکس کی بتیاں اور کلثری کی کرسیاں کرائے پر دیتے تھے (7) محمد بھوٹ۔ ان کا مٹھائیوں اور نمکو کا کام تھا جو یہ آرڈر پر تیار کرتے تھے (8) عبدالشکور گھوگھا۔ یہ تانبے، پیتل اور سلور کے نئے اور پرانے برتن بیچتے تھے (9) احمد ٹیمبا۔ ان کا تازہ پھلوں کا کاروبار تھا (10) سیٹھ صالح محمد دادا قلی والوں کا میڈیکل کا اور دواؤں کا کاروبار تھا۔ انہوں نے کپڑے کی دو دکانیں بھی قائم کی تھیں اور ایک پرنٹنگ پریس بھی لگا رکھا تھا (11) مڈل کلاس ڈاڈا فیملی کے دو بھائیوں نے چائے کے ہوٹل قائم کیے تھے جو اب چھہ چلتے تھے۔

**بانٹوا کے تہوار اور مقدس مہینے:** بانٹوا میں سب سے زیادہ محترم اور مقدس مہینے محرم اور رمضان سمجھے جاتے تھے۔ کیم محرم سے 12 محرم تک شہر بھر میں پانی کی سبلیں لگ جاتی تھیں۔ میمن خواتین گھروں میں محرم کی مجلسیں منعقد کرتی تھیں۔ روزانہ معصوم بچوں کو میٹھے چاول کھلائے اور میٹھا شربت پلایا جاتا تھا۔ میمن خواتین محرم کی 9 اور 10 تاریخ کو روزہ رکھتی تھیں۔ 9 محرم کو "ملیدہ" بنا کر تقسیم کیا جاتا تھا اور معصوم بچوں کو گھروں میں بلا کر ملیدہ اور کھوپرا کھلایا جاتا تھا۔ عاشورے کے دن (10 محرم کو) نفل نمازیں اور خصوصی دعائیں ہوتی تھیں۔ اس دور میں تعزیہ دیکھنے کے لیے خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ بانٹوا میں 9 کی رات کو اور 10 محرم کی شام کو تعزیہ نکلتے تھے۔ دو بڑے تعزیہ بھی نکلتے تھے جن میں ایک جولایا وازا کا ہوتا تھا اور دوسرا دربار گڑھ کا (یعنی بانٹوا کے نواب شیر خان جی باپو کا دربار) اس دوران مردوں کے چوکارے بھی ہوتے تھے جن میں کوئی بھی حصہ لے سکتا تھا البتہ میمن اس میں کم ہی جاتے تھے۔ اس چوکارے میں دائرہ بنا کر مرد ڈھول کی تھاپ پر دائیں بائیں گھومتے تھے۔ اس میں بازو پینتے تھے، سینہ کو بی نہیں کرتے تھے۔ تعزیوں پر متیں بھی چڑھائی جاتی تھیں۔ اس دوران تعزیے کے پاس منت کے ٹارٹل توڑے جاتے تھے۔ شروع میں یہ سب ہوا مگر بعد میں بانٹوا میمن برادری کے نوجوانوں، سماجی رہنماؤں اور بزرگوں نے اس سے منع کر دیا۔

**شادی کا رواج اور اصلاح:** کسی زمانے میں بانٹوا میں یہ طریقہ تھا کہ شادی کے موقع پر جب دولہا کی برات دلہن کے گھر جاتی تو راستے بھر میلاد پڑھتے ہوئے جاتے تھے مگر بعد میں اس رسم پر پابندی لگا دی گئی اور شادی کی رسم عام اور اسلامی طریقے سے ادا کی جانے لگی۔

**ایک واقعہ۔ ایک خواب:** بانٹوا میں ایک سرکاری پوسٹ مین تھا جس نے ایک رات خواب دیکھا کہ کوئی اسے بتا رہا ہے کہ تمہارے گھر کے نیچے ایک درگاہ ہے۔ اسے نکالو اور اس کے خادم بن جاؤ۔ پہلے تو اس نے خواب کو کوئی اہمیت نہ دی مگر جب یہ خواب اس کو مسلسل دکھائی دیا تو اس نے کھدائی کرائی اور واقعی وہاں سے ایک صحیح سلامت درگاہ نکلی۔ اب تو ہر طرف دھوم مچ گئی۔ پوسٹ مین سرکاری ملازمت چھوڑ کر اس درگاہ کا خادم بن گیا۔ خواب نذرانے آنے لگے۔ ہار پھل، نیاز کا کھانا، مٹھائی، شیرینی، عرس سب ہونے لگا، بانٹوا کے مرد اور خاص طور سے خواتین تو

نہایت عقیدت کے ساتھ وہاں حاضری دینے گئیں۔

**ایک وضاحت:** میں نے ایک مضمون پڑھا تھا ”جو ناگڑھ کا داتا دربار“ جس میں لکھا تھا کہ داتا دربار جو ناگڑھ میں نہیں بلکہ لاہور میں ہے اسی مضمون میں یہ وضاحت بھی کی گئی تھی جسے لوگ جو ناگڑھ میں داتا دربار کہتے ہیں، یہ تو داتا جیل شاہ گرناری کا چلہ ہے یہاں کوئی مزار نہیں ہے اور یہاں کا مجاور کئی نسلوں سے ہندو ہے۔ ان کا مزار سندھ میں ہے جسے ایک کرامت کہی جاسکتی ہے کہ چلہ انڈیا میں ہے اور مزار پاکستان میں۔

**کل کے ہمارے بانٹوا میں کھتری برادران کی ”باندھنی“ کی (چندری۔ جنوری) دکان بھی تھی:** ماضی کے ہمارے بانٹوا میں سوئی اور گاؤں والوں کی ضروریات کے مطابق کا کپڑا مثلاً کھدڑ، کورا کپڑا، گاؤں کی خواتین کی ضرورت کا رنگدار کپڑا، رنگریزی سے آراستہ کپڑا وغیرہ کی بانٹوا۔ ناندر روڈ پر سبزی مارکیٹ کے سامنے والی لائن میں تین چار ہندوؤں کی دکانوں کے بعد آخر میں ایک بڑی لمبی چوڑی دکان ”کھتری حاجی اسماعیل برادران“ اور ان کے بھائیوں کی تھی۔ جو رنگریزی کا کام اپنی حلاؤ کی ”نجی ڈلی“ (ڈیلی) جس کا آگن وسیع تھا۔ اس میں کورے کپڑے کی رنگائی (رنگ ریزی) خوبصورت مختلف ڈیزائنوں سے اپنی برسوں کی مہارت سے تیار کر کے بازار کی اپنی دکان پر سجا کے رکھتے تھے۔ دکان ان کی مال سے بھری رہتی تھی اور بیوپار بھی بہت اچھا ہوتا تھا، کیوں کہ کھتری حاجی اسماعیل اور ان کے بھائیوں، بیٹوں اور بھتیجیوں کی مہارت محنت اور رنگریزی کی بہترین رنگائی اور پورے بازار میں کھتری کی اور اس گھریلو دستکاری کی قسم کی صرف ایک ہی دکان تھی۔

ماضی کے بانٹوا میں رہائشی حلاؤ کے علاقے میں ایک اور کھتری میاں بیوی بھی رہتے تھے۔ وہ بھی رنگریزی کا ڈیزائن کا کام آرڈر کے مطابق بنا دیتے تھے۔ ان کا گھر اور دکان دونوں جیسے ایک ساتھ تھے وہ بھی اچھا تجربہ رکھتے تھے اور کھاتے تھے۔ محلہ کی خواتین اپنے پہناوے میں سے کوئی کپڑے انہیں رنگوانے کے لئے دے جاتی تھیں۔ بازار میں کھتری حاجی اسماعیل برادران نے رنگریزی کے تمام کاموں کی اپنی اچھی شاخ جمانے کے ساتھ ساتھ ریاست کچھ کی خاص سوغات ”باندھنی“ ”چندری“ ”کھوئی“ ”اڈھنی“ وغیرہ بھی دہنوں کے لئے شاندار بناتے تھے اور انہیں بانٹوا کے علاوہ بھی دوسرے گاؤں یا شہر کے اس سلسلے میں آرڈر بھی ملتے تھے۔

**کھتری برادری کے دیگر فلاح و بہبود کے کام:** اس کے علاوہ ان کی دکان کی یعنی کھتری حاجی اسماعیل برادران کی خاص بھلائی اور خدمت خلق کے لئے وہ اپنی دکان سے ”پھوڑے پھوئی مٹانے والا مرہم“ جو بھی آئے اس مفت دیتے تھے اور دوسری خدمت خلق اور عام بھلائی یہ تھی کہ وہ اپنی دکان سے ڈاک کے ٹکٹ اور پوسٹ کارڈ اور پوسٹ کے کورا اضافی قیمت لئے بغیر اصل قیمت سے ہی لوگوں کو یاد کرتے تھے۔ اس خدمت کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ بانٹوا شہر کی پوسٹ آفس اسٹیشن روڈ پر ریلوے اسٹیشن کے پاس تھی اور ڈاک ٹکٹ لینے کے لئے اتنی دور جا پڑتا تھا، مگر کھتری برادران کی اس خدمت عام کی وجہ سے سب لوگ، بچے بڑھے سبھی کو آرام نصیب ہوتا تھا۔ مگر انہوں نے کہ 1947ء نومبر میں بانٹوا کی میمن برادری کے گھروں اور دکانوں کو لوٹنے کے ساتھ کھتری برادران کی دکان بھی لوٹ کر جلا دی گئی تھی۔ ”نہ بدلی یہ زمیں، نہ بدلایہ آسمان، کتنا بدل گیا انسان۔“

**ایک اہم انکشاف:** بانٹوا کے ولی حضرت بخاری شاہ کی ایک کرامت کا احوال بھی پڑھ لیجئے۔ بانٹوا شہر کے بیچوں بیچ ایک قبرستان تھا جس کو بخاری شاہ پیر کا قبرستان کہتے تھے۔ یہ قبرستان ابھی تک موجود ہے اور صحیح سلامت ہے۔ اس کی درگاہ قیام پاکستان سے پہلے کافی بڑی

تھی۔ اس کے قریب ایک چھوٹا سا سرسبز باغ تھا۔ باہر کی طرف ایک خوبصورت چبوتر تھا جس پر ٹائل لگے ہوئے تھے۔ چند سڑھیاں پڑھ کر ایک صحن تھا اور اس کے بعد ایک بڑے کمرے میں پیر حضرت بخاری شاہ کی آرام گاہ تھی جہاں سالانہ عرس کے موقع پر خصوصی اہتمام ہوتا تھا مگر عام دنوں میں ہر جمعرات کو عصر کے بعد فاتحہ کا کھانا تقسیم ہوتا تھا، بیٹھے چاول، شیرینی اور ناریل بانٹے جاتے تھے۔ چادریں چڑھائی جاتی تھیں اور آخر میں نوبت بجائی جاتی تھی۔ عقیدت مند اس درگاہ پر بڑے احترام سے حاضر ہوتے تھے اور دعا مانگتے تھے۔ میں ہر جمعرات کو فاتحہ پڑھنے وہاں جاتا تھا۔

باتنوا کے اجڑنے سے کچھ عرصہ پہلے حضرت پیر بخاری نے کسی شخص کو خواب میں بشارت دی کہ یہ جگہ اجڑنے والی ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ اس نے ایک پرچے پر یہ سب لکھ کر قبرستان کے گیٹ پر لگا دیا۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ میں نے بھی اسے پڑھا مگر کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس کے بعد واقعی باتنوا میں لوٹ مار ہوئی اور یہ شہرے مثال اجڑ گیا اس موقع پر مجھے وہ بات یاد آئی مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ جو ہونا تھا اور جو مقدر میں لکھا تھا، وہ ہو کر رہا تھا۔ کبھی دھن نگری کہلانے والا یہ شہر اجڑ کر قبرستان کا منظر پیش کرنے لگا۔ ہم لوگ پاکستان چلے آئے اور اس نئے ملک کی اقتصادی، صنعتی اور تجارتی ترقی میں کردار ادا کرنے لگے اور اب بھی دن رات اس کو ترقی دینے میں مصروف ہیں۔

**ایک گزارش:** ہمارا تعلق باتنوا میمن برادری سے ہے جس پر ہمیں فخر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اپنی برادری کی شناخت پہلی ہی نظر میں اس کے سرنیم کی وجہ سے آسانی سے ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ باتنوا کا ہے یا نہیں۔ تین نسلیں اس سلسلے میں اہم ہوتی ہیں: باپ، دادا۔ پر دادا اور خاص طور پر دادا کا نام بہت اہم ہوتا ہے مگر آج کی نئی نسل اپنے دادا کے نام اور سرنیم کو نہ یاد رکھتی ہے اور نہ اہمیت دیتی ہے۔ میری آپ حضرات سے صرف اتنی ہی گزارش ہے کہ اپنے بچوں کو اپنے بزرگوں کے نام اور ان کی خاندانی شناخت کے بارے میں ضرور بتائیں اور دوسرے یہ کہ آپس میں کم از کم اپنے گھروں میں اپنی مادری بولی یعنی زبان ضرور بولیں۔ یہ ہماری خصوصی شناخت ہے۔ اپنی زبان اپنے گھروں میں اپنوں کے ساتھ بولنے میں شرم کیسی؟ (گجراتی سے ترجمہ: کھتری عصمت علی پٹیل۔ مطبوعہ: روزنامہ ڈان گجراتی۔ جولائی 1980ء)

## رزق کی قدر کیجئے

اتنا ہی نکالیں تھالی میں۔۔۔ بے کار نہ جائے نالی میں

گھر کا دسترخوان ہو یا شادی بیاہ کی تقریبات ہم میں سے اکثر لوگ اپنی ضرورت سے زیادہ کھانا نکالتے ہیں۔ کھانا بچنے کے بعد ضائع ہو جاتا ہے

نعمتوں کی قدر کیجئے۔ رزق ضائع نہ کیجئے

سوچئے کتنے لوگوں کو ایک وقت کا کھانا بھی میسر نہیں





# گلابستہ



زندگی کو انمول بنانے والی باتیں، واقعات، تجربات، نصیحت آموز، اقوال زریں اور مختصر دلچسپ تحریریں، ہنسانے والے لطائف

بڑھے جو ہے کے سوال پر سب چپ ہو گئے۔ بلی کے سر کی طرف کسی کا خیال ہی نہ گیا تھا۔ اتنے میں ایک طرف سے آواز آئی ”میاؤں“ اور سب چوہوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ معلوم ہوا بہت سے بڑھ چڑھ کر باتیں تو سب کرتے ہیں مگر وقت آنے پر چوہوں سے زیادہ بزدلی دکھاتے ہیں۔ ہر کام کے لئے ہمت کی ضرورت ہے۔

## آٹوگراف بک

طالب علم آٹوگراف بک میں اپنی پسند کے ادیبوں، شاعروں، بزرگوں اور قومی ہیروز کے آٹوگراف یعنی دستخط لے لیتے ہیں مگر اس کے بعد کیا کرنا ہے، یہ انہیں معلوم نہیں ہوتا۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ آٹوگراف بک کس طرح استعمال کی جاتی ہے۔ جن بزرگوں سے آپ آٹوگراف لیں، ان کے دستخط کے نیچے اپنے قلم سے ان کے پورے نام بلکہ کوئی عہدہ یا بیچان ہو تو وہ بھی لکھ دیں کیونکہ بعض لوگوں کے دستخط پڑھے نہیں جاتے۔ اگر انہوں نے تاریخ نہیں ڈالی ہو تو اپنے ہاتھ سے تاریخ بھی لکھ دیں۔ اس طرح آپ کی آٹوگراف بک ایک یادگار اور تاریخی دستاویز ہو جائے گی۔

ایک بات کا اور خیال رکھئے کہ صرف ان افراد یا شخصیات کے آٹوگراف لیے جاتے ہیں جو بڑے نام والے ہوں، کسی فن یا علم یا ہنر میں کامل ہوں اور ان کا کوئی نہ کوئی مشہور کارنامہ ہو۔ ہر کسی کے آٹوگراف لے کر آٹوگراف بک بھرنے سے کیا فائدہ بلکہ اس طرح

## گلے میں گھنٹی

چوہے بلی کے ہاتھوں تنگ آچکے تھے۔ کم بخت روز آتی اور دو چار کو پکڑ کر لے جاتی۔ آخر ایک دن سب چوہوں نے اکٹھے ہو کر کہا ”کوئی ایسی تدبیر کرو جس سے بلی ہمیں پکڑ نہ پائے۔ اگر ہم اسی طرح چپ چاپ بیٹھے رہے تو ایک دن وہ ہم سب کو ختم کر دے گی۔“ کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ مگر کوئی ایسی ترکیب جس کے ذریعے بلی سے چھٹکارا مل سکے کوئی نہ بتا سکا۔ آخر میں ایک نوجوان چوہے نے اٹھ کر کہا: ”میری سمجھ میں ایک ترکیب آئی ہے۔ ہے تو ذرا مشکل مگر بلی کے خطرے سے نجات مل جائے گی۔“

سب چوہوں نے خوش ہو کر پوچھا: ”کیا ہے وہ ترکیب؟“ چوہا بولا ”بلی کی گردن میں ایک گھنٹی باندھ دینی چاہیے۔ جب بلی آئے گی تو گھنٹی کی آواز سنتے ہی ہم بھاگ جایا کریں گے۔“

سب چوہے خوشی سے اچھل پڑے۔ ہر طرف سے واہ واہ کا شور بلند ہوا۔ نوجوان چوہوں میں جوش پھیلا ہوا تھا۔ ایک چوہا تن کر بولا۔ ”گھنٹی باندھنا کچھ مشکل نہیں۔ میں بلی کے اگلے پاؤں پکڑ لوں گا۔“ دوسرا بولا ”پچھلی ٹانگیں میں پکڑ لوں گا۔“ ایک چوہے نے جوش میں آ کر کہا۔ ”اس کی دم میں پکڑ رکھو گا۔“ ایک بڑھے چوہے نے یہ سب باتیں خاموشی سے سنیں۔ پھر پوچھا۔ ”مگر یہ تو بتاؤ کہ اس کا سر کون پکڑے گا؟“

☆ اگر ہم ہر کام میں کسی دوست یا ساتھی کی مدد تلاش کرنے کے بجائے اسے خود انجام دینے کی کوشش کریں تو اسے ضرور انجام دے سکتے ہیں۔

☆ دوسروں کی مدد پر بھروسہ کرتے رہنے والے شخص کے اندر سے یہ احساس جاتا رہتا ہے کہ وہ اپنی مدد خود بھی کر سکتا ہے۔ اس یقین کے ساتھ زندگی میں آگے بڑھیں کہ اپنی مدد آپ کے تحت ہمارا ہر کام مکمل ہوگا اور زندگی کے ہر میدان میں ہماری فتح ہوگی۔

### زبان کی لغزش

بیروں کی لغزش کے بعد سنبھلا جاسکتا ہے۔ مگر زبان کی لغزش کے بعد سنبھلنا مشکل ہے۔ چوٹ کھانے کے بعد آنسو تو سب ہی کے نکل آتے ہیں لیکن چوٹ کھا کر مسکرانا آسان نہیں۔ مسکراہٹ انسان کے کردار کی عظمت کی دلیل ہے۔ کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو سمجھو کہ تمہیں گندگی کی کٹافٹوں سے پاک کیا جا رہا ہے۔ عزت اور بلندی چاہتے ہو تو غریبوں اور شکستہ دلوں کی ہم نشینی اختیار کرو۔

### گھریلو چٹکلے

☆ اگر سالن میں نمک زیادہ ہو جائے تو آنے کا چھوٹا سا گولہ بنا کر ڈال دیں، نمک کم ہو جائے گا۔

☆ جسم کا کوئی حصہ جل جائے تو وہاں آلو کا بھرتہ بنا کر اس کا لپ لگا دینے سے آبلہ نہیں پڑتا اور جلد آرام آجاتا ہے۔

☆ روشنائی کے دھبے دور کرنے کے لئے آلو یا بال کر اس کا پانی دھبوں پر لگائیں۔ دھبے صاف ہو جائیں گے۔

☆ پان یا کتھے کا داغ دور کرنے کے لئے کپڑے کو چنگلی میں دبا کر دودھ سے دھوئیں۔ داغ دور ہو جائے گا۔

☆ ہاتھوں پر تھوڑی سی چینی اور لیموں کا عرق ملا کر ملیں تو ہاتھ نرم اور ملائم ہو جائیں گے۔

☆ کسی بھی خوشبو یا پرفیوم کو زیادہ عرصہ کے لئے سنبھال کر نہ رکھیں، کیوں کہ تھوڑے عرصے بعد ان کی خوشبو اڑ جاتی ہے۔

جن اہم لوگوں کے دستخط آپ نے لیے ہیں ان کی وقعت بھی کم ہوتی ہے۔

### قلم کیا ہے؟

قلم کیا ہے؟ کیا لکڑی، پلاسٹک یا اسٹیل کے ایک مخصوص سانچے میں ڈھلی ہوئی چھوٹی سی چیز کا نام قلم ہے۔ یوں تو پرندوں کے پر بھی بطور قلم استعمال ہوتے رہے ہیں، تو پھر قلم کیا ہے؟

جس طرح ایک ڈاکٹر کی معمولی سی غلطی کسی شخص کو زمین سے چھٹ نیچے پہنچا دیتی ہے اور کسی وکیل کی چھوٹی سی کوتاہی کسی شخص کو زمین سے چھٹ اونچا لٹکانے کا سبب بن جاتی ہے، اسی طرح قلم کی ذرا سی لغزش اگر کسی کی جان لے سکتی ہے تو معمولی سی جنبش دودلوں میں محبت کے ایسی پھول بکھیر دیتی ہے جن کی خوشبو تا ابد ان کے ذہنوں کو معطر رکھتی ہے۔ قلم کیا ہے؟ ان مندرجہ بالا متضاد خصوصیات کی روشنی میں کیا آپ اسے محض ایک بے جان چھڑی سے تشبیہ دیں گے یا کسی پرندے کا ٹوٹا ہوا پر تصور کریں گے یا پھر ہمارے جذبات، ہمارے اخلاق، احساسات اور ضمیر کی آواز کا ترجمان قرار دیں گے؟ چلئے فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ قلم ہے بہت طاقت ور چیز!

### ضمیر کے مجرم

بعض لوگ کتنے بے حس ہوتے ہیں، جو دوسروں کے ارمانوں پر اپنی خوشیوں کے تاج محل تعمیر کر لیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ دوسرے بھی اپنے اندر دل رکھتے ہیں، جذبات رکھتے ہیں، دوسرے کو پتھر سمجھنے والے زندگی کے مفہوم سے بھی آشنا نہیں ہوتے اور سدا اپنے ضمیر کے مجرم بن کر زندہ رہتے ہیں۔

### اپنی مدد

☆ جتنے نامور یا مشہور لوگ گزرے ہیں ان سب نے اپنی ہمت اور اپنی مدد آپ کے تحت نام پیدا کیا ہے۔

☆ ہمارے لئے خود ہم سے بڑھ کر کوئی بھی ہمدرد نہیں۔

پاکستانی ادب 1947 - 2008ء

انتخاب شاعری۔ افسانہ گجراتی

ایک ایسی درد انگیز، دلچسپ اور انوکھی کہانی جس میں نصیحت بھی ہے اور سبق بھی!  
آج کے معاشرے میں حق تلفیاں عروج پر ہیں۔ باپ کی وراثت سے اولاد کو محروم کیا جاتا ہے

## خالی پتھر

گجراتی تحریر: بلال میمن (مرحوم)  
(عبدالعزیز عبدالرحمن بکيا)

اردو ترجمہ: کہتری عصمت علی پٹیل



Late Bilal Memon

اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد نے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی مادری زبان کو اہمیت اور فوقیت دیتے ہوئے قیام پاکستان سے لے کر دسمبر 2008ء تک ملک کے ممتاز شاعروں، ادیبوں، قلم کاروں اور صحافیوں کی چنیدہ شاعری اور افسانوں، کہانیوں کو 2009ء میں طباعت سے مزین کیا ہے۔ اس اہم اور قومی نوعیت کے کام کے انتخاب، ترتیب اور تدوین کی ذمہ داری، گجراتی برادری کے نامور سینئر قلم کار کہتری عصمت علی پٹیل کے سپرد کی گئی تھی جنہوں نے ایک سال تک شب و روز محنت، کوششوں سے اس کو پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ مذکورہ یہ تحقیقی کتاب پاکستان کے گجراتی علمی و ادبی حلقوں میں نہایت پسند کی گئی اور مقبولیت بھی حاصل کی اور خصوصاً انڈیا میں اس کتاب کو خوب پذیرائی دی گئی ہے۔ حکومت پاکستان کی کوششوں سے جہاں جہاں گجراتی آباد ہیں یہ کتاب پہنچائی گئی ہے۔ حکومت پاکستان کی یہ کوشش اور کاوش قابل تحسین ہے۔ اس کتاب کی تقریب اجراء (رونمائی) گج پاک، آرٹس کونسل آف پاکستان کراچی اور اکادمی ادبیات پاکستان سندھ کے باہمی تعاون سے 26 جولائی 2010ء کو مہمان خصوصی سندھ صوبائی اسمبلی کی ڈپٹی اسپیکر محترمہ سیدہ شہلا رضا صاحبہ کے دست مبارک سے کی گئی تھی۔

کانٹھیا واڑ کے رحیم سینھ نے بڑی محنت اور مشقت کے بعد اپنی تجارت اور کاروبار کو وسعت دی تھی۔ اس کا شمار شہر کے دولت مند اور ہوشیار ترین کاروباری افراد میں ہوتا تھا۔ رحیم سینھ کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام تھا، محبوب۔ محبوب نے میٹرک کر لیا تو رحیم سینھ نے اسے اپنے کاروبار میں شامل کر لیا اور ساتھ ہی اسے تجارتی گزر سکھانے لگا۔ محبوب نوجوان تھا، پر عزم تھا اور لگن سے کام کرتا تھا، اس لیے اس نے اپنے باپ کے لگائے ہوئے پودے کو تناور درخت بنانے پر توجہ دی اور اس کی تجارتی فرم مشہور بھی ہو گئی

اور اس کی ساکھ بھی عمدہ ہوگئی۔

رحیم سیٹھ کی بیوی اور محبوب کی ماں مریم کی بڑی خواہش تھی کہ اس کے بیٹے کی بھی شادی ہو اور اس کے آنگن میں بھی ننھے سنے بچے کھیلیں، مگر رحیم سیٹھ کا کہنا تھا کہ پہلے میرے بیٹے محبوب کو کاروبار اور تجارت میں مہارت حاصل کرنے دو، اس کے بعد ہی اس کی شادی کا سوچنا۔ محبوب دولت مند والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کے لیے رشتوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ شہر بھر کے دولت مند سیٹھ اپنی بیٹیوں کو محبوب کی بیوی بنا نا چاہتے تھے۔ کئی لوگوں نے تو منہ کھول کر محبوب کو اپنا داماد بنانے کی خود پیش کش کی تھی۔

آخر جب رحیم سیٹھ کو اندازہ ہو گیا کہ اب محبوب تمام کاروباری رموز سیکھ چکا ہے تو اس نے ایک قریبی رشتے دار کی بیٹی شہناز سے محبوب کا رشتہ طے کر دیا۔ چٹ منگنی پٹ کے بیاد کے مصداق جلد ہی یہ شادی بھی ہو گئی۔ گھر میں بہو آئی تو محبوب کی ماں مریم بہت خوش ہوئی۔ شادی کے ایک سال کے اندر اندر شہناز اور محبوب ایک بیٹے کے ماں

باپ بن گئے۔ دادا، دادی بھی پوتے کی آمد پر بہت خوش تھے۔ اس موقع پر بڑے جشن کا اہتمام کیا گیا۔ بڑی بڑی دعوتیں کی گئیں اور ہر طرح کی خوشی کا اظہار کیا گیا۔

مگر ابھی یہ بچہ 8 یا 9 ماہ کا ہوا تھا کہ رحیم سیٹھ کو ہارٹ ایٹک ہوا اور وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اب تمام کاروبار کی ذمہ داری محبوب پر آگئی، مگر بچوں کو وہ اپنے باپ کا تربیت یافتہ تھا، اس لیے جلد ہی اس نے تمام کاروبار کو سنبھال لیا۔

اس طرح آٹھ، نو برس بیت گئے۔ اس دوران محبوب کی بیوی شہناز کے ہاں دو بیٹیاں پیدا ہوئیں اور آخر میں ایک بیٹا۔ آخری بچے کی آمد کے ساتھ ہی محبوب کی بیوی بھی چل بسی۔ اس صدمے نے محبوب کو توڑ چھوڑ کر رکھ دیا۔ اس کی بیوی چار بچے چھوڑ کر دنیا سے چلی گئی تھی، جنہیں سنبھالنا محبوب کے لیے بہت مشکل کام تھا۔ اگرچہ اس موقع پر محبوب کی ماں مریم نے بچوں کی ذمہ داری سنبھال لی تھی، مگر وہ بوڑھی ہو چکی تھی، اس لیے محبوب نے ان کی مدد کے لیے دونوں کرانیاں بھی رکھ لی تھیں، مگر چاروں بچوں کی فکر اسے بے چین رکھتی تھی۔ بیٹے کو پریشان دیکھ کر اس کی ماں مریم نے اسے سمجھایا کہ تم اپنے کام پر توجہ دو، بچے میرے ساتھ ہیں اور میری مدد کے لیے دونوں کرانیاں بھی ہیں، اس لیے تم بچوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ مریم بوڑھی ہونے کے باوجود محبوب کے بچوں اور اپنے پوتا پوتی کی پوری دیکھ بھال کرتی تھی۔ یہ دیکھ کر محبوب مطمئن ہو گیا۔ ویسے بھی اس کے پاس روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی۔ بچوں کے لیے جس چیز کی ضرورت ہوتی، فوراً حاصل کر لی جاتی تھی، ان کی ہر فرمائش زبان سے نکلتے ہی پوری کر دی جاتی تھی۔ محبوب کے بڑے بیٹے کا نام عدنان تھا۔ اس سے چھوٹی زرین اور اس کے بعد روینہ تھی، جبکہ سب سے چھوٹا بیٹا انور تھا جسے

## پاکستانی گجراتی ادب

1947 - 2008

انتخاب شاعری - افسانہ

مرتب: کھتری عصمت علی پٹیل



آکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد

تاثر دیا کہ یہ عورت چونکہ ان کی سگی ساس نہیں ہے، اس لیے انہیں برداشت نہیں کر پارہی اور چاہتی ہے کہ ہم سب اسے چھوڑ کر اپنے گھر الگ بسالیں۔ عدنان اور انور نے ماں سے تصدیق کیے بغیر ہی الگ رہنے کا فیصلہ کر لیا اور ایک دن اس فیصلے پر عمل بھی کر ڈالا۔ اس وقت پروین نے ان دونوں کو بہت سمجھایا کہ وہ اتنے بڑے گھر میں تنہا نہیں رہ سکے گی، مگر انہوں نے اس کی کوئی بات نہیں سنی اور اسے چھوڑ کر چلے گئے۔

اب پروین اپنے گھر میں بالکل تنہا تھی، صرف ایک کام کرنے والی ملازمہ اس کے ساتھ تھی۔ اس کے علاوہ اس کے گھر ایک بیخبرہ بھی تھا جس میں اس کا پالتو طوطا رہتا تھا۔ پروین سارا دن اس سے باتیں کرتی رہتی تھی۔ گھر کا سنا اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ وہ گھر کے در و دیوار کو بڑی حسرت سے دیکھتی تھی۔ جس گھر میں کبھی قہقہے گونجتے تھے، وہاں اب ویرانی تھی۔ ساس اور شوہر کے بعد اس کے وہ بیچے بھی اسے تنہا چھوڑ گئے تھے جو اس کے تھے ہی نہیں۔ اس نے انہیں اپنا بنانے کی بہت کوشش کی تھی، مگر انہوں نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ اس کی اولاد نہیں ہیں۔

”مٹھوا میں تجھے قید رکھ کر کیوں سزا دوں!“ ایک روز پروین نے اپنے پالتو طوطے سے مخاطب ہو کر کہا: ”جب وہ سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے جن کے لیے میں نے اپنی جان تک خاک میں ملا دی تو تجھے قید میں کیوں رکھوں؟ جا میرے مٹھوا! آج سے تو بھی آزاد ہے۔“ یہ کہہ کر اس نے بیخبرے کا دروازہ کھولا اور طوطا تیزی سے اڑ گیا۔ پروین اسے کھلی فضا میں پرواز کرتے دیکھ کر زور زور سے قہقہے لگانے لگی۔

بشکریہ: کتاب ”پاکستانی گجراتی ادب“ - شائع کردہ: اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد

انتخاب، ترتیب و تدوین: کھتری عصمت علی پمیل ماخوذ صفحہ 237 246

## خدمتِ خلقی



آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”سب سے اچھا وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ

پہنچائے۔“ اس حدیث کی رو سے یہ حقیقت با آسانی ہم پر ظاہر ہوتی ہے کہ سب سے بہتر

انسان وہ ہے جو مخلوق کی خدمت کرتا ہے خود آنحضرت ﷺ کی ذاتی مثالیں ہمارے سامنے

ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں کے گھر جا کر ان کے کام کاج کر دیا کرتے تھے۔ آپ لوگوں کا سودا

سلف وغیرہ بازار سے لے کر آتے تھے۔ غرض آپ نے خدمتِ خلق میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی

تھی۔ جب دونوں جہاں کے سردار خاتم النبیین ﷺ کا یہ شیوہ تھا کہ آپ لوگوں کی ہر طرح سے خدمت کرتے تھے تو ہمیں اس میں عار کیوں

محسوس ہوتی ہے۔ ہمارا دین اسلام ہے اور اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدمتِ خلق سے گریز نہ کریں بلکہ اسے اپنا شعار بنائیں۔ پس ہمیں

چاہیے کہ ہم خدمتِ خلق کو ایک مقدس فریضہ سمجھیں۔ اپنے عزیزوں، دوستوں، محلے داروں اور ہمسایوں کی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش

کریں۔ اپنے آپ کو قوم کا سچا خادم ثابت کرنے کی کوشش کریں کیونکہ روز قیامت ہماری نجات کا یہی ذریعہ ہے۔ قیامت میں عزت و عظمت کا

معیار دولت مندی، مرتبہ اور اقتدار نہیں ہوگا بلکہ نیک عمل ہوں گے۔ جس کے نیک عمل زیادہ ہوں گے وہی وہاں معزز سمجھا جائے گا۔

کرگئی۔ محبوب کے لیے یہ ناقابل برداشت صدمہ تھا۔ پروین ابھی تک بے اولاد تھی۔ ویسے محبوب کو کوئی خواہش نہیں تھی کہ اس کے ہاں بچہ ہو، مگر کہتے ہیں کہ عورت بچے کے بغیر ادھوری ہوتی ہے، اس لیے محبوب نے پروین کا علاج کرایا۔ اسے اچھے سے اچھے ڈاکٹر کو دکھایا، مگر سب نے مایوسی کا اظہار کر دیا۔ ایک ماہر ڈاکٹر نے تو یہ تک کہہ دیا کہ پروین ساری زندگی ماں نہیں بن سکتی۔ پروین کو یہ سن کر دھچکے تو لگا مگر اس نے محبوب کا دل رکھنے کے لیے کہہ دیا: ”اگر میرے نصیب میں اولاد کو جنم دینا نہیں تو کوئی بات نہیں، میں اللہ کی رضا میں خوش ہوں، ویسے بھی یہ چاروں بچے میرے ہی تو ہیں۔“

محبوب نے پروین کی زبان سے یہ بات سن کر سکون کا سانس لیا اور وہ مطمئن ہو گیا کہ پروین اس کے بچوں کو ہی اپنے بچے سمجھتی ہے۔ پروین اب سارے گھر کی مالکن تھی۔ اپنی ساس کے انتقال کے بعد سب کچھ اس کا ہی تو تھا۔ وہ بچوں کا بہت خیال رکھتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ چاروں بچے باپ سے زیادہ ماں کی طرف زیادہ راغب تھے اور ہمیشہ اس کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وقت گزرتا گیا اور چاروں بچے جوان ہو گئے۔ اب پروین کو دونوں بڑے بچوں عدنان اور زریں کی شادی کی فکر ہوئی۔ ان دونوں کے لیے اچھے رشتے پروین نے ایک سگی ماں بن کر ہی تلاش کیے، کیوں کہ محبوب نے اسے پورا اختیار دے دیا تھا کہ وہ جو چاہے کرے اور جہاں چاہے ان بچوں کی شادیاں کرے۔

زریں بیاہ کر اپنی سسرال چلی گئی اور عدنان کی شادی سلمہ سے ہو گئی۔ مگر سلمہ نے آتے ہی سب سے پہلے پروین کو یہ بتایا کہ وہ اس کی اصل اور سگی ساس نہیں، بلکہ سوتیلی ہے۔ یہ سن کر پروین کو دکھ تو بہت ہوا مگر وہ اسے کسی نہ کسی طرح برداشت کر گئی۔ اسی دوران اس نے روبینہ کو بھی رخصت کر دیا اور ساتھ ہی انور کی شادی بھی کر دی۔ وہ ایک اور بہو کو بیاہ کر اپنے گھر لے آئی۔ ادھر محبوب خوش تھا کہ اس کے چاروں بچوں کے فرائض منصبی سے تمت گئے۔ اس نے اپنی فیکٹری کا سارا کاروبار عدنان اور انور کے حوالے کر دیا اور خود ریٹائرڈ زندگی گزارنے لگا۔ مگر اسے یہ آرام زیادہ دن نصیب نہیں ہوا۔ ایک روز اپنی کار کے ایک حادثے میں وہ انتقال کر گیا۔ محبوب کی وفات کے چند روز بعد ہی پروین نے اپنے چاروں بچوں عدنان، زریں، انور اور نورین کو بلا کر ان سے کہا: ”بچو! میں چاہتی ہوں کہ تم لوگ اپنے باپ کی دولت اور جائیداد کے مسئلے کو آپس میں نمٹالو، جتنی دیر ہوگی اتنے ہی وراثت کے اختلافات بڑھتے جائیں گے۔“

عدنان نے کہا: ”امی! ابو نے وصیت پہلے ہی لکھ دی تھی جو وکیل صاحب کے پاس رکھی ہے۔ انہوں نے مجھے بتا دیا تھا کہ وصیت کی رو سے آپ کو کل دولت و جائیداد میں سے آٹھواں حصہ ملے گا۔ اس کے بعد باقی کے چار مساوی حصے ہوں گے۔ آپ کے لیے 50 لاکھ روپے الگ رکھے ہیں۔“ ”بیٹا! مجھے دھن دولت سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔“ پروین نے کہا: ”50 لاکھ بھی تم سب آپس میں تقسیم کر لو۔“

مگر بچے اپنی ماں کے اس فیصلے پر راضی نہ ہوئے۔ آخر کافی بحث و مباحثے کے بعد پروین کے لیے دس لاکھ روپے سے ایک بینک اکاؤنٹ کھولا گیا اور باقی تمام ورثہ حسب وصیت ان بچوں میں تقسیم ہو گیا۔ اس دوران نہ تو کوئی جھڑا ہوا نہ لڑائی، نہ کوئی شور و غل مچا اور نہ دنیا کو متاثر دیکھنے کا موقع مل سکا۔ مگر دونوں بہنیں عدنان کی بیوی سلمہ اور انور کی بیوی شائستہ مسلسل سازشوں میں لگی رہیں اور پروین کے خلاف اپنے شوہروں کے کانوں میں زہرا گھلتی رہیں۔ زریں اور روبینہ تو اپنے شوہروں کے ساتھ اپنے گھروں میں ایسی گم ہونیں کہ انہوں نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ ان کی اس سوتیلی ماں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے جس نے انہیں سگی ماں سے بڑھ کر چاہا تھا۔

آخر طے شدہ منصوبے کے تحت ایک دن سلمہ اور شائستہ نے پروین سے خوب بدتمیزی کی اور جب ان دونوں کے شوہر آئے تو انہیں یہ

نے حتی انداز سے کہا: ”سوتیلی ماں سوتیلی ہوتی ہے۔۔۔“ محبوب نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا: ”میں تیرے لیے ایسی اچھی بیوی تلاش کروں گی جو اخلاق اور کردار میں لاجواب ہوگی اور آنے والی میرے بچوں کو اصل ماں بن کر دکھائے گی، یہ میرا تجھ سے وعدہ ہے محبوب بیٹا!“ مریم نے پر عزم لہجے میں کہا: ”اسی لیے میں نے سوچ لیا ہے کہ دولت مند گھرانے کے بجائے کسی غریب گھرانے کی لڑکی لاؤں گی تاکہ جب آنے والی کو ہر طرح کا سکھ ملے گا تو اس کے بدلے وہ بھی ہمارے بچوں کو اپنا سمجھے گی اور بس۔۔۔“

”ٹھیک ہے جیسی آپ کی مرضی!“ محبوب نے بیزاری سے کہا۔ محبوب کا یہ جواب سنتے ہی مریم نے اس کے لیے لڑکی تلاش کرنی شروع کر دی۔ دولت مند گھرانوں کی کئی لڑکیاں موجود تھیں، مگر مریم کو کوئی پسند نہیں آئی۔ چند ماہ ایسے ہی بیت گئے۔ اچانک مریم کو اپنے دور پرے کے ایک رشتے دار کا خیال آیا جس کا نام یعقوب تھا۔ وہ ایک گاؤں میں رہتا تھا اور بہت غریب تھا۔ وہ گاؤں میں ایک دکان پر ملازمت کرتا تھا اور بڑی مشکل سے گزر بسر کرتا تھا۔ اس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، مگر اس کے پاس اتنا پیسہ نہیں تھا کہ بیٹیوں کی شادیاں کر کے انہیں ان کے گھر کا بنا پاتا۔ جب مریم نے یعقوب کو خط لکھ کر اسے اپنے گھر بلوایا تو یعقوب حیران رہ گیا۔ وہ حیران اس بات پر تھا کہ اس دولت مند رشتے دار مریم کو اس کی یاد کیسے آگئی۔ بہر حال وہ چلا آیا۔ مریم نے یعقوب سے آتے ہی دو ٹوک بات کی اور کہا: ”میری بہو مریجکی ہے اس کے چار بچے ہیں جن کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔ میں اپنے بیٹے محبوب کی دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں، مگر ڈرتی ہوں کہ سوتیلی ماں بچوں کے ساتھ بد سلوکی نہ کرے۔ تمہاری بڑی بیٹی پروین مجھے پسند ہے۔ کیا تم اس کے لیے میرے محبوب کا رشتہ قبول کرو گے؟“

دراصل مریم نے یعقوب کی دونوں بیٹیوں کو ایک شادی میں دیکھا تھا۔ اتفاق سے یعقوب بھی اس شادی میں اپنے بیوی بچوں کو لایا تھا۔ وہیں اسے یعقوب کی بڑی بیٹی پسند آگئی تھی۔ ”تم ایسا کرو اپنے بیوی بچوں کو کسی وقت یہاں ہمارے گھر لے آؤ، پروین بھی محبوب کو دیکھ لے گی اور محبوب بھی پروین کو سمجھ لے گا۔ اس کے بعد اگر بات بنتی ہے تو ہم اس بات کو آگے بڑھائیں گے۔“ مریم نے یعقوب سے کہا۔ پھر کچھ دیر رک کر وہ بولی: ”دوسرے یہ کہ میں چاہتی ہوں کہ تم اپنے گاؤں اور اطراف کے دیہات کے لیے محبوب کی کمپنی کی ایجنسی لے لو۔ اس سے ہم دونوں کو فائدہ ہوگا اور کسی کا کسی پر احسان بھی نہیں ہوگا۔“

یعقوب نے مریم کی پوری بات سنی اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ سوچ کر ہی جواب دے سکے گا۔ کچھ عرصے بعد یعقوب اپنی بیوی بچوں سمیت مریم کے گھر آ گیا۔ محبوب نے اپنی ماں مریم کے کہنے پر یعقوب کی بیٹی پروین سے مختصر بات کی اور اسے بتایا کہ ”یہ شادی میں اپنے لیے نہیں بلکہ اپنی ماں کے اصرار پر اپنے بچوں کے لیے کر رہا ہوں۔ اگر تم بچوں کی ذمہ داری اٹھا سکو تو اس شادی کے لیے ہامی بھرنا اور نہ تمہیں پورا اختیار ہے کہ صاف صاف انکار کر دو۔ مجھے بچوں کے لیے سوتیلی ماں کی نہیں بلکہ ایک سگی ماں کی ضرورت ہے۔“

پروین نے بڑی توجہ اور غور سے محبوب کی بات سنی اور اپنا سر جھکا لیا۔ یہ گویا اظہار رضامندی تھا۔

کچھ ہی عرصے بعد محبوب اور پروین کی شادی ہو گئی۔ پروین نے محبوب سے کیا گیا وعدہ نبھایا اور بچوں کو سگی ماں سے بھی بڑھ کر پیار دیا۔ شروع میں بڑے بچے عدنان اور زریں، پروین سے دور رہے مگر بعد میں ان کی جھجک ختم ہو گئی۔ چھوٹے بچے روبینہ اور انور پہلے ہی دن سے پروین کے قریب ہو گئے اور اسے سگی ماں ہی سمجھتے تھے۔ مریم بھی بہو سے خوش تھی اور محبوب بھی بیوی سے مطمئن تھا۔ وقت گزرنے لگا اور چاروں بچے پروین اور مریم کی محبت کے سائے میں پروان چڑھنے لگے۔ دن بے دن خوشی گزر رہے تھے۔ کچھ ہی عرصے بعد اس گھر پر ایک اور آزمائش آئی اور ایک روز مریم انتقال



جنم (پیدائش) دیتے ہی شہناز دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔ شہناز کے انتقال کے چھ سات ماہ بعد اس گھر میں محبوب کی دوسری شادی کے چرچے ہونے لگے۔ مریم اپنے بیٹے کے لیے دوسری بیوی لانا چاہتی تھی، مگر اس نے ابھی تک اس سلسلے میں محبوب سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

اسی دوران مریم پر فالج کا حملہ ہو گیا اور وہ بے چاری معذور ہو کر بستر سے لگ گئی۔ ماں کی اس حالت کو دیکھ کر محبوب پریشان ہو گیا، کیونکہ وہی تو اس کے بچوں کی خبری گیری اور نگہداشت کر رہی تھیں۔ اب بچوں کو کون دیکھے گا؟ یہ سوال محبوب کو پریشان کرتا رہا۔ اس نے اپنی ماں کے علاج معالجے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ مہنگے مہنگے ڈاکٹروں کو دکھایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مریم ٹھیک ہو گئی، لیکن اسے چلنے پھرنے میں تھوڑی بہت تکلیف ہوتی تھی۔ اس بیماری کے بہانے مریم کو محبوب سے اس کی دوسری شادی کے حوالے سے بات کرنے کا موقع مل گیا۔ ایک رات مریم نے محبوب سے کہا: ”بیٹا! میری حالت تو تم دیکھ ہی رہے ہو، نہ جانے کب اللہ کے ہاں سے بلاوا آجائے۔ سنا ہے کہ ایک بار کسی کو فالج

ہو جائے تو وہ زندگی بھر اس کے زیر اثر رہتا ہے۔ میں جیتے جی بھی مردہ ہوں۔ تمہیں چلتی پھرتی ضرور نظر آتی ہوں، مگر زندہ نہیں ہوں۔“

”یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں؟“ محبوب نے ماں سے شکوے کے انداز میں کہا: ”آپ ٹھیک ہو جائیں گی، آپ کا علاج چل تو رہا ہے

نا، کچھ دن میں مزید ٹھیک ہو جائیں گی۔ اور ایک بات یہ کہ آپ مرنے (موت) کی باتیں نہ کیا کریں۔“

”مگر مجھے تمہارے بچوں کی فکر ہے۔“ مریم نے کہا تو محبوب سر جھکا کر رہ گیا۔ پھر اس نے جلدی سے کہا: ”آپ ان کی فکر نہ کریں، بس

اپنا خیال کریں۔ بچوں کو میں خود دیکھ لوں گا۔ آپ ٹھیک ہوں گی تو سب کچھ ٹھیک رہے گا۔“

”چلو تم اپنے بچوں کی فکر کرنے کو منع کر رہے ہو، نہیں کرتی مگر میرے بچے کی تو مجھے فکر ہے نا؟“ مریم نے کہا تو محبوب چونک کر ماں کی

طرف دیکھنے لگا۔ ”آپ کا بچہ؟“ اس نے حیرت سے پوچھا۔ ”مجھے اپنے بچے یعنی تمہاری فکر ہے بیٹا؟“ مریم نے کہا تو محبوب ہنسنے لگا۔

”بس سو نہیں، بچہ سو سال کا بھی ہو جائے تب بھی ماں کے لیے بچہ ہی رہتا ہے۔“ مریم نے خفگی سے کہا اور سرد آہ بھری۔

”بہر حال اب تمہیں میری اور اپنے بچوں کی خاطر دوسری شادی کرنی ہوگی۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔“ کچھ دیر بعد مریم نے گویا فیصلہ سنا دیا۔

”مگر امی! آنے والی عورت میرے بچوں کے ساتھ سوتیلی ماں والا سلوک کرے گی۔“ محبوب نے کہا: ”اور میں ہرگز یہ برداشت نہیں

کروں گا، میں اپنے بچوں کو کسی بھی طرح کا ذہنی صدمہ نہیں دینا چاہتا۔ مجھے شادی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ہیں نا۔۔۔۔۔“

”میرا کیا بھروسہ کہ کب مر جاؤں۔“ مریم نے دکھ بھرے لہجے میں کہا: ”مگر مرنے سے پہلے مجھے تمہارا دوبارہ گھر بسانا ہے بس!“ مریم

اپنا بد صورت چہرہ نظر آیا۔ جھٹ دور پھینک کر بولا: اگر تو اس قدر بد نما نہ ہوتا تو تجھے کیوں کوئی اس طرح راستے میں پھینکتا۔ واقعی یہ تیرے اتمال کا پھل ہے۔

## صاف

پارٹی سے واپس آ کر ایک دولت مند خاتون نے اپنی نئی ملازمہ سے پوچھا میں تم سے ریفریجریٹر صاف کرنے کو کہہ گئی تھی صاف نہ دیا۔ ملازمہ جی ہاں بیگم صاحبہ صاف کر دیا خاص طور پر کھیر بڑی مزیدار تھی۔

## قسمت

☆ (ایک لڑکا اپنے دوست سے) میری قسمت بہت اچھی ہے۔ دوست: وہ کیسے؟ لڑکا: ابوجب بھی مجھے پڑھنے کا کہتے ہیں لائٹ چلی جاتی ہے۔

## گلے میں درد

☆ ایک کنجوس نے تقریب میں ڈاکٹر کو دیکھا تو پوچھا: "اگر میرے گلے میں درد ہو جائے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟" ڈاکٹر (جو اس کی کنجوسی سے واقف تھا) نے فوراً جواب دیا: "اشاروں میں بات کرنی چاہیے۔"

## لیکچر

☆ استاد: طالب علموں کو ابتدائی طبی امداد پر لیکچر دے کر بولے فرض کرو میں اسکول آ رہا ہوں راستے میں کوئی شخص مجھے مکا کر گرا دے، میرا سر کسی چیز سے ٹکرائے اور میں وہیں گر جاؤں تو تم کیا کرو گے؟ سب لڑکے خاموش رہے لیکن کلاس کے ایک کونے سے آواز آئی: جناب! ہم چھٹی کریں گے۔

## کپاس

☆ ایک شخص اپنے بے وقوف دوست کو اپنا کھیت دکھا رہا تھا۔ دوست نے پوچھا: یہ کس چیز کا کھیت ہے؟ پہلا شخص بولا: یہ کپاس کا کھیت ہے

# ہنسنا ہنسنا



## ڈاکٹر

☆ ایک دوست نے دوسرے دوست سے پوچھا کیا تمہاری بشاردی ہو گئی ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، جی ہاں مگر جزوقتی (پارٹ ٹائم)۔ پہلا کیا مطلب؟ دوسرا وہ بھی ڈاکٹر ہے اور میں بھی ڈاکٹر ہوں۔ وہ بھی ملازم اور میں بھی ملازم۔ ہم دونوں کبھی کبھی اتفاقاً مل جاتے ہیں۔

## نجومی

☆ ایک صاحب نجومی کو ہاتھ دکھانے گئے۔ بہت غور کے بعد نجومی نے انہیں بتایا کہ آپ چالیس برس کی عمر تک غریبی کے سبب پریشان رہیں گے۔ وہ خوش ہو کر بولے۔ اس کے بعد؟ اس کے بعد آپ کو اس کی عادت ہو جائے گی۔

## آئینہ

☆ ایک بد شکل کو راستے میں ایک آئینہ پڑا ملا۔ اٹھا کر دیکھا تو اس میں

سانپ گھس آیا ہے۔ تمام مسافر خوف کے مارے ڈبے سے اتر گئے۔ دونوں دوست جلدی سے ٹرین میں سوار ہوئے اور ہر تھ پر سو گئے۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو سامنے ایک قلی کھڑا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا: بھائی صاحب! کیا لاہور آ گیا ہے؟ قلی (حیرت سے): لاہور؟ رات اس ڈبے میں سانپ گھس آیا تھا اس لیے یہ ڈبا ٹرین سے کاٹ دیا گیا تھا۔

### سونا

ہر ایک دن ایک چور غریب آدمی کے گھر آیا اور اس سے پوچھا رے! بذمے تمہارے گھر میں سونا کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا۔ میرے بیٹے سارا گھر خالی ہے جہاں مرضی سو جاؤ۔

### ٹھیک ٹھاک

ہذا استاد (شاگرد سے) بیٹا اے بی سی ڈی سناؤ۔ شاگرد: اے بی سی ڈی۔ استاد: اور سناؤ۔ شاگرد: سر! اللہ کا کرم ہے ٹھیک ٹھاک ہوں آپ سنائیں۔



جس سے پترے بنتے ہیں۔ دوست خوش ہو کر: اچھا تو یہ بتاؤ اس میں سے قمیض کا پودا کونسا ہے؟

### تقدیر

☆ باپ (بیٹے سے) غم نہ کرو تمہاری تقدیر میں فیمل ہونا لکھا تھا اس لیے تم فیمل ہو گئے۔ بیٹا: وہ تو اچھا ہوا میں نے محنت نہیں کی ورنہ ساری محنت بے کار چلی جاتی۔

### دعوت

☆ ایک آدمی کسی شادی کی دعوت میں گیا اور مسلسل کھانا کھاتا رہا تو میزبان نے کہا: بھائی! بس بھی کرو۔ اس نے جواب دیا: آپ نے ہی تو کارڈ پر لکھا تھا کہ کھانے کا وقت بارہ بجے سے لے کر دو بجے تک ہے۔

### ٹرین

☆ دو دوست بہت چالاک تھے انہیں لاہور جانا تھا مگر ٹرین میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ رات کے وقت انہوں نے شور مچا دیا کہ بوگی میں



نورین

بھائی جان! گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔  
ابا جان کچھ نہیں کہیں گے۔ مجھے اچھی طرح  
معلوم ہے انھوں نے گاڑی کا بیمہ کرا رکھا ہے۔



19/11/22

سرکار! میں جاہل سہی، پرہوں بہت چالاک۔ اس کو پیسے اور سودے کی فہرست دے کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہوں اور جب وہ سودا باندھ چکتا ہے تو اس کو بغل میں دبا اس کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا۔

میں نے تم سے بارہا کہا ہے کہ اس پیسے کی دکان سے کوئی چیز نہ خریدنا۔ وہ آنکھوں میں دھول جھونکتا ہے۔



کھانے کے لئے پیش کریں۔

## بچھیا کے پائے

اجزاء: بچھیا کے پائے چار عدد، پیاز چار عدد، ثابت گرم مصالحہ ایک کھانے کا چمچ، ثابت دھنیا ایک کھانے کا چمچ، سونف دو کھانے کے چمچے، چھوٹی الائچی چار عدد، زیرہ ایک چائے کا چمچ، لہسن اور ک پیسٹ دو کھانے کے چمچے، لال مرچ پاؤڈر دو کھانے کے چمچے، دھنیا پاؤڈر دو کھانے کے چمچے، بلدی پاؤڈر آدھا چائے کا چمچ، جائفل جادری پاؤڈر آدھا چائے کا چمچ، گرم مصالحہ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، نمک حسب ذائقہ، تیل ڈیڑھ کپ۔

ترکیب: باریک ٹمبل کے کپڑے میں ثابت گرم مصالحہ، ثابت دھنیا، سونف، چھوٹی الائچی اور زیرہ ڈال کر پوٹی بنا لیں۔ پائے کو اچھی طرح دھو کر صاف کر لیں، دیکھی میں پائے ہلائس کئے ہوئے تین پیاز، مصالحے کی پوٹی، ایک کھانے کا چمچ لہسن اور ک پیسٹ، نمک اور پنی ڈال کر ڈھک کر بلکی آئینچ پر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ پائے گل



## مزیدار ڈالکے

لذیذ پکوان۔ گوشت آپ کا، پیسٹ ہمارا

## کلیجی سادہ

اجزاء: کلیجی (بکرے کی) ایک عدد، پیاز تین عدد، سرخ مرچ (پسی ہوئی) ایک چمچ چائے کا، میدہ دو چمچے بڑے، نمک ایک چمچ چائے کا، گھی ایک چمچ بڑا، مکھن آدھا چمچ بڑا، ہرادھنیا آدھی پوٹی۔

ترکیب: پیاز کے باریک لٹھے کاٹ لیں پھر کلیجی دھو کر بالکل چھونے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں۔ اب میدے میں نمک اور سرخ مرچ ملا دیں اور اس میں کلیجی کے ٹکڑے ڈال کر میدہ اچھی طرح نکلوان پر مل دیں۔ فرائی بین میں گھی اور مکھن ڈالیں اور اس میں پیاز کے لٹھے ڈال کر اس وقت تک تھیں جب تک ان کی رنگت ہلکی بادامی نہ ہو جائے۔ اب فرائی بین میں کلیجی کے ٹکڑے بھی ڈال دیں اور چھیدوں والے چمچے سے الٹ پلٹ کرتے رہیں۔ کلیجی کے ٹکڑے جب ہر طرف سے تل جائیں تو آئینچ مدہم کر دیں اور کلیجی کے ٹکڑے نرم ہونے دیں جب یہ گل جائیں تو چولہا بند کر دیں اور باریک کٹا ہوا دھنیا چھڑک کر گرم گرم



لذیذ پکوان

ملا کر بلکی آنچ پر بھونیں۔ اس میں بادام اور پستے ملا لیں ڈش کو چکنا کر کے آمیزہ اس میں ڈالیں اور تھپے کی مدد سے ہموار کریں۔ اس پر بادام چھڑکیں اور چاندی کے ورق لگا دیں۔ مزید ارفلاقتد کے ٹکڑے کاٹ کر پیش کریں۔

## مرچوں کے پکوٹے

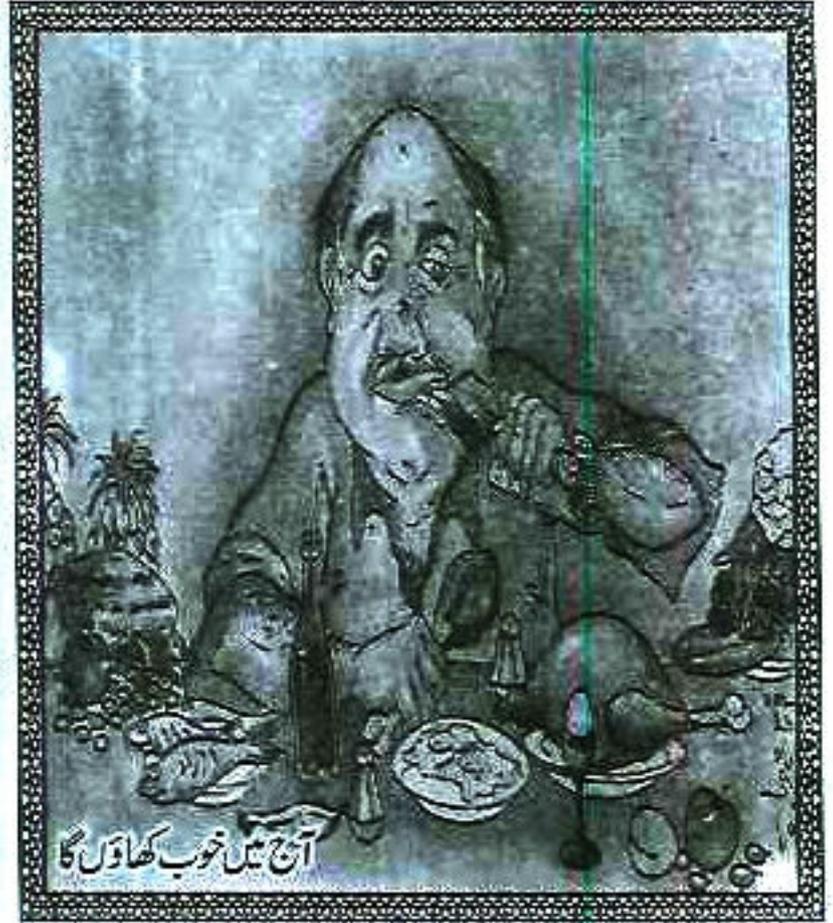
اشیاء: ہری مرچیں (بڑی والی) 250 گرام، تیل حسب ضرورت، نمک حسب ذائقہ، چاٹ مصالحہ ایک کھانے کا چمچ، کھٹائی پاؤڈر ایک کھانے کا چمچ، بیسن ایک کپ۔

ترکیب: مرچوں کو دھو کر چیرا لگا کر اس میں نمک، چاٹ مصالحہ اور کھٹائی پاؤڈر کس کر کے بھر دیں۔ بیسن میں نمک، لال مرچ پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، میٹھا سوڈا، زیرہ پاؤڈر ملا کر پانی سے پھینٹ لیں۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں۔ مرچوں کو بیسن کے آمیزے میں ڈپ کر کے تیل میں ڈال کر درمیانی آنچ پر فرائی کریں۔ نشوونپیر پر نکال لیں میٹھی چٹنی ہری چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

## بھنا ہوا گوشت

اجزاء: گائے کی بوٹیاں ایک کلو، دہی (پھینٹی ہوئی) ایک پیالی، لیموں کا رس دو کھانے کے چمچے، ہری مرچیں (باریک کٹی ہوئی) چار عدد، بھنا اور پسا سفید زیرہ ایک چائے کا چمچ، کٹی ہوئی کالی مرچ ایک چائے کا چمچ، کٹی ہوئی لال مرچ ایک کھانے کا چمچ، بہاری مصالحہ (پیکٹ والا) ایک کھانے کا چمچ، پسا ہوا لہسن اور ک ایک کھانے کا چمچ، نمک حسب ذائقہ، تیل آدھی پیالی۔

ترکیب: کڑاہی میں بوٹیاں، لہسن اور دہی ڈال کر پکتے دیں۔ گوشت گل جائے اور پانی خشک ہو جائے تو اس میں بہاری مصالحہ، لال مرچ اور تیل شامل کر کے بھونیں۔ اس میں ہری مرچیں، لیموں کا رس، کالی مرچ، سفید زیرہ اور نمک ڈال کر دس منٹ دم پر رکھیں اور گرم گرم پیش کریں۔



آج میں خوب کھاؤں گا

جائیں تو پولی نکال کر پھینک دیں۔ کڑاہی میں تیل گرم کر کے چوپ کیا ہوا ایک پیاز ڈال کر فرائی کر لیں۔ بچا ہوا لہسن اور ک پیسٹ، نمک، لال مرچ پاؤڈر، دھتیا پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر، جائفنل، جاوتری پاؤڈر اور پائے ڈال کر بھون لیں۔ مصالحہ بھون جائے تو بخنی اور حسب ضرورت پانی شامل کر کے پکائیں۔ حسب پسند شور بہ تیار ہو جائے تو گرم مصالحہ پاؤڈر چھڑک کر ڈش میں نکال لیں۔ ہری مرچوں، ادک اور لیموں کے سلائس کے ساتھ سرو کریں۔

## قلاقند

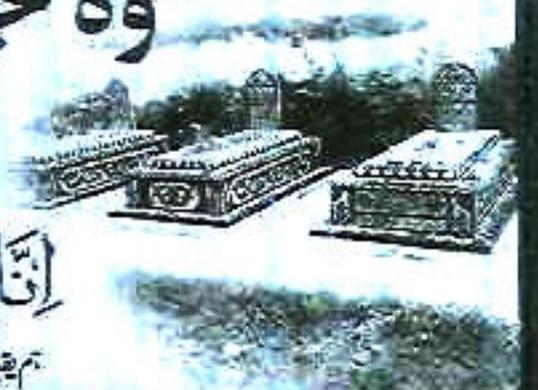
اجزاء: سوکھا ہوا دودھ دو پیالی، تازہ دودھ پاؤ پیالی، میدہ دو کھانے کے چمچے، چینی 3/4 پیالی، پستے بادام (چوپ کئے ہوئے) آدھی پیالی، کیوڑہ آدھا چائے کا چمچ، مکھن آدھی پیالی، چاندی کے ورق بادام (باریک کئے ہوئے) سجانے کے لئے۔

ترکیب: کڑاہی میں مکھن گرم کر کے میدہ ہکا سا بھونیں۔ اس میں سوکھا اور تازہ دودھ ڈال کر چند منٹ تک پکائیں پھر چٹنی اور کیوڑہ

# وہ جو ہم سے بھڑ گئے (انتقال پر ملال)

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں۔ اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔



بانٹو انجمن حمایت اسلام کی جانب سے موصولہ مرحومین کی فہرست کا ترجمہ

یکم اکتوبر 2022ء۔۔۔ 131 اکتوبر 2022ء ٹیلی فون نمبر: بانٹو انجمن حمایت اسلام 32202973

**تعمیریت:** ہم ان تمام بھائیوں اور بہنوں سے ولی تعزیت کرتے ہیں جن کے خاندان کے افراد اللہ رب العزت کے حکم سے انتقال کر گئے۔ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

صدر، جنرل سیکرٹری اور اراکین مجلس منتظمہ بانٹو میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی

نوٹ: مرحومین کے اسمائے گرامی بانٹو انجمن حمایت اسلام کے ”شعبہ تجنیز و تکفین“ کے اندراج کے مطابق ترجمہ کر کے شائع کئے جا رہے ہیں۔

نمبر	تاریخ وفات	نام بمعہ ولدیت و زوجیت	عمر
1-	5 اکتوبر 2022ء	محمد یوسف عبدالعزیز ساملا	67 سال
2-	16 اکتوبر 2022ء	زبیدہ بانی نور محمد بھوری زوجہ عبدالرزاق	69 سال
3-	19 اکتوبر 2022ء	رومیلا محمد رفیق درویش زوجہ عابد	52 سال
4-	10 اکتوبر 2022ء	ایمنہ (مشہی بانی) قاسم احمد کوچین والا	75 سال
5-	10 اکتوبر 2022ء	ایمنہ عبدالرزاق او جری زوجہ محمد یوسف	56 سال
6-	10 اکتوبر 2022ء	عابدہ امان اللہ محیارا	—
7-	11 اکتوبر 2022ء	محمد اشرف عمر موسانی	68 سال
8-	12 اکتوبر 2022ء	اسماء بانو محمد الیاس جاگلڑا زوجہ محمد ذکریا	60 سال
9-	13 اکتوبر 2022ء	محمد قاروق عبد الستار مومن	79 سال
10-	14 اکتوبر 2022ء	محمد نعیم محمد یوسف کھاناٹی	57 سال
11-	16 اکتوبر 2022ء	حاجرہ حاجیانی طیب بلوانی زوجہ حاجی غنی اندرا والا	96 سال
12-	16 اکتوبر 2022ء	زیب النساء موسی احمد پارکچہ زوجہ عثمان لدھا	86 سال

عمر	نام بمعہ ولدیت لزوجیت	تاریخ وفات	نمبر
86 سال	ایمنہ حاجیانی عبدالستار بھوراز وجہ عزیز زارا	17 اکتوبر 2022ء	-13
85 سال	حاجی ہارون طیب بیوانی	19 اکتوبر 2022ء	-14
72 سال	محمد امان حاجی صدیق کھانانی	20 اکتوبر 2022ء	-15
67 سال	محمد رفیق عبدالرحمن آموڑی ماموڑی	26 اکتوبر 2022ء	-16
67 سال	حاجی انیس ابوبکر کوٹکنا ناولا	26 اکتوبر 2022ء	-17
22 سال	عبدالواحد محمد آصف اجری	27 اکتوبر 2022ء	-18
77 سال	بلیقیس عبداللطیف (ولی محمد) گوگن	27 اکتوبر 2022ء	-19
70 سال	ابوبکر اسماعیل اڈوانی	27 اکتوبر 2022ء	-20
76 سال	عبدالعزیز شریف چوٹا والا	30 اکتوبر 2022ء	-21
65 سال	محمد رفیق رحمت اللہ کسبانی	30 اکتوبر 2022ء	-22
54 سال	محمد جاوید اللہ رکھا کشیا	30 اکتوبر 2022ء	-23



# THALASSAEMIA MAJOR



**تھیلیسیمیا** میجر خون کی ایک مہلک اور لاعلاج بیماری  
ایک ایسا موزی مرض، جو بچوں کو والدین سے وراثت میں ملتا ہے

**Thalassaemia  
Major Patients Need**

**BLOOD TRANSFUSION  
EVERY 15 TO 20 DAYS**

**Please Donate BLOOD  
& SAVE LIFE  
of Thalassaemia Patients**

تھیلیسیمیا کے بچے کو زندہ رکھنے کیلئے  
15 سے 20 دن میں خون دینا پڑتا ہے



ایسی نوبت ہی کیوں آئے!

ہمارا خواب تھیلیسیمیا سے پاک بانٹو ایمین برادری

**غور کیجئے!** آپ کے خون کا عطیہ 3 معصوم زندگی بچا سکتا ہے

خدا را آگے بڑھیے اور ایسے مریضوں کو زندگی بچانے کے لئے خون کا عطیہ دیں جو آپ کی جان کا صدقہ بھی ہے

اپنی آئندہ نسل کو تھیلیسیمیا کے موزی مرض سے بچانے کے لئے اپنا خون ٹیسٹ ضرور کروائیں۔

کچی مہجوسی

OCTOBER 2022

S.NO	NAMES	DATE
1	☆.....Hamza Muhammad Hanif Qasim Advani with Syeda Noor-e-Kainat Syed Fakhruddin Fakhri Syed Mushtaq Ahmed Syed	05-10-2022
2	☆.....Ali Raza Muhammad Aslam Ismail Bhatti with Sunaira Muhammad Rafiq Rehmatullah Mersia	10-10-2022
3	☆.....Muhammad Shakeel Abdul Sattar Abdul Rehman Bilwani with Saba Muhammad Sabir Babu Khan	12-10-2022
4	☆.....Muhammad Siddiq Muhammad Tufail Muhammad Iqbal Balagamwala with Asma Bibi Abdul Qayyum Ghazi Khan	19-10-2022
5	☆.....Muhammad Mujtaba Muhammad Hanif Muhammad Siddiq Khanani with Aroma Waqar Ahmed Rais Ahmed	22-10-2022
6	☆.....Muhammad Siddiq Ahmed Siddiq Agrawala with Sania Altaf Hussain Aba Umer Modi	27-10-2022
7	☆.....Zameer Muhammad Hussain Faqeer Muhammad with Fatima Farid Abdul Sattar Bhuri	29-10-2022

Printed at: **Muhammed Ali -- City Press**

OB-7A, Mehersons Street, Mehersons Estate,  
Talpur Road, Karachi-74000. PH : 32438437

Honorary Editor: **Abdul Jabbar Ali Muhammad Biddu**

Published by: **Muhammad Iqbal Billoo Siddiq Akhawala**  
At **Bantva Memon Jamat (Regd.)**

Near Raja Mansion, Beside Hoor Bai Hajjani School, Yaqoob Khan Road, Karachi.

Phone: 32728397 - 32768214 - 32768327

Website : [www.bmjnr.net](http://www.bmjnr.net)

Email: [donate@bmjnr.net](mailto:donate@bmjnr.net)

S.NO	NAMES	DATE
23	☆----Atif Abbas Noor Muhammad Chatni with Iqra Asif Ismail Jumani	28-10-2022
24	☆----Muhammad Bilal Muhammad Ayaz Haji Rehmatullah Saranpipriwala with Amna Muhammad Yousuf Noor Muhammad Nini	28-10-2022
25	☆----Fahad Fayyaz Muhammad Iqbal Moon with Mariam Sadeem Muhammad Ilyas Millwala	30-10-2022
26	☆----Muhammad Adil Muhammad Ali Muhammad Siddiq Gandhi with Nawal Muhammad Imran Muhammad Qasim Popatpotra	30-10-2022
27	☆----Zeeshan Muhammad Iqbal Abdullah Dhuka with Amna Muhammad Abdul Amanullah	30-10-2022
28	☆----Hafiz Fahib Fayyaz Iqbal Moon with Maryam Muhammad Rizwan Muhammad Khanani	30-10-2022

## بانٹوا میمن جماعت (رجسٹرڈ) کراچی ہر ممبر کے لئے لمحہ فکریہ



☆ کیا آپ نے جماعت کی جانب سے دیا جانے والا ممبر شپ کارڈ حاصل کر لیا ہے؟

☆ کیا آپ اپنی جماعت کے عام اجلاس میں شریک ہوئے ہیں؟

☆ کیا آپ نے جماعت کی شائع شدہ سالانہ رپورٹ اور حساب کتاب کا مطالعہ کیا ہے؟

☆ کیا آپ نے جماعت کے تین سالانہ انتخابات میں اپنے قیمتی ووٹ کا استعمال کیا ہے؟

☆ کیا آپ نے جماعت کو زکوٰۃ، مالی عطیات یا دیگر امداد فراہم کی ہے؟

☆ کیا آپ نے صرف اپنی جماعت کو ہی قربانی کی کھال عنایت کی ہے؟

☆ کیا آپ نے جماعت کی سرگرمیوں میں حصہ لیا ہے؟ اس کی کوتاہیوں کی طرف اپنے بزرگوں اور اکابرین کو متوجہ کیا ہے؟

☆ کیا آپ نے اپنی برادری کی عظمت اور رفعت کو اجاگر کرنے کے لئے کوششیں کی ہیں؟

S.NO	NAMES	DATE
11	☆.....Muhammad Anas Rafiq Haji Muhammad Kapadia with Mariam Muhammad Farooq Muhammad Yousuf Dandia	17-10-2022
12	☆.....Kamran Muhammad Aslam Haji Ali Muhammad Bhuri with Aisha Abdul Qadir Haji Ghulam Muhammad Tee	21-10-2022
13	☆.....Ahmed Muhammad Amin Abdul Razzak Bikiya with Mehak Naz Muhammad Yousuf Abdul Ghani Thakariva	21-10-2022
14	☆.....Muhammad Rizwan Haroon Rashid Jan Muhammad Dojki with Komal Muhammad Younus Abdul Karim Sanosrawala	21-10-2022
15	☆.....Muhammad Mateen Altaf Hussain Muhammad Siddiq Silat with Rafia Muhammad Riaz Jan Muhammad Darvia	21-10-2022
16	☆.....Muhammad Raheel Abdul Rauf Usman Tabani with Tasmia Muhammad Aslam Dawood Akhai	23-10-2022
17	☆.....Umair Muhammad Saleem Haji Abdul Sattar Bhoot with Hadia Muhammad Rauf Haji Siddiq Lath	23-10-2022
18	☆.....Ali Raza Muhammad Waseem Muhammad Hussain Adhi with Uraiba Yasin Amanullah Moti	25-10-2022
19	☆.....Muhammad Mustafa Muhammad Yakoob Abdul Razzak Jangda with Hafsa Muhammad Shahid Muhammad Iqbal Silat	26-10-2022
20	☆.....Muhammad Usama Abdul Jabbar Abdul Sattar Bakali with Muskan Muhammad Iqbal Jan Muhammad Pothiawala	28-10-2022
21	☆.....Ahmed Altaf Tar Muhammad Jangda with Humaira Muhammad Shahid Muhammad Umer Kasbati	28-10-2022
22	☆.....Sufiyan Abbas Noor Muhammad Chatni with Iqra Ahmed Abdul Razzak Amodi Mamodi	28-10-2022

# Wedding

OCTOBER 2022

S.NO	NAMES	DATE
1	☆.....Muhammad Asad Muhammad Saleem Muhammad Siddiq Jangda with Ayesha Muhammad Owais Abdul Ghani Kodvavwala	02-10-2022
2	☆.....Saad Abdul Rauf Abdul Sattar Adhi with Aiman Muhammad Amin Haji Siddiq Khanani	06-10-2022
3	☆.....Anas Abdul Karim Haji Adam Dungargadhwa with Sobia Muhammad Ahmed Ghulam Hussain Yousuf Zai	07-10-2022
4	☆.....Abdul Razzaq Abdul Rashid Abdul Sattar Advani with Javeria Muhammad Yaqoob Abdul Sattar Mahenti	07-10-2022
5	☆.....Faizan Asif Muhammad Saleem Silat with Sarwat Sheikh Abdul Aziz Abdul Qadir Sheikh	08-10-2022
6	☆.....Faraz Asif Muhammad Saleem Silat with Hafsa Waseem Ahmed Shafiq Ahmed Sheikh	08-10-2022
7	☆.....Muhammad Umer M. Siraj Abdul Ghaffar Nautankia with Rafia Kiffal Abdullah Galla	11-10-2022
8	☆.....Umer Muhammad Ibrahim Muhammad Ismail Khamisa with Fatima Muhammad Ahmed Muhammad Siddiq Diwan	14-10-2022
9	☆.....Muhammad Hasnain Younus Usman Sodha with Ayesha M. Imran M. Haroon Jangda	14-10-2022
10	☆.....Muhammad Hussain Muhammad Rafiq Muhammad Umer Piddah with Fizza Muhammad Ali Bashir Gharyali	14-10-2022

S.NO	NAMES	DATE
22	☆.....Muhammad Umair Iqbal Moosa Mahenti with Nimra Muhammad Naeem Suleman Maimini	22-10-2022
23	☆.....Abdul Mateen Muhammad Saleem Haji Abdul Sattar Khanani with Kanwal Naz Muhammad Kamran Abdul Qadir Chikna	22-10-2022
24	☆.....Shehroz Jaffer Hussain Bhuri with Ilsa Asif Abdul Razzak Diwan	26-10-2022
25	☆.....Aqib Muhammad Farooq Abdul Habib Parekh with Areeba Rahil Abdul Aziz Jangda	27-10-2022
26	☆.....Muhammad Ahmed Muhammad Sikandar Abdul Rehman Gogan with Hiba Muhammad Hanif Muhammad Siddiq Kasbati	27-10-2022
27	☆.....Muhammad Ibrahim Bin Hanif Muhammad Umer Nautankia with Zubaida Yasir Ahmed Muhammad Younus Moon	28-10-2022
28	☆.....Muhammad Haris Muhammad Khalid Abdul Ghaffar Bhatda with Aliza Muhammad Nadeem Muhammad Haroon Sakhia	28-10-2022

## خدمت کا جذبہ سرسید کی نظر میں

--- معاشرے میں سماجی خدمات انجام دینے والے لوگ دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہوتے ہیں۔ میں آپ سے پوری دل سوزی کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ آپ دیکھی لوگوں کی خدمت کرنے کے جذبے کو اپنی آنے والی نسلوں میں بھی منتقل کریں، ہمارے آس پاس دیکھی اور پریشان حال لوگ خواہ وہ کسی بھی مذہب اور عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں، ہم سب کی ہمدردیوں کے مستحق ہیں، ان کے بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کی ذمہ داریوں کو محسوس کرنا ہوگا۔ تعلیم کو عام کرنے کے لئے میرا ساتھ دیجئے کے لئے آمادہ ہونا ہوگا۔ جس گھر میں تعلیم ہوگی وہاں روشنی ہوگی اور خوشحالی آئے گی۔

(محمد بن اینگلو اور نیشنل کالج علی گڑھ کی تقریب سے خطاب۔ مورخہ 26 جون 1889ء)



SIR SYED AHMED KHAN

SNO	NAMES	DATE
10	☆.....Muhammad Hasan Muhammad Hanif Abdul Ghani Nautankia with Khadija Muhammad Arif Abdul Karim Jangda	15-10-2022
11	☆.....Hanzla Muhammad Ali Muhammad Siddiq Fattani with Ammara Junaid Abdul Sattar Mushtaq	15-10-2022
12	☆.....Muhammad Waqas Haji Ghulam Muhammad Haji Usman Chatni with Maheen Altaf Hussain Wali Muhammad Rawda	17-10-2022
13	☆.....Muhammad Sheroz Amin Muhammad Moosa Adhi with Fiza Muhammad Anees Muhammad Ahmed Ghadiali	18-10-2022
14	☆.....Usman Muhammad Ismail Muhammad Iqbal Machiyara with Maryam Muhammad Nadeem Muhammad Yousuf Tola	19-10-2022
15	☆.....Fahad Muhammad Saleem Abdul Sattar Kapadia with Laveza Muhammad Faisal Muhammad Zakaria Dojki	20-10-2022
16	☆.....Ali Muhammad Imran Muhammad Mandvia with Tayyaba Abdul Razzak Moosa Bhai Rahimo wala	21-10-2022
17	☆.....Osama Muhammad Rizwan Abdul Razzaq Makrani with Aiman Muhammad Munir Jan Muhammad Jangda	21-10-2022
18	☆.....Yaseen Jawed Muhammad Ahmed Dandia with Urooj Muhammad Idrees Moosa Mahenti	21-10-2022
19	☆.....Muhammad Talha Naveed Irfan Muhammad Yousuf Tabani with Nimra Nadeem Muhammad Rehmatullah Kapadia	21-10-2022
20	☆.....Muhammad Sohail Muhammad Asif Abdul Razzak Navadia with Shafaq Haji Abdul Razzak (Baboo) Rehmatullah Padidiwala	21-10-2022
21	☆.....Hamza Jabbar Haji Essa Kapadia with Sawera Muhammad Asif Abdul Razzak Navadia	21-10-2022



# Engagement

سگتیاں



OCTOBER 2022

S.NO	NAMES	DATE
1	☆.....Muhammad Usama Muhammad Asif Muhammad Ilyas Polani with Aisha Iqbal Wali Muhammad Kodvavwala	01-10-2022
2	☆.....Muhammad Faris M. Farooq Haji Muhammad Moosani with Qirat Siraj Abdul Ghaffar Billoo	05-10-2022
3	☆.....Muhammad Noman Muhammad Aslam Aba Umer Khadiawala with Asima Shakil. Usman Saleh Muhammad	10-10-2022
4	☆.....Umair Muhammad Yasir Haroon Balagamwala with Aisha Abdul Samad Abdul Razzak Jangda	10-10-2022
5	☆.....Muhammad Sadiq Muhammad Rafiq Rehmatullah Kapadia with Amna Muhammad Farooq Abdul Sattar Dandia	12-10-2022
6	☆.....Uzair Muhammad Ali Muhammad Zikar Dhisidia with Suhaima Muhammad Usama Muhammad Siddiq Wadalawala	12-10-2022
7	☆.....Hassan Ashraf Aba Tayyab Manai with Khadija Muhammad Jawed M. Qasim Kalawar	13-10-2022
8	☆.....Ahmed Muhammad Taufiq Abdul Sattar Surmawala with Hafsa Abdul Rauf Haji Ali Muhammad Agar	13-10-2022
9	☆.....Muhammad Yohan M. Yaqoob Abdul Sattar Ghancha with Maryam M. Abid Amanullah Pothiawala	14-10-2022

એની પણ ના પડાય એમ નથી.

આવો છેલ્લો માર્ગ ગ્રહણ કરનારાઓ ઉપર ખોટું સાહસ ખેંડવાનો અથવા કાયરતાનો આરોપ રહેજે મૂકી શકાય પણ પાછલા ડબ્બામાંથી આગલા ડબ્બામાં પહોંચી જઈ, છૂટકારો મેળવ્યાનો સંતોષ અનુભવી પોતાની જાતને છેતરનારા હાસ્વાસ્થદ લોકોની પેઠે તેમના ઉપર મુખ હોવાનો આરોપ તો ન જ મૂકી શકાય. પોતાનો માર્ગ ચોકકસ રીતે સોધી કાઢવાનો કુશાગ્ર બુદ્ધિ અને તીવ્ર દ્રષ્ટિ તો તેમની પાસે હોય જ છે.

અને આપણું આ માનવ જીવન, દોડતી ગાડી જેવું નહીં તો બીજું શું છે ? આ ગાડીમાંના સહપ્રવારીઓ જેવા આપણે એકમેકના કરતાં મોટા

હોવાનો દાવો કરીએ છીએ અને ઈર્ષાઈથી પ્રેરાઈ ગાડીના પાછલા ડબ્બામાંથી આગલા ડબ્બા તરફ દોડતા એકબીજાથી ચામળ નીકળી જવાનો પ્રયત્ન કરીએ છીએ.

આ દોડમાં પહેલો આવનારો પોતાને શૂરોપૂરો સમજે છે પણ પાછળ રહી જનારા તરફ તુચ્છકારથી હસે છે પણ આપણે બધાં એક જ ગાડીના સહપ્રવાસીઓ છીએ, અને ગાડી ક્યાં જઈ રહી છે, એની કોઈને ખબર નથી ! આ વાતની પેલા શૂરવીરનો લેશમાત્ર પણ કલ્પના હોતી નથી !



ઝિરાદરીના મુખપત્ર માસિક

## મેમણ સમાજ

કરાચીને પોતાના વેપાર-ઉદ્યોગની જાહેરખબરો આપીને સહકાર કરો જેથી કરીને ઝિરાદરીના મુખપત્રને નાણાંકિય તંગીનો સામનો ન રહે.

મેમણપણું જાળવવા મેમણી બોલો

આપણે આપણા ઘરોમાં તેમજ પરસ્પર મેમણી બોલી બોલવી જોઈએ. દરેક કોમ પોતાની ઓળખ ગર્વપૂર્વક જાળવે છે, અને પોતાની જ બોલી બોલે છે.

મેમણી બજીને મેમણપણું જા મીટાવો  
મેમણ હોવામાં ગર્વ અનુભવો

# જુવનગાડીના સહપ્રવાસી

## ઉમર જેતપુરી (મહુમ)

થોડા દિવસ પહેલાં જ હું ટ્રેનમાં બેસીને દૂરની સફર કરી આવ્યો. તે વખતે ટ્રેનમાં બનેલા એક સ્મુલ્લ પ્રસંગનું સ્મરણ થતા મને હજુ પણ ખૂબ હસવું આવી જાય છે.

સવારનો સમય હતો. ટ્રેન કોઈ સ્ટેશને ઊભી રહી હતી. તે વખતે એક ભાઈ ટ્રેનના જાજરમાં ગયા હતા. ત્યારે એવું બન્યું કે ટ્રેન ઉપડવાની વ્હીસલ વાગી અને તે જ વખતે પેલા ભાઈ પણ હાંફળા હાંફળા થતા જાજરથી બહાર નીકળી આવ્યા. ટ્રેન ચાલુ થયેલી જોઈ નિરાંત અનુભવતા તેઓ ડબ્બામાં બેઠેલા આસપાસના લોકો તરફ જોઈ ડહાપણ કરતા બોલ્યા, 'સારું થયું કે સમયસર જાજરમાંથી બહાર આવતો રહ્યો નહિતર હું અંદર બેસી રહ્યો હોત તો ટ્રેન ઉપડી જાત.'

તેમના આ શબ્દો સાંભળી ડબ્બામાં બેઠેલા સૌ કોઈ ખડખડાટ હસી પડ્યા. સૌને ખડખડાટ હસતાં જોઈ તેમને ભાન થયું કે પોતે ટ્રેનના જાજરમાં જ ગયા હતા અને ટ્રેન ઉપડી જાત તો પણ તેઓ ટ્રેનમાં જ રહેવાના હતા. અને પછી તો એ પોતે પણ પોતાના આ ભાંગરા અને મૂખાઈ ઉપર અમારી સાથે હસવામાં શામેલ થઈ ગયા.

ચાલતી ટ્રેનના જાજરમાંથી બહાર આવી આ જાતની છુટકારાની લાગણી અનુભવી એ વાત હાસ્યાસ્પદ તો છે જ પણ આવી વાતો હાસ્યાસ્પદ લાગે એવી વાતો આપણે શું ઓછી કરીએ છીએ?

તફાવત ફક્ત એટલો જ હોય છે કે આપણે આ વાતોને તત્વજ્ઞાનનો ઓપ આપી જરા મોટા પ્રમાણમાં કરીએ છીએ અને એટલે જ તે આપણને હાસ્યાસ્પદ લાગતી નથી. જગત પ્રત્યે કોઈ કારણસર કંટાળો આવી જતાં કેટલાક લોકો 'કંટાળ્યા આ દુનિયાથી, ચાલો ક્યાંક ભાગી જઈએ' એમ કહી

ખરેખર ક્યાંક દૂર દૂર ભાગી જઈએ છીએ. છતાં ગમે તેટલા દૂર ભાગી જવા પછી પણ તેઓ પૃથ્વીના ગોળા ઉપર જ હોય છે, અને જે દુઃખથી તેઓ દૂર રહેવા ઇચ્છતા હોય છે, તે તો તેમની સામે ને સામે જ ઊભું હોય છે.

મારા એક મિત્રની બાબતમાં એવું જ બન્યું હતું. પ્રેમમાં નિરાશ થવાથી તેને સ્ત્રી જાતિ તરફ ખૂબ જ તિરસ્કાર ઉત્પન્ન થયો.

ભવિષ્યમાં સ્ત્રીનું નામ સુહ્રાં ન લેવું એવા નિશ્ચય સાથે, મળી તેવી નોકરી સ્વીકારી લઈ તે પાકિસ્તાન છોડી અમેરિકા જતો રહ્યો. થોડા વખત પછી મને તેના સમાચાર મળ્યા કે મારા તે મિત્રે તો તેની સાથે ઓફિસમાં કામ કરતી એક સુંદર ટાઈપીસ્ટ છોકરીના પ્રેમમાં પડી લગ્ન પણ કરી નાખ્યા. જો કે તેણે તો શપથ પણ લીધું હતું કે તે સ્ત્રી જાતિનું તો નામ સુહ્રાં નહોતો લેવાનો.

જુવનની અથડામણથી કંટાઈ જઈ આ રીતે ભાગી છૂટવાનો પ્રયત્ન કરવો એનું નામ બીવું કંઈ નહીં પણ દોડતી ટ્રેનના પાછલા ડબ્બામાં બેઠેલા માણસે તે ડબ્બામાં નડતી મુશ્કેલીઓમાંથી મુક્ત થવા ડબ્બા બદલતા બદલતા આગલા ડબ્બામાં જવા જેવું છે.

દોડતી ટ્રેનમાંથી સદંતર મુક્તિ મેળવવાનો સાચો માર્ગ એ છે કે ટ્રેનમાંથી બહાર કૂદી પડવું અથવા સ્પષ્ટ શબ્દોમાં કહીએ તો હારાકીરી કરી નાખવી અને ઘણા લોકો જુવનની દોડતી ગાડીમાંથી મુક્તિ મેળવવા આવો છેલ્લો માર્ગ સ્વીકારે પણ છે. જો કે આ માર્ગ એક ખોટું પગલું છે. દુઃસાહસ છે. અથવા કાયરોનો માર્ગ છે એ સત્ય છે છતાં દુનિયાની દોડતી ગાડીમાંથી મુક્ત થવાનો એ જ માત્ર માર્ગ છે.

તે લોકોની દરજ્જા છે કે થેલીસીમીયા સમેત તમામ મૂંઝી બીમારીથી બચાવ માટે ડોક્ટરોની સુચના પર અમલ કરે. દરેક પ્રકારના નાના-મોટા ટેસ્ટ કરાવે અને જે રીતે ડોક્ટરો કહે બિલ્કુલ તે રીતે કરે. આ જ સલામતિની નિશાની છે.

### એક કરોડ બાળકો:

આપણા દેશ પાકિસ્તાન માટે એ સત્ય ઘણું અફસોસજનક છે કે પૂરા પાકિસ્તાનમાં એક કરોડ બાળકો થેલીસીમીયા (Thalassemia)ના શિકાર છે. આ એક એવી હકીકત છે જેને નજરઅંદાજ ન કરી શકાય અને ન કરવી જોઈએ. થેલીસીમીયા ખૂબની ખરાબીથી પેદા થતી એક બીમારી છે જે ફક્ત બાળકોમાં જ જોવા મળે છે. આ બીમારી મામુલીથી ભયંકર હદ સુધી એનીમીયા એટલે કે ખૂબની કમીના કારણે પેદા થાય છે જેના કારણે રેડ સેલ તેજીથી મરી જાય છે અને નવા સેલ પેદા નથી થતા.

Thalassemia એપી બીમારી નથી પરંતુ Thalassemiaના દર્દી તેના ઘરવાળાઓ માટે એક બીમારી બનીને જીંદગીભર માટે પડકારરૂપ બની જાય છે. Thalassemia માવિત્રોના થકી જ બાળકોમાં આવે છે અને તેનું મૂળ કારણ Thalassemia માઈનરની શાદી છે જેના કારણે થનારું બાળક જન્મથી જ Thalassemiaનો શિકાર હોય છે.

### Thalassemiaની નિશાની:

બાળકોમાં છ મહિનાથી બાર મહિનાની ઉંમર સુધીમાં કમજોરી, ભૂખ ન લાગવી, કદ ન વધવું, હાડકાઓ અને નસોમાં ખરાબી, ફેડયર અને પગોમાં અલ્સર જેવી નિશાની નજરે પડે છે. આવા સંજોગોમાં તુરત જ ડોક્ટરથી રજૂ કરવું જોઈએ. Thalassemiaના દર્દીઓને નિયમિત રીતે ખૂબની જરૂરત પડે છે જે મોંઘું કામ છે. તેના કારણે દર્દીઓની જીંદગીની કિંમતી પળો હોસ્પિટલમાં વિતે

છે. Thalassemia માટે જે યોગ્ય ઈલાજ છે તે છે ખૂબનું બદલી થવું. તીલ્લીનું ઓપરેશન, ફોલાદ (આયર્ન)નો વધારાનો અમલ શામેલ છે. તેનાથી દર્દીને આરામ, શારીરિક હાલત બહેતર બનાવવા અને બીમારીને કન્ટ્રોલ કરવામાં મદદ મળે છે. અલબત્ત જે દર્દીને વારંવાર ખૂબની બદલી કરવી પડે છે તેના શરીરમાં ફોલાદ (આયર્ન)નો વધારો થઈ જાય છે.

### સસ્તો ઈલાજ:

Thalassemiaના ઈલાજ પર ઘણી રકમ ખર્ચ થાય છે કેમ કે દર મહિને ટ્રાન્સફ્યુઝન અને નિયમિત રીતે ટેસ્ટ કરાવવો કોઈ આસાન કામ નથી. અલ્લાહનો શુકર છે કે આપણા દેશમાં અનેક લોકઉત્કર્ષ કેન્દ્રો ઘણી મહેનત કરી રહ્યા છે જેના થકી Thalassemiaના શિકાર બાળકોનો મફત અથવા નજીવી રકમ પર યોગ્ય ઈલાજ કરી શકાય છે. ડોક્ટરોનું કહેવું છે કે જ્યારે પણ તમારા પુત્ર કે પુત્રીની શાદીનો ઈરાદો હોય તો સૌ પ્રથમ તેનો અને તેના થનારા જીવનસાથીનો ટેસ્ટ જરૂર કરાવો જેથી કરીને આગળ જતા કોઈ પરેશાનીથી બચી શકાય.

### “મેમણ સમાજ”

બાંટવા મેમણ બિરાદરીના દરેક ઘરમાં “મેમણ સમાજ” માસિક હોવું અને વાંચવું જરૂરી છે. બાંટવા મેમણ જમાતની પ્રવૃત્તિઓ અને બિરાદરીમાં થતી સગાઈ, શાદી અને મરણ નોંધનો પૂરો રિપોર્ટ છાપવામાં આવે છે.

એની પણ ના પડાય એમ નથી.

આવો છેલ્લો માર્ગ ગ્રહણ કરનારાઓ ઉપર ખોટું સાહસ ખેડવાનો અથવા કાયરતાનો આરોપ સ્હેજે મૂકી શકાય પણ પાછલા ડબ્બામાંથી આગલા ડબ્બામાં પહોંચી જઈ, છૂટકારો મેળવ્યાનો સંતોષ અનુભવી પોતાની જાતને છેતરનારા હાસ્થાસ્પદ લોકોની પેકે તેમના ઉપર મુખે હોવાનો આરોપ તો ન જ મૂકી શકાય. પોતાનો માર્ગ ચોકકસ રીતે શોધી કાઢવાની કુશાલ દુનિદ્ર અને તીવ્ર દ્રષ્ટિ તો તેમની ધાસે હોય જ છે.

અને આપણું આ માનવ જીવન, દોડતી ગાડી જેવું નહીં તો બીજું શું છે ? આ ગાડીમાંના સહપ્રવાસીઓ જેવા આપણે એકમેકના કરતાં મોટા

હોવાનો દાવો કરીએ છીએ અને ઈર્ષાઈથી પ્રેરાઈ ગાડીના પાછલા ડબ્બામાંથી આગલા ડબ્બા તરફ દોડતા એકબીજાથી આગળ નીકળી જવાનો પ્રયત્ન કરીએ છીએ.

આ દોડમાં પહેલો આવનારો પોતાને શૂરોપૂરો સમજે છે પણ પાછળ રહી જનારા તરફ તુચ્છકારથી હસે છે પણ આપણે બધાં એક જ ગાડીના સહપ્રવાસીઓ છીએ, અને ગાડી ક્યાં જઈ રહી છે, એની કોઈને ખબર નથી ! આ વાતની પેલા શૂરવીરને લેશમાત્ર પણ કલ્પના હોતી નથી !



બિરાદરીના મુખપત્ર માસિક

## મેમણ સમાજ

કરાચીને પોતાના વેપાર-ઉદ્યોગની જાહેરખબરો આપીને સહકાર કરો જેથી કરીને બિરાદરીના મુખપત્રને નાણાંકિય તંગીનો સામનો ન રહે.

મેમણપણું જાળવવા મેમણી બોલો

આપણે આપણા ઘરોમાં તેમજ પરસ્પર મેમણી બોલી બોલવી જોઈએ. દરેક કોમ પોતાની ઓળખ ગર્વપૂર્વક જાળવે છે, અને પોતાની જ બોલી બોલે છે.

મેમણી વજીને મેમણપણું ના મીઠાણો  
મેમણ હોવામાં ગર્વ અનુભવો

# જીવનગાડીના સહપ્રવાસી

## ઉમર જેતપુરી (મહુમ)

થોડા દિવસ પહેલાં જ હું ટ્રેનમાં બેસીને દૂરની સફર કરી આવ્યો. તે વખતે ટ્રેનમાં બનેલા એક સ્મુજ પ્રસંગનું સ્મરણ થતા મને હજુ પણ ખૂબ હસવું આવી જાય છે.

સવારનો સમય હતો. ટ્રેન કોઈ સ્ટેશને ઊભી રહી હતી. તે વખતે એક ભાઈ ટ્રેનના જાજરમાં ગયા હતા. ત્યારે એવું બન્યું કે ટ્રેન ઉપડવાની વ્હીસલ વાગી અને તે જ વખતે પેલા ભાઈ પણ હાંફળા હાંફળા થતા જાજરથી બહાર નીકળી આવ્યા. ટ્રેન ચાલુ થયેલી જોઈ નિરાંત અનુભવતા તેઓ ડબ્બામાં બેઠેલા આસપાસના લોકો તરફ જોઈ કહાપણ કરતા બોલ્યા, 'સારું થયું કે સમયસર જાજરમાંથી બહાર આવતો રહ્યો નહિતર હું અંદર બેસી રહ્યો હોત તો ટ્રેન ઉપડી જત.''

તેમના આ શબ્દો સાંભળી ડબ્બામાં બેઠેલા સૌ કોઈ ખડખડાટ હસી પડ્યા. સૌને ખડખડાટ હસતાં જોઈ તેમને ભાન થયું કે પોતે ટ્રેનના જાજરમાં જ ગયા હતા અને ટ્રેન ઉપડી જત તો પણ તેઓ ટ્રેનમાં જ રહેવાના હતા. અને પછી તો એ પોતે પણ પોતાના આ ભાંગરા અને મૂખાઈ ઉપર અમારી સાથે હસવામાં શામેલ થઈ ગયા.

ચાલતી ટ્રેનના જાજરમાંથી બહાર આવી આ જાતની છુટકારાની લાગણી અનુભવી એ વાત હાસ્યાસ્પદ તો છે જ પણ આવી વાતો હાસ્યાસ્પદ લાગે એવી વાતો આપણે શું ઓછી કરીએ છીએ?

તકાવત ફક્ત એટલો જ હોય છે કે આપણે આ વાતોને તત્વજ્ઞાનનો ઓપ આપી જરા મોટા પ્રમાણમાં કરીએ છીએ અને એટલે જ તે આપણને હાસ્યાસ્પદ લાગતી નથી. જગત પ્રત્યે કોઈ કસરણસર કંટાળો આવી જતાં કેટલાક લોકો 'કંટાળ્યા આ દુનિયાથી, ચાલો ક્યાંક ભાગી જઈએ' એમ કહી

ખરેખર ક્યાંક દૂર દૂર ભાગી જઈએ છીએ. છતાં ગમે તેટલા દૂર ભાગી જવા પછી પણ તેઓ પૃથ્વીના ગોળા ઉપર જ હોય છે, અને જે દુઃખથી તેઓ દૂર રહેવા ઇચ્છતા હોય છે, તે તો તેમની સામે ને સામે જ ઊભું હોય છે.

મારા એક મિત્રની બાબતમાં એવું જ બન્યું હતું. પ્રેમમાં નિરાશ થવાથી તેને સ્ત્રી જાતિ તરફ ખૂબ જ તિરસ્કાર ઉત્પન્ન થયો.

ભવિષ્યમાં સ્ત્રીનું નામ સુઝાં ન લેવું એવા નિશ્ચય સાથે, મળી તેવી નોકરી સ્વીકારી લઈ તે પાકિસ્તાન છોડી અમેરિકા જતો રહ્યો. થોડા વખત પછી મને તેના સમાચાર મળ્યા કે મારા તે મિત્રે તો તેની સાથે ઓફિસમાં કામ કરતી એક સુંદર ટાઈપીસ્ટ છોડરીના પ્રેમમાં પડી લગ્ન પણ કરી નાખ્યા. જો કે તેણે તો શપથ પણ લીધું હતું કે તે સ્ત્રી જાતિનું તો નામ સુઝાં નહોતો લેવાનો.

જીવનની અચકામણથી કંટાઈ જઈ આ રીતે ભાગી છૂટવાનો પ્રયત્ન કરવો એનું નામ બીજું કંઈ નહીં પણ દોડતી ટ્રેનના પાછલા ડબ્બામાં બેઠેલા માણસે તે ડબ્બામાં નડતી મુશ્કેલીઓમાંથી મુક્ત થવા ડબ્બા બદલતા બદલતા આગલા ડબ્બામાં જવા જેવું છે.

દોડતી ટ્રેનમાંથી સદંતર મુક્તિ મેળવવાનો સાચો માર્ગ એ છે કે ટ્રેનમાંથી બહાર ફૂટી પડવું અથવા સ્પષ્ટ શબ્દોમાં કહીએ તો હારાકીરી' કરી નાખવી અને ઘણા લોકો જીવનની દોડતી ગાડીમાંથી મુક્તિ મેળવવા આવો છેલ્લો માર્ગ સ્વીકારે પણ છે. જો કે આ માર્ગ એક ખોટું પગલું છે. દુઃસાહસ છે. અથવા કાયરોનો માર્ગ છે એ સત્ય છે છતાં દુનિયાની દોડતી ગાડીમાંથી મુક્ત થવાનો એ જ માત્ર માર્ગ છે.

તે લોકોની કસ્ટ છે કે થેલીસીમીયા સમેત તમામ મૂંગી બીમારીથી બચાવ માટે ડોક્ટરોની સુચના પર અમલ કરે. દરેક પ્રકારના નાના-મોટા ટેસ્ટ કરાવે અને જે રીતે ડોક્ટરો કહે બિલ્કુલ તે રીતે કરે. આ જ સલામતિની નિશાની છે.

### એક કરોડ બાળકો:

આપણા દેશ પાકિસ્તાન માટે એ સ્વસ્થ ઘણું અફસોસજનક છે કે પૂરા પાકિસ્તાનમાં એક કરોડ બાળકો થેલીસીમીયા (Thalassemia)ના શિકાર છે. આ એક એવી લડકીકત છે જેને નજરઅંદાજ ન કરી શકાય અને ન કરવી જોઈએ. થેલીસીમીયા ખૂબની ખરાબીથી પેદા થતી એક બીમારી છે જે ફક્ત બાળકોમાં જ જોવા મળે છે. આ બીમારી મામુલીથી ભયંકર લદ સુધી એનીમીયા એટલે કે ખૂબની કમીના કારણે પેદા થાય છે જેના કારણે રેડ સેલ તેજીથી મરી જાય છે અને નવા સેલ પેદા નથી થતા.

Thalassemia એપી બીમારી નથી પરંતુ Thalassemiaના દર્દી તેના ઘરવાળાઓ માટે એક બીમારી બનીને જીંદગીભર માટે પડકારરૂપ બની જાય છે. Thalassemia માવિઓના થકી જ બાળકોમાં આવે છે અને તેનું મૂળ કારણ Thalassemia માઈનરની શાદી છે જેના કારણે થનારું બાળક જન્મથી જ Thalassemiaનો શિકાર હોય છે.

### Thalassemiaની નિશાની:

બાળકોમાં છ મહિનાથી બાર મહિનાની ઉંમર સુધીમાં કમજોરી, ભૂખ ન લાગવી, કદ ન વધવું, હાડકાઓ અને નસોમાં ખરાબી, ફેકથર અને પગોમાં અલ્સર જેવી નિશાની નજરે પડે છે. આવા સંજોગોમાં તુરત જ ડોક્ટરથી રજૂ કરવું જોઈએ. Thalassemiaના દર્દીઓને નિયમિત રીતે ખૂબની જરૂરત પડે છે જે માંદું કામ છે. તેના કારણે દર્દીઓની જીંદગીની કિંમતી પળો હોસ્પિટલમાં વિતે

છે. Thalassemia માટે જે યોગ્ય ઈલાજ છે તે છે ખૂબનું બદલી થવું. તીલ્લીનું ઓપરેશન, ફોલાટ (આયર્ન)નો વધારાનો અમલ શામેલ છે. તેનાથી દર્દીને આરામ, શારીરિક હાલત બહેતર બનાવવા અને બીમારીને કન્ટ્રોલ કરવામાં મદદ મળે છે. અલબત્ત જે દર્દીને વારંવાર ખૂબની બદલી કરવી પડે છે તેના શરીરમાં ફોલાટ (આયર્ન)નો વધારો થઈ જાય છે.

### સસ્તો ઈલાજ:

Thalassemiaના ઈલાજ પર ઘણી રકમ ખર્ચ થાય છે કેમ કે દર મહિને ટ્રાન્સફ્યુઝન અને નિયમિત રીતે ટેસ્ટ કરાવવો કોઈ આસાન કામ નથી. અલ્લાહનો શુકર છે કે આપણા દેશમાં અનેક લોકઉત્કર્ષ કેન્દ્રો ઘણી મહેનત કરી રહ્યા છે જેના થકી Thalassemiaના શિકાર બાળકોનો મફત અથવા નજીવી રકમ પર યોગ્ય ઈલાજ કરી શકાય છે. ડોક્ટરોનું કહેવું છે કે જ્યારે પણ તમારા પુત્ર કે પુત્રીની શાદીનો ઈરાદો હોય તો સૌ પ્રથમ તેનો અને તેના થનારા જીવનસાથીનો ટેસ્ટ જરૂર કરાવો જેથી કરીને આગળ જતા કોઈ પરેશાનીથી બચી શકાય.

### “મેમણ સમાજ”

બાંટવા મેમણ બિરાદરીના દરેક ઘરમાં “મેમણ સમાજ” માસિક હોવું અને વાંચવું જરૂરી છે. બાંટવા મેમણ જમાતની પ્રવૃત્તિઓ અને બિરાદરીમાં થતી સગાઈ, શાદી અને મરણ નોંધનો પૂરો રિપોર્ટ છાપવામાં આવે છે.

## શાદીથી પહેલાં.... બ્લડ ટેસ્ટ જરૂરી કેમ ?

લેખક: ખત્રી ઈસ્મતઅલી પટેલ

આજકાલ દરેક હોસ્પિટલોમાં અને દરેક ડોક્ટરોએ શાદીથી પહેલાં નવયુવાનો (છોકરા અને છોકરી બંને) માટે બ્લડ ટેસ્ટ જરૂરી કરેલું છે. જાહેર છે કે આ સૂચના આમ જ તો નથી કરવામાં આવી બલ્કે તેના પાછળ કોઈ ન કોઈ મહત્વ જરૂર હશે. રાષ્ટ્રીય અને આંતરરાષ્ટ્રીય સ્તરે પણ આ ટેસ્ટને જરૂરી કરેલવામાં આવ્યો છે. તેમાં આપણી સૌની ભલાઈ છે અને આપણી આવનારી પેઢીની પણ.

### તંદુરસ્તીની પરિસ્થિતિ:

હાલમાં તંદુરસ્તીની પરિસ્થિતિ એ છે કે લગભગ દરેક શહેરમાં ચેપી અને ખતરનાક બીમારીઓ ફેલાઈ રહી છે. ખાસ કરીને ચેપી બીમારીઓ (Infectious Diseases) એટલે એકબીજાથી લાગવાવાળી ચેપી બીમારીઓ મુખ્ય છે. જેમાં ખાસ કરીને થેલીસીમીયા, હેમોફિલીયા, ઈન્ડા, હેપાટાઈટીસ અને ચેપી બીમારીઓ એકથી બીજાને લાગનારી બીમારીઓ શામેલ છે જેમાંથી બચાવનો એક માત્ર તરીકો એ જ છે કે અગાઉથી બ્લડ ટેસ્ટ કરાવી લો, ટિકાકાતી ટીકા લગાવો અને પછી અગર રોગ માલુમ પડે તો તેનો સંપૂર્ણ ઈલાજ કરાવો. એવું ન થાય કે બાદમાં પસ્તાવું પડે. અને આમ પણ સાવચેતી ઈલાજથી બહેતર છે.

### શાદીથી પહેલાં:

સામાન્ય જનતાને વારંવાર અપીલ કરવામાં આવે છે કે શાદીથી પહેલાં છોકરા છોકરીઓ બંનેનું બ્લડ ટેસ્ટ કરાવો. અગર બંનેમાંથી કોઈ એકમાં પણ થેલીસીમીયાની બીમારીની જાણ થાય છે તો તે બંનેની શાદી હરગીઝ ન કરો કેમકે આવી

શાદી થાય છે તો પછી તેનાથી પેદા થનારા બાળકોમાં પણ આ બીમારી લગભગ મૌજુદ હશે.

### થેલીસીમીયાના પ્રકારો:

આપણે સૌ જાણીએ છીએ કે થેલીસીમીયાના બે પ્રકારો છે: થેલીસીમીયા માર્ચનર અને થેલીસીમીયા મેજર. અગર વિવાહિત દંપતિઓમાં ખુદાના ખ્વાસ્તા શાદી પછી આ બીમારીની ખબર પડે તો ડોક્ટરથી એકઅપ કરાવી તેનો ઈલાજ કરાવો. આ એક એવી બીમારી છે જે સારા સારા કુટુંબને તબાહ કરી શકે છે. વધારે સુરક્ષિત અને સારો તરીકે એ છે કે શાદીથી પહેલાં બ્લડ ટેસ્ટ અથવા સ્ક્રીનીંગ કરાવી લો. આરોગ્યથી સંબંધિત ડોક્ટરો અને આરોગ્ય કેન્દ્રો એ ઈચ્છે છે કે પોતાના લોકોનું દરેક સમયે માર્ગદર્શન કરતા રહે જેથી આવનારા ખતરાઓથી બચી શકાય. આરોગ્ય કેન્દ્રો તરફથી આપને વારંવાર અપીલ કરવામાં આવે છે કે શાદીથી પહેલાં છોકરા છોકરીઓ બંનેનો ટેસ્ટ કરાવી લો.

### નો રીસ્પોન્સ (કોઈ ઉત્તર નહિ):

પરંતુ ખબર નહિ કેમ બિરાદરીએ અમારી તમામ અપીલોને નજરઅંદાજ કરી દીધી છે અને તેનો કોઈ જવાબ આપ્યો નથી અને આ વિષે કરવામાં આવેલા તમામ પ્રયાસોની ન તો દાદ આપી છે કે જે દેવી જોઈએ અને ન તો બીમારીથી બચવા માટે આરોગ્ય કેન્દ્રોના સલાહ-મશ્વેરા પર કોઈ અમલ કર્યો છે. તેનો અર્થ એ નથી કે સંબંધિત સભ્યો યાકી-હારીને બેસી જાય અને પોતાની કોશિષોને છોડી દે. સમાજના દરેક સભ્યની ભલાઈ-ઉત્કર્ષ માટે કોશિષો કરવાની છે. તેની સુરક્ષા માટે શક્ય તમામ પગલા લેવાના છે. હવે

## ‘પાઘડી’ પ્રથા પર માર્મિક કટાક્ષ બેટા ભણનલાય ઉત્તર....

**લેખક: મોહમદ નસીમ ઓસાવાલા**

‘મા, અજ આંઉ ભણનલાય નઈ ઉના.’

‘કો બેટા, કુરૈલાઈ ભણનલાય નઈ ઉને ?’

‘મા, મીકે ભણનમૈ મજા નચી અયે.’

‘બેટા, મજા ના અયે તારૈ ભણતર થોડો છડાવાય, ભણે નઈ તાં તું કુરો કરને ? મા-પે તાં છોકરે કે ભણાઈને વડો માળુ બનાનજા સપના ડીસનતા. છોકરો ભણીગણીને મા-પે જે ઘડપણજે આસરો બનેતો. ઈ સારી નોકરી-ઘંઘે તે ચઢેતો. લક-નાલકને ખરે-ખોટેકે સમજી સીગેતો-સારો ઈન્સાન બનેતો- ઝિંદગીજી મુશ્કેલીયે કે સમજી વિચારી સીગેતો ઈ મુશ્કેલીજે વખતમૈ મુંજાઈ નથો. ભણનુંતા ખપે, મીજા પે ! ઉત્તર ડીસાં, કાવ બેટો.’

પણ મા ! ભણીગણીને બંધેજ વડા માળુ થોડા બનનતા. ને બંધે કે સારી નોકરી થોડી મીળતી પાંજી કેલીવારી હવા જે બાબુકે જ ડીસે હી મેટ્રીક પાસ કરી ગીની આય ને બિચારો નોકરી ગોતનલાઈ કીતરા ઇક્કા ખાયતો, ને ઉ ફાતમામાસીજે ઈકબાલ, ઈન્ટર પાસ કરી ગીની આય, ઈન્કે પણ કેર પુછે તો ..... પણ પાંજી આયસુજે અબુકે ડીસ, ભણ્યોવે ને, ને ઓફિસર બની વિયો આય.’

‘બેટા, હી તાં નસીબ નસીબજી ઘાલ આય. તું હજી નન્કો અયે, તોકે ખબર ને કે પાંજી કોમમૈ ભણેલે ગણેલે છોકરે જે ભણતર વાસે જીતરો ખચો કીયાવ ઉત્તર ડી બંધે ખચો છોકરીવારે વટાંસી કટાઈ ગીનનતા ! ખાલી ખચોજ કુરૈલાઈ ખચેજે વ્યાજ બી ભેજો ! !

કાલજ પાંજે બાજુવાળી હાજરા યુની પુઈ કે ‘પાંજી કોમમૈ મેટ્રીક પાસ કરેલે છોકરેજે ‘ભાવ’

પંજ સી છો હજાર રૂપિયા આય ! ને પહેલી કોલેજ (ફર્સ્ટ ઈયર) પાસ કરેલેજે લગભગ રૂપિયા અઠ હજાર ! ! ને બી કોલેજી (ઈન્ટરમીડીયેટ) પાસ કરેલે છોકરેજે અઠ હજાર રૂપિયેજે મથે ! ! ! ને ડીગ્રીવારે ને સારી નોકરી-ઘંઘેવારે છોકરે જે મા-પેજા તાં લીલા લહેજેજ ઈન ! ! !

પાંજી કવમજે છોકરે કે વધુ ભણાનજે અક્કો વડો મક્સદ ઈ પણ આય, સમજે બેટા, હાથે ઉત્તર તાં નારાં મિજા લાલ, ભણનલાય.’

‘પણ માં, પાંજી જમાતવારા ઈન કુરિવાજજી બંધી નથા કરન ! ?’

બેટા, પાંજી જમાતવારા ઈ ખરાબ રિવાજ કે ફગાઈ ડીનલાય રાળું પાઈ પાઈને થકા. પણ પાંજી કિત્રાક ભા ભેણું છુપી છુપીને દલાલણેજે ચાંચે ચળીને હી ખરાબ રિવાજ કે પોષનતા, હાલ પાંજી કોમ, કોમજા જવાન છોકરા ‘બાંટવા મેમણ ઈસ્લાહી કમિટી’ બનાવાંચ અઈન, જો બંધે ઈન્ચેજે સાથ ડીનાં, તાં અલ્લાહ કરનો તાં હી ને હિન્જે જેબા બીયા મુજી રિવાજ પાંજી કોમમૈસી નીકરી ઉત્તર. હિ ખરાબ રિવાજજે કારણે જ તાં તોજી બો ભેણું હજી સુધી પચણી સીગયું નઈન બેટા.....’

‘અરે ! પણ મા ! તોજી અખીયેમૈસી આંસુ ફુલાઈ નીકરનલાઈ મંડયા ઈન ?’

‘બેટા, ઈ આંસુ તાં અજ કોમજી માર્યેજી અખીયેમૈસી નીકરનતા. હિનજી જવાબદાર પાંજી કોમજ આય ! ....હાથે તું ભણનલાઈ ઉત્તર, મિજા લાલ, મોળો થીયેતો, ઉત્તર તોકે અલ્લાહકે સોપમ.



## દુઆ

### રફીક હમીદાણી

ઓ નિરાકાર મારી લાજને રાખી લેજે  
 છું નિરાધાર મારી લાજને રાખી લેજે  
 તુજથી ફરિયાદ નથી છે આ વિનંતી મારી  
 કેવળ એકવાર મારી લાજને રાખી લેજે  
 ખૂબ જાણે છે તું મુજને હૈ, તબીબોના તબીબ  
 હું છું બિમાર, મારી લાજને રાખી લેજે  
 બીક જેની હતી હા, તે જ સમય આવે છે  
 મારા આધાર, મારી લાજને રાખી લેજે  
 લે આ અંતિમ ઘડી આવીને ઊભી પાસે  
 માગ પળવાર, મારી લાજને રાખી લેજે  
 મહેરબાની જો કરી છે તો વધારે થોડી  
 તારો આભાર, મારી લાજને રાખી લેજે  
 જેને સૌંદર્ય કહે છે એ નથી મારામાં  
 ઓ કલાકાર, મારી લાજને રાખી લેજે  
 તારી આગળ શું છું પાવું તું બધું જાણે છે  
 છું ગુનેહગાર, મારી લાજને રાખી લેજે  
 એક દુભાંગી 'રફીક' રોજ દુઆ માંગે છે  
 છું કરજદાર, મારી લાજને રાખી લેજે  
 'પુષ્પ અને પાનખર'ના સૌજન્યથી

## ખુદ બ ખુદ.....

### 'રાહત' બાંટવાવી (મહુમ)

મિંદગી સંકટોમાં કામ આવી જાય છે  
 મુસ્તફાના નામથી આરામ આવી જાય છે  
 પ્રેમનો ગર્દિશ મહી ત્યાં જામ આવી જાય છે  
 'જીભ પર જ્યારે નબીનું નામ આવી જાય છે'  
 મારી સામે ઈશકનો જ્યાં જામ આવી જાય છે  
 ખુદ બ ખુદ જીભે નબીનું નામ આવી જાય છે  
 હોય સાચી દિલની ઈચ્છા તો આંખો બીકતા  
 દ્રષ્ટિ સામે મુસ્તફાનું ધામ આવી જાય છે  
 જગતમાં માનવતા ને મસ્તી જોઈને મુજ ધ્યાનમાં  
 આપના વિસરાયેલા પયગામ આવી જાય છે  
 જ્યારે જીવનમાં ભરું છું ઈશકને અહમદનો હું રંગ  
 જીવવાની મુજમાં ત્યારે હામ આવી જાય છે  
 કારવા દિલની અગલ આલે મદીના ચાલીએ  
 હર તલબનો પલમાં ત્યાં અંજામ આવી જાય છે  
 મુસ્તફાના પ્રેમ પંથે સંકટો કે ગમ નથી  
 કગલે ને પગલે ખુશીના ધામ આવી જાય છે  
 નાં ત લખવી આપની એ ક્યાં છે 'રાહત'નું ગણું  
 આપની છે પ્રેરણા તો હામ આવી જાય છે  
 'જામે હયાત'ના સૌજન્યથી

## સૂચના

કુરઆનની પવિત્ર આયતો અને હદીસો પાંચકોના દીની જ્ઞાનમાં વધારો કરવા,  
 એમને મઝહબી માર્ગદર્શન પૂરું પાડવા તેમજ દીનની તબલીગ કરવાના હેતુથી  
 રજૂ કરવામાં આવે છે. એમનો સંપૂર્ણ એહતેરામ જાળવવાની સો કોઈની ફરજ  
 છે, આથી જે જગ્યાએ છપાઈ હોય એની બેહુરમતી ન થાય તેની સંપૂર્ણ કાળજી  
 લેવા વિનંતી કરવામાં આવે છે.



## અલ કુર્આન

કુર્આન શરીફમાં ૧૧૪ સૂરતો છે, ૫૪૦ રૂકુઅ છે, ૬૬૬૬ આયતો છે, ૮૬૪૩૦ શબ્દો છે અને ૩,૨૨,૬૭૧ અક્ષરો છે.

કુર્આન શરીફમાં ૫૩૨૪૩ ઝબર છે, ૩૯૫૮૨ ઝેર છે, ૮૮૦૪ પેશ છે, ૧૨૫૩ તશદીદ છે, ૧૭૭૧ મદ છે અને ૧૦૫૬૮૨ નુકલા છે.

કુર્આન શરીફમાં ૪૮૮૭૨ અલીફ, ૧૧૪૨૮ બે, ૧૦૯૯ તે, ૧૨૭૬ સે, ૩૩૭૩ હુમ, ૩૭૯૩ મોટો હે, ૨૪૧૬ ખે, ૫૬૦૨ દાલ, ૪૬૭૭ ઝાલ, ૧૧૭૯૩ રે, ૧૫૯૦ ઝે, ૫૮૯૧ નાની સીન, ૨૨૫૩ મોટી શીન, ૨૦૧૩ સવાદ, ૧૬૦૭ ઝવાદ, ૧૨૭૭ તોઈ, ૮૪૨ ઝોઈ, ૯૨૨૦ ઝેન, ૨૨૦૮ ઝેન, ૮૪૯૯ ફે, ૬૮૧૩ મોટો કાફ, ૯૫૦૦ નાનો કાફ, ૩૦૪૩૨ લામ, ૨૬૫૬૦ મીમ, ૪૫૧૯૦ નૂન, ૨૫૫૩૬ વાવ, ૧૯૦૭૦ નાનો હે, ૪૭૨૦ લામ-અલીફ અને ૪૫૯૧૯ થે છે.

## અસાંજો પ્યારો પાકિસ્તાન

**મકબૂલ કચી (મહુમ)**

જન્દુરી ઇસ્લામી હકૂમત  
ખુદા તરફસે જુલોલ ન્યામત  
નીલે ઝન્ડે ચન્દરતારો  
મુલ્કી આય નિશાન

અસાંજો પ્યારો પાકિસ્તાન

પૂરમ પચ્છમ વડા બ નાકા  
ઈનમે માજુ ઝેન ઈલાકા  
બંગાલો, પંજાબ ને સરહદ  
સિંધ બલુચિસ્તાન

અસાંજો પ્યારો પાકિસ્તાન

ડેસે ને પરડેસે નામી,  
ઈનજી કો સચ નારો નિકામી  
આજધીજે આય હોંધોરો  
સો ઝે જિતે સમાન

અસાંજો પ્યારો પાકિસ્તાન



આંસુ, ઈઝઝત, લોઈ, પસીનું  
વિજી ભનાયો પાઈયો પીનું  
ક્યાસી ઈલતા અનાંઝે કેભો  
તન, મન, ઘન કુરમાન.....

અસાંજો પ્યારો પાકિસ્તાન

બાંટવા મેમણ જમાઅત (રજુ.) કરાચીનું મુખપત્ર

# મેમણ સમાજ

ઉર્દુ-ગુજરાતી માસિક

## Memon Samaj

Honorary Editor:

**Abdul Jabbar Ali Muhammad Biddu**

Published by:

**Muhammad Iqbal Billoo Siddiq Akhawala**

THE SPOKESMAN OF  
BANTVA MEMON JAMAT  
(REGD.) KARACHI

Graphic Designing

A. K. Nadeem

Hussain Khanani

Cell : 0300-2331295

Printed at : City Press

Muhmmmed Ali Polani

Ph : 32438437

November 2022 Rabi-ul-Sani 1444 Hijri - Year 67 - Issue 11 - Price 50 Rupees

### હમ્દે બારી તઆલા

#### ખાદિમ કુતિયાન્વી (મહુમ)

અન્યોથી તો બખ્શિશની ગુજરિશ નથી કરતો  
હું ખોટા ખુદાઓની પરસ્તિશ નથી કરતો  
પૂરું છું હું એને કે, છે જે સૃષ્ટિનો સર્જક,  
હું ઊગતા સૂરજની પરસ્તિશ નથી કરતો  
એકજ છે ખુદા પાત્ર, જગે નાખુદા સાચો,  
નાવિકથી વમળમાં હું ગુજરિશ નથી કરતો  
કમભાગ્યને કો' અન્ય મિટાવી નથી શકતું,  
વું દૂર સિતારાની જે ગર્દિશ નથી કરતો  
અલ્લાહ પણ એનો ન કદી હાલ બદલશે  
બ્રુવનને બદલવાની જે કોશિશ નથી કરતો  
હું કેમ પછી રાખું કોઈ શાહથી ઈચ્છા,  
તારાથી પછી કોઈ નવાજિશ નથી કરતો  
છે મામલો સૌં કમોનો અલ્લાહથી તેથી  
આમાલની 'ખાદિમ' હું નુમાઈશ

### ના'તે રસૂલે મકબૂલ (સ.અ.વ.)

#### (સલ્લલ્લાહો અલયહે વસલ્લમ)

#### જલાબ અબ્દુલ રઝઝાક રૂબી

બધા નબીઓમાં પ્રથમ જેનું સ્થાન  
છે હકીકત, એ આન-શાન મારા રસૂલની  
અપકારનો જવાબ, સદા ઉપકારથી આપે  
છે કહેવાઈ, આ મહિમા મારા રસૂલની  
દુઃખ-તકલીફમાં પણ સદા મુશ્કુરાયા  
છોકરો ન દામન, સબ્બનો મારા રસૂલે  
બીછાવેલ કટંકો માર્ગ વચ્ચે, કરવા પરેશાન  
છોકી ન કટાણે ભલમનસાઈ, મારા રસૂલે  
દોસ્ત દુશ્મનોએ કબૂલ્યું, આપનો લકબ અમીન  
બોલે હાથની કાંકરીઓ, નામ લે મારા રસૂલનું  
જનબાજોની નારાજગી, છતાં રહ્યા મકકમ  
હુદેબિયાની હાસ, પલ્તાવી જીતમાં મારા રસૂલે  
ખંડન કર્યાં ખોટા રીતરિવાજો ને અજાનતાઓ  
ફેલાવ્યો વિશ્વ બંધુત્વનો સંદેશો, મારા રસૂલે  
ઉપાડી તલવાર, નીપટવા, ખુદાના દુશ્મનોથી  
બદરમાં જેઈ, હિમ્મતે શુજાઅત મારા રસૂલની  
કરે ખુદ ખુદા, જેના વખાણ કુરઆનમાં  
પુછવી શી વાત, કહે ભા 'રઝઝાક' મારા રસૂલની